۷۸۶ ہوالحق یاسین

روزنامہ با تصویر

سفر مصر و شام و حجاز

از مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی

اُردو زبان میں

اپنی طرز کا

سب سے پہلا اور سب سے آخری سفرنامہ

جسکو

خاکسار محمد انوار ہاشمی مدیر مکتبہ قادریہ [illegible] میرٹھ نے

باہتمام منشی محمد علی صاحب پرنٹر ہاشمی پریس میرٹھ میں چھپوا کر شایع کیا

جزو کل رجسٹری شدہ - قیمت با تصویر [illegible] - بلا تصویر [illegible]

طلسمات فرعون

اس سفرنامہ میں فرعون کی لاش کا ذکر کرتے وقت حضرت خواجہ صاحب نے اپنا خیال ظاہر فرمایا ہے کہ لاشیں اہل یورپ کے عقیدہ کی بموجب کسی مسالہ کے سبب آجتک سلامت نہیں ہیں بلکہ اعمال سحر سے اسکو تعلق ہے۔

سفرنامہ میں اتنی گنجایش نہ تھی جو اسپر پورے طور سے بحث کی جاتی۔ اسلئے حضرت خواجہ صاحب نے علیحدہ ایک کتاب طلسمات فرعون کے نام سے لکھدی ہے جسمیں نہایت کوشش اور مصر کی قدیم اور جدید تحقیقات کی چھان بین کے بعد فرعون کے زمانہ کی مخفی باتوں کو خاص اُس زمانہ کے حروف اور اہل یورپ کے بتائے ہوئے معانی کو نقل کر کے اور اپنے ہندوستانی اعمال طلسمی سے مطابق کر کے لکھا ہے اور ان عقاید کو بھی بتایا ہے جو فرعون کے وقت میں رائج تھے۔ اور نتایج میں ان طلسمات قدیم کو آجکل کیلئے قابل عمل بنا دیا ہے جس سے انسان کو دنیاوی امور میں بڑے بڑے حیرت خیز فائدے ہو سکتے ہیں اور وہ اپنی زندگی کی آئندہ حالت معلوم کر سکتا ہے۔

کتاب بلحاظ ضخامت بہت مختصر اور چھوٹی ہے مگر مضامین کی اہمیت اور عجائب نادر باتوں کے معلوم ہونیکے اعتبار سے اشرفیوں میں تولنے کے قابل ہے اسی لئے اسکی قیمت زیادہ رکھی گئی ہے تاکہ عوام میں نہ جا سکے جو اسکے مخفی امور کے صحیح مطالب سمجھنے سے قاصر ہونگے کوئی علمی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت ۸ر

کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے

تذکار و یادگار

دلی خلوص و محبت کے ساتھ اس مجموعۂ احوال سفر مصر و شام و حجاز کو مفصلۂ ذیل احباب و متوسلین سلسلہ نظامیہ کے اسمائے گرامی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ تاکہ جبتک یہ کتاب صفحۂ ہستی پر موجود رہے۔ ان دوستوں اور یاران طریقت کے نام بھی قایم و برقرار رہیں +

(۱) امیر بیگم صاحبہ مراد بانو زوجہ میر تراب علی خانصاحب گوشہ محل حیدر آباد دکن +

(۲) غلام محمد صاحب منشی بیرسٹر راجکوٹ کاٹھیاواڑ +

(۳) خانصاحب حاجی فتح محمد خانصاحب نظامی جمالی خدمتی محکمہ کمسریٹ کشمیر +

(۴) حاجی حافظ حفیظ الدین صاحب تاجر صدر بازار میرٹھ +

(۵) ملک غلام حسن صاحب نظامی تاجر شال کٹرہ میاں سنگھ امرتسر +

(۶) خان بہادر نواب محمد مزمل اللہ خانصاحب رئیس بھیکم پور ضلع علیگڈھ و نائب سکرٹری علی گڈھ کالج +

(۷) بابو امداد علی صاحب محکمہ کمسریٹ کوئٹہ بلوچستان +

(۸) اڈیٹر صاحب رسالہ صوفی پنڈی بہاء الدین ضلع گجرات +

(۹) بابو فخر الدین صاحب نظامی مرحوم انجنیر ریاست جاورہ +

(۱۰) فرخ بانو صاحبہ دہلوی مقیم اجمیر شریف + (۱۱) بابو الٰہی بخش صاحب انسپکٹر حصار +

از دعاگو

حسن نظامی دہلوی

۱۱ شعبان سنہ ۱۹۱۳ء

۷۸۶ جل الکل یا معین

روزنامہ سفر حجاز و مصر و شام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ :-

وہ دن جو کل پرسوں آنکھوں کے سامنے تھے ۔ کیسے غم آلود گزرے ۔ بس دل ہی جانتا ہے کشش حجاز نے بمبئی تک کھینچا ۔ مگر گردش ایام نے دامن پکڑ لیا ۔ نامراد دہلی واپس آیا ۔ اب پھر ولولوں میں موج اُٹھی ۔ اور زیارت حجاز کا تصور لہریں لینے لگا ۔ بہت زمانہ نہیں اسی مئی کے اندر سب کچھ ہُوا +

شروع مئی کا ذکر ہے ۔ میرٹھ میں مخلص دیرینہ مولوی احسان الحق صاحب قادری رئیس لال کورتی کی محفل شادی کے ایک گوشہ میں چند یاران طریقت کے ساتھ یہ بے خانماں اپنے خیالی جہاز دوڑا رہا تھا کہ میاں محمد انوار صاحب کے چھوٹے بھائی حافظ سعید آ نکلے ۔ بیساختہ رکوع سُنانے کی فرمائش ہوئی ۔ اسرار غیب کے قربان جائیے معصوم بچے نے سورۂ لقمان کا آخری رکوع شروع کیا ۔ جس میں تسخیر فلک (جہاز)

کا تذکرہ ہے۔ کلام پاک کے پہلے ہی جملے نے چونکا دیا جسمیں ارشاد ہے کہ ہمنے
تیرے لئے جہاز کو مسخر کر دیا۔ تاکہ تو اپنے پروردگار کی نشانیاں دیکھے۔ میں نے
محرم راز واحدی کو دیکھا۔ اور واحدی مجکو تعجب سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ انکو بھی
اس شان غیبی کے کرشمے نے ششدر کر دیا تھا۔ اگرچہ رکوع کے ایک حصہ میں
موج طوفان کا بھی ذکر تھا۔ لیکن ساتھ ہی اخلاص کامل اور صبار و شکور کے
خطابات سے تسلی بھی تھی +

بس پھر کیا تھا۔ دلی آتے ہی شوق و ارمان سے سرگوشیاں ہونے لگیں۔
زنبیل درویشی کو ٹٹولا تو ضرورت کے موافق ہاتھ نہ آیا۔ فکر ہوئی کہ الٰہی اب کیا
ہوگا۔ مگر واہ اسکی شان۔ آٹھ دن میں سب کچھ مہیا ہو گیا۔ بڑے بھائی مرحوم
کے یتیم بچوں اور بیوہ کے تازہ زخم کا خیال زیادہ تھا۔ وہ بھی میرے نیک ارادہ
کو سنکر خوشی خوشی بولے کہ جاؤ۔ اور ہم کو خدا پر چھوڑ دو۔ اور بی حور بانو تو جن کو
لوگوں کی اصطلاح میں نور چشم اور لخت جگر کہنا چاہیئے۔ ابھی جانتی ہی نہیں کہ ماں
مرگئی تو کیا جاتا رہا۔ باپ چلا جائیگا تو کیا کم ہو جائے گا۔ خالہ جان کی آغوش
شفقت نے سب کو بھلا رکھا ہے +

حلقہ کی الجھن باقی تھی کہ جسکے سہارے سانس آتا جاتا ہے۔ اسکا بعد میں
کیا حشر ہوگا۔ القا ہی سمجھنا چاہیئے۔ فوراً اس تجویز نے تسلی دیدی کہ یہ سفر بھی حلقہ
کے لئے کرنا چاہیئے۔ مدینہ پاک میں چلکر روضۂ اقدس کے سامنے دہائی دو
اور پھر سارے حجاز۔ مصر۔ قسطنطنیہ کا چکر لگا کر وہاں کے مشائخ سے ملو۔ اور
اپنے ملک کے مشائخ سے انکا تعارف کراؤ۔ انکی سنو۔ اپنی سناؤ۔ اور جہاں کہیں
انفاس قدسی کی برکت ملے اپنے اہل وطن کے لئے سمیٹ لاؤ +

آخر وہ گھڑی آگئی کہ یہ گنہگار اپنے آقائے نامدار محبوب پروردگار کے

مقدس مزار کے پہلو میں کھڑے ہو کر رخص ہوا +

پہلی برکت اس سفر کی یہ دیکھی کہ برسوں کی کدورتیں صاف ہو گئیں ۔ جنھے رات دن کی مخالفت کو کرن گزر گئے تھے ۔ وہ سب چشم پُر آب ہو کر بغلگیر ہوئے۔ اور گزشتہ واقعات کی صفائی کر لی۔ قوم کے چھوٹے بڑے عورت مرد نے جس جوش الفت سے وداع کیا۔ اُسکا اثر ہمیشہ یاد رہیگا +

احباب سے سفر کی خبر چھپانے میں گو بڑی احتیاط کی گئی تھی تاہم آس پاس کے دوست روانگی کے وقت پہنچ ہی گئے۔ انبالہ سے مخلص قدیم میر نیرنگ صاحب میرٹھ سے حاجی حفیظ الدین صاحب تاجر اور سید ذاکر علی صاحب وجدانی نے تشریف لاکر رخصتی وقت میں اثر ڈالدیا +

عین اُس وقت جبکہ گاڑی دروازے پر آئی تاکہ ریل تک راستہ بتائے خیالات کو ایک حادثہ سے تصادم ہوا ۔ دماغ معطل ہو گیا۔ اندیشہ تھا کہ شاید یہ ارادہ بھی ملتوی رہا ۔ مگر ہمت کر کے اُسی دلگیری و افسردگی میں ریل پر سوار ہو گیا ۔ یہاں بھی لوگوں نے اپنی دانست میں خاصا ہجوم دکھایا ۔ لیکن میں کیا کرتا ۔ ہجوم اندوہ میں مستغرق تھا +

چھوٹی لائن نے تیز رفتاری میں حد درجہ بڑائی دکھائی ۔ اور زلزلہ خیزی سے ساری رات سونے ندیا ۔ کچھ تو دماغ از خود رفتہ تھا ۔ اسپر لوہے کی سڑک پر چلنے والی سواری کا ہلنا ۔ بس یوں سمجھئے کہ پوری رات آنکھوں میں کٹ گئی ۔

صبح سات بجے کے بعد اجمیر شریف کے اسٹیشن پر قدم رکھا ۔ یہاں سے سفر کا روزنامہ شروع ہوتا ہے اور تمہید طے کی جاتی ہے ۔

۲۱ مئی ۔ ۲۱ ۔ جمادی الاولیٰ ۔ سنہ ۱۹۱۱ع ۔ سنہ ۱۳۲۹ھ

یکشنبہ۔ ریل سے اُتر کر درگاہ شریف کے قریب ایک مکان میں قیام کیا۔ یہ شہر اگرچہ پہاڑ کے دامن میں ہے۔ لیکن گرمی کی وہ شدت نہیں جسکی کیفیت دہلی میں سہی نہیں جاتی۔ پڑوس میں ایک شاہ صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے میرا نام سُنا تو ملنے کی درخواست بھیجی۔ پہلے سے جانتے تھے۔ خیال آیا کہ فقیروں کی صحبت باعث تسکین ہوتی ہے۔ آؤ ذرا وہاں کا رنگ بھی دیکھیں۔ چلا گیا۔ واہ کیا مؤثر صحبت۔ جی باغ باغ ہوگیا۔ یہ حیدرآباد کے رہنے والے رسول شاہی فقیر ہیں۔ چار ابرو کا صفایا۔ آنکھیں چمکدار۔ فہم وفراست کی نشانی۔ بشرہ متین گفتگو سنجیدہ۔ سوز و گداز سے لبریز۔ شاید نو بہار حسین نام تھا۔ اُنکے ہمراہ ایک اور صاحب صوفی مہرالدین دکنی اور کسی ہندو راجہ کے صاحبزادے بھی ہیں۔ دونوں میں ایک کیف۔ باتیں ہوئیں۔ اور خوب ہوئیں۔ اس سفر میں کاش ایسی صورتیں روزانہ میسر آیا کریں۔ کھانا کھایا۔ آنکھیں بند کرکے نیند سے باتیں کیں۔ پورے تین گھنٹے۔ عصر کے بعد درگاہ شریف میں حاضری دی۔ قریب مغرب دیوان صاحب یعنی شیخ المشائخ دیوان سید امام الدین صاحب چشتی سجادہ نشیں اجمیر شریف سے نیاز حاصل کیا۔ ابتدا میں دیوان صاحب کی اس فقیر پر اور حلقہ پر خاص نظر عنایت تھی۔ لیکن بعد میں در اندازوں نے اسمیں رخنے ڈالدئے تھے۔ اندیشہ تھا کہ اسکا اثر موجود ملیگا۔ مگر نہیں۔ وہی قدیمی نوازشیں اور عنایات۔ فرمانے لگے حج کا بھی ارادہ ہے یا صرف مدینہ منورہ کی حاضری ہوگی۔ عرض کیا۔ اس سفر میں تو شاید حج کا موقعہ نہ ملے۔ آئندہ ارادہ کیا جائے گا۔ بالفعل دربار رسولؐ کے سلام کا قصد ہے۔ ارشاد ہوا یہ خاص صوفیوں کا مسلک ہے۔ حضرت خواجہ

خواجگان رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فقیر کو پہلے مدینہ شریف حاضر ہونا چاہیئے
منزل درجہ بدرجہ طے ہوتی ہے - اسکے بعد فرمایا - تم جانتے ہو - حلقہ کا کام
کس کے سپرد کیا - کہا گیا - عزیزم واحدی کے یہ امانت سپرد کی ہے - انشاءاللہ
تعالیٰ وہ سرگرمی سے اس خدمت کو انجام دینگے - پھر مدرسہ معینیہ کا ذکر نکل آیا -
اسکی جدید شاخ معینیہ ہائی سکول کو درگاہ شریف کا خزانہ تین سو ساٹھ روپیہ
ماہوار دیتا ہے - اس سکول میں اکثر بلکہ سب مسلمان بچے پڑھتے ہیں - دیوان
صاحب نے ایک صوفی عالم کو تعلیم کے علاوہ تربیت کیلئے مقرر فرمایا ہے -
چند روزہ تربیت کا یہ اثر ہے کہ جو بچہ نماز نہیں پڑھتا - اسکو دوسرے بچے
اپنے ساتھ کھیلنے نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ بے نمازی کا ہمارے ساتھ کام نہیں
اسی پر دوسری خوبیوں کو اندازہ کرنا چاہیئے - مینے عرض کی کہ مدرسہ قدیم یعنی عربی مدرسہ
کا کیا حال ہے - فرمایا اسکو سو روپیہ ماہوار دیا جاتا ہے - اسمیں بھی بتدریج ترقی
دی جارہی ہے - اسوقت مینے درسگاہ تصوف کا پرانا خیال پیش کیا - ارشاد
ہوا کہ وقت کم ہے - اور میں تم سے اس معاملہ میں مفصل گفتگو و مشاورت چاہتا
ہوں - ایک زمانہ ہوا مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی نے اس کی تحریک کی تھی -
مگر وہ تحریک جس شرط پر مبنی تھی وہ مجھے پسند نہ آئی - وہ کہتے تھے کہ آئندہ کوئی
شخص سجادہ نشین نہ ہوسکے جبتک کہ درسگاہ تصوف سے سند حاصل نہ کرے -
یہ ایک طرح کا ہتھیار تھا - جو مدرسین و ممتحنین کے ہاتھ میں فقرا و سجادہ نشینوں
کے خلاف دیا جاتا تھا - اسلئے یہ تحریک نامکمل رہ گئی - مدرسۂ تصوف کی بیشک
ضرورت ہے - لیکن پہلے تم کو اسکے اصول پر غور کرنا چاہیئے - تعلیم تصوف
کے دو طریقے ہیں - ایک حال اور دوسرا قال - حال نام ہے شیخ کی حرکات و سکنات
کی پیروی کا - صحبت شیخ میں رہنے سے یہ تعلیم صرف آنکھ کے دیکھنے اور عمل کرنے

سے حاصل ہوتی ہے۔ اسکے لئے درسگاہ کی ضرورت نہیں۔ رہا قال وہ خلاقی کتب کا پڑھنا۔ اوراحوال بزرگان کا معلوم کرنا۔ نکاتِ تصوف پر عبور ہونا ہے اسکے واسطے بیشک درس کی ضرورت ہے۔ تم سفر سے واپس آجاؤ تو اس کام کے اُٹھانیکا تدارک کرینگے۔ اسکے بعد یونیورسٹی پر گفتگو ہونے لگی۔ چلتے وقت وہ نوازش فرمائی جسکو اس سفر کی نیک فال کہنا چاہیئے۔ یعنی

دربارِ خواجہ کا خاص خلعت

عطا فرمایا۔ یہ وہ ملبوس ہے جسکو دیوان صاحب حاضری آستانہ کے وقت استعمال فرماتے ہیں۔ خلعت دیتے وقت جو الفاظ ارشاد ہوئے وہ بڑے مؤثر تھے۔ فرمایا جہاں جاتے ہو وہاں فقیری کی اصل شان موجود ہے۔ اس ملک میں اب کیا باقی رہا ہے۔ اپنا کام جرات اور مستعدی سے کرو۔ رسوائی ومخالفت سے نہ ڈرو۔ سب کام کرنے والے اسکا شکار ہوتے آئے ہیں۔ میں تمہاری کامیابی کی ہر وقت دعا کرتا رہونگا۔

بعد نماز عشا مزار مبارک پر رخصتی سلام کو حاضر ہوا۔ آستانۂ پاک سے خاص دستار عنایت ہوئی۔ اور حضرات صاحبزادگان نے متفق اللفظ ہلکر دعا فرمائی الحمدللہ اسوقت میں نے اپنے حلقہ والوں کو فراموش نہیں کیا۔ اور کل خواستگاران دعا کے واسطے دعائے خیر کرائی۔ اور ان شاء اللہ جہاں جاؤں گا احباب و اہلِ حلقہ کا خیال مقدم رکھونگا۔ روضۂ مبارک کے سامنے حقانی قوال کی چوکی گارہی تھی جسوقت اُسنے کہا "تیری محبت میں آوارہ و بے خانماں ہوتا ہوں۔ سازو سامان کی نہ پوچھ تیری الفت کا جنون اچھا توشہ ہے" تو عجب از خود رفتگی کا عالم ہوگیا۔ اور وہ بہار دیکھی جسکی برسوں سے آرزو تھی۔ قوالی کے بعد ان اچھی

ساعتوں کا مزا لے رہا تھا کہ حاضرین مصافحہ و دست بوسی پر ٹوٹ پڑے۔ دربار خواجہ کے سامنے ہاتھ پاؤں چھوانا گستاخی تھی۔ گھبرا گیا اور جلدی سے باہر چلا آیا۔ گاڑی دو بجے جاتی ہے۔ اسباب لیکر ریل پر آیا۔ خواجہ کا کرم دیکھئے آدھی رات سے زیادہ گزر گئی ہے۔ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ مگر حضرات صاحبزادگان نے سٹیشن تک مشایعت کی۔ اور نہایت شفقت و نوازش سے رخصت کیا۔ یہ نظارہ بھی خوب تھا +

۲۲ مئی سنہ ۱۹۱۱ء

دوشنبہ:۔ صبح آٹھ بجے کے قریب گاڑی چتوڑگڈھ کے مشہور قلعہ کے پاس سے گزری۔ بلند پہاڑ پر شاندار قلعہ کے آثار نظر آئے۔ میدان کو دیکھتا تھا اور سوچتا تھا کہ یہ وہی کارزار ہے جہاں دینی بھائیوں نے تیر و شمشیر کے زور سے شہ زوروں کے منہ پھیر دئے۔ کٹ گئے۔ اور کاٹ ڈالا۔ عالم خیال میں برچھیوں کی نوکیں دشمنوں کے سینوں سے ٹکراتی دیکھ رہا تھا کہ ایک نہایت کرخت و ناگوار آواز پلیٹ فارم سے آئی۔ اور ولولہ خیز تصور کو درہم برہم کر دیا۔ آواز یہ تھی **"چبینا مٹھائی"**۔ گردن نکال کر دیکھا ایک میلا کچیلا حلوائی ہے۔ جسنے دھوتی کے پچھلے حصہ کو اس بدسلیقگی سے کولوں پر اڑسا ہے کہ آدھ گز کے قریب کپڑے کا گچھا دُم کی طرح اوپر کو نکلا ہوا ہے۔ جب چلتا ہے تو نیچے کے حصے کو اس طرح حرکت دیتا ہے کہ وہ گچھا گت بھرتا معلوم ہوتا ہے۔ زبان سے کہتا ہے "چبینا مٹھائی"۔ یعنی اپنی مٹھائی کی تعریف کرتا ہے کہ وہ چنوں کی طرح چبانے اور پھانک لینے کے قابل ہے۔ گویا مٹھائی کی یہ سب سے اچھی مدح سرائی تھی۔ میںنے دہلی چھوڑی تو فالسوں کا موسم تھا۔ بیچنے والے آواز لگاتے تھے کہ "سانولے سلونے شربت کو"۔ یہاں اسکے برعکس

تعریف سُنی ۔ دہلی والے معمولی چیز کو مٹھائی سے تشبیہ دیکر تعریف کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ اچھی چیز کو بُری چیز سے مشابہت دیتے ہیں۔ تمدن کی خوبی ہے۔ مسلمان جہاں گئے اُنہوں نے ہر بات میں رنگ پیدا کر دیا ۔ چتوڑ میں اگر وہ رہ جاتے تو آج میرے کانوں کو یہ صدمہ نہ اُٹھانا پڑتا +

۲ بجے گاڑی نیمچ چھاؤنی پر پہنچی۔ یہاں بابو محمد بخش صاحب گارڈ اور بابو عبدالرحیم صاحب نائب سررشتہ دار کچہری مئو وغیرہ خیر مقدم کو موجود تھے ۔ جاورہ ابھی کئی گھنٹہ کی راہ ہے۔ مگر مخلص طریقت بابو فخرالدین نظامی انجنیر ریاست جاورہ نے اتنی دور تک استقبال کی تحریک بھیجی۔ جاورہ پر احباب موجود تھے ۔ بابو فخرالدین اپنے مکان پر لے گئے اور ایک رات دن خوب سماع کی محفلیں ہوتی رہیں ۔ دوسرے دن شام کو سوار ہو کر صبح ۷ بجے بمبئی میں داخل ہوا۔ شاہجہاں محل ہوٹل میں قیام کیا جو مسلمانوں کیلئے آرام کی جگہ ہے۔ اول اپنے محب صادق مولوی محمد یوسف صاحب ایم۔ اے کھٹکٹے سے ملاقات کی۔ مولوی صاحب اسی وقت مختلف مقامات پر لیگئے ۔ اور سفر کے لئے مشورے شروع کر دئے کہ کس طریق سے سفر کرنا چاہئے ۔ ایک شامی صاحب نے صلاح دی کہ اوّل مصر جانا چاہئے ۔ اور وہاں کے گرد نواح کے تمام مزارات و خانقاہوں کی زیارت کر کے بیت المقدس ہوتے ہوئے دمشق جائیں اور وہاں سے مدینہ منورہ ہو کر حج کے موقع پر حاضری دیں ۔ اسکے بعد قسطنطنیہ کا ارادہ کریں دو عرب تاجر بھی مصر جانیوالے مل گئے۔ میں نے اس صلاح کو پسند کیا اور عربوں کی رفاقت میں جانا ٹھہر گیا۔ جو پاسپورٹ دہلی سے لایا تھا وہ کام نہیں دیسکتا ۔ دوسرے پاسپورٹ کی درخواست کی ہے۔ ٹکٹ آج لیا جائیگا ۔ کیونکہ اُسکے لینے میں کسٹم پاس دکھانا پڑتا ہے ۔ اور وہ کل نہیں ملا ۔ سکھوں کی ایک بہت بڑی پارٹی عدن جا رہی ہے اُسکے پاس بنانے میں حکام مصروف تھے ۔ آج پاس لیکر ٹکٹ لیلیا جائیگا۔ آسٹرین کمپنی

کا جہاز ٹریسٹ ۳۰ مئی کو جانے والا ہے اُسمیں روانگی ہوگی +

بمبئی میں پورے آٹھ دن قیام ہوا - مگر یہ زمانہ بڑی بے لطفی کا تھا۔ اول تو یہاں گرمی کچھ ایسی تھی کہ دہلی کی طرح لُو نہ تپش - لیکن پسینہ کا سمندر اُبلا چلا آتا تھا۔ اسپر بھوک کی کمی - اور قبض کی زیادتی - معاذاللہ +

اسکے علاوہ باشندے اس شہر کے سب خودغرض و مطلبی ہیں - سوائے چند مستثنےٰ لوگوں کے عموماً سب کے سب اول درجہ کے بیمروت اور طوطا چشم ہیں - روشن خیالی و احساس قومی نام کو نہیں - اور اگر کہیں اظہار ہوتا ہے تو وہ بھی محض نام و نمود کے لئے - میں نے یہ زمانہ اکثر مولوی محمد یوسف صاحب کھٹکے کی صحبت میں گزارا - مولوی ہیں - ایم - اے ہیں - اور ظاہر و باطن پکے مسلمان ہیں یا کبھی کبھی مولانا شبلی نعمانی کے پاس جو اتفاق سے بمبئی میں موجود تھے وقت بسر ہوتا تھا +

دو روز ترکی قونصل جنرل جعفر بے سے بھی خوب معرکۃ الآرا ملاقاتیں رہیں - دو دو گھنٹہ تک ترکی - اسلامی - درویشی امور پر مباحثے ہوتے رہے - جعفر بے کو اس عہدے پر آئے ہوئے صرف پندرہ دن ہوئے ہیں - دُبلا پتلا - پستہ قد مگر بلا کا تیز طرار ہے - ترکی اور فرانسیسی کے سوا اور کوئی زبان اچھی طرح نہیں آتی - مجھ سے اپنے نائب محمود بے کے توسط سے گفتگو کرتے تھے - اول روز گیا تو اتفاقاً لال شاہ صاحب بھی میرے ہمراہ تھے جو بنوں کے رہنے والے اور فارن آفس میں ایک اعلیٰ عہدے پر مامور ہیں - ہوٹل میں ان سے بھی ملاقات ہوگئی تھی جعفر بے نے جب میری معیت میں ایک ایسے افسر کا کارڈ دیکھا جو انگریزی حکومت کے محکمہ راز کا افسر ہے تو اُن کو مجھ سے ہمکلامی کے وقت بڑی احتیاط مدنظر رکھنی پڑی بار بار انگریزوں کی وفاداری کی تاکید کرتے تھے +

جعفر بے کو احادیث نبوی پر خاصا عبور ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہر بات کے ثبوت میں ایک حدیث بحوالہ کتاب پڑھ دیتے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ترکی مملکت میں رفاعی۔ قادری۔ نقشبندی۔ موسوی سلاسل کے مشائخ کثرت سے ہیں۔ اور ان سب کو حکومت کی جانب سے ہر طرح کی آزادی ہے۔ جعفر بے نے بیان کیا کہ وہاں بھی بعض مشائخ بے علمی کے سبب پستی اور زبونی میں مبتلا ہوگئے ہیں جنکی اصلاح کے لئے ایک انجمن قائم ہوئی ہے +

باتوں باتوں میں آریہ سماج کا ذکر آگیا۔ جعفر بے اس جماعت کے وجود سے بالکل بے خبر تھے۔ اسلئے بہت دیر تک انکے اصول اور طرز عمل کی نسبت سوالات کرتے رہے۔ خصوصاً اس رویہ کی نسبت جو آریوں کا مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ ہے۔ جعفر بے نے اپنی کتاب میں متعدد نوٹ لکھے۔ اور انگریزی سلطنت کے ساتھ وفاداری کی نصیحت کرکے کہا کہ ہم اپنے ہندی مسلمان بھائیوں کے ہر حال میں ہمدرد ہیں +

پاسپورٹ ملنے میں بڑی دیر لگی۔ اگر مولوی عبداللہ احمد محافظ حجاج اور منشی حسین الدین صاحب کوشش نہ فرماتے۔ اسپر بھی پورے چھ روز کی آمد ورفت کے بعد پاسپورٹ یعنی پروانہ راہداری نصیب ہوا۔ انگریزی گورنمنٹ نے صرف ایک روپیہ فیس کا لیا۔ مگر ترکی قونصل نے تین روپئے لیکر پاسپورٹ کی تصدیق وتکمیل کی +

روانگی سے پہلے میرا ارادہ تھا کہ کک کمپنی کی معرفت سفر کرونگا۔ بمبئی میں آکر بعض دوستوں نے رائے دی کہ براہ راست ٹکٹ لینا چاہئے۔ کمپنی کے وسیلہ میں مصارف زیادہ ہونگے۔ لیکن مزید تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ کمپنیاں مسافروں سے کچھ زیادہ چارج نہیں کرتیں۔ جہازوالوں سے اُن کو کمیشن ملتا ہے اور اُنکے

توسل سے مسافر کو بڑی راحت رہتی ہے۔ ہر بڑے مقام پر انکے نوکر رُفقا کو اُتارنے چڑھانے اور تمام ضروری معاملات میں مدد دیتے ہیں۔ خطوط وغیرہ ان کی معرفت احتیاط سے پُہنچ جاتے ہیں۔ یہ کمپنیاں ایک طرح کی دلال ہیں مگر ہمارے ملک کے سے دلال نہیں۔ اِنکے سب معاملات صاف اور باضابطہ ہیں۔ ظاہری شان دیکھو تو وائسرائے کا دفتر معلوم ہوتا ہے۔ جہاں برقی پنکھے چل رہے ہیں۔ اور سیکڑوں آدمی اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ مینے لک کمپنی کی معرفت سوئز تک تین سو پچتر روپیہ میں اوّل درجہ کا ٹکٹ لیا۔ اگرچہ پہلے ارادہ سکنڈ کلاس میں جانے کا تھا۔ مگر سکنڈ میں جگہ نہ تھی۔ دوسرا جہاز ۹ جون سنہ ۱۹۱۱ء کو جانے والا تھا۔ جسکے انتظار میں سمندر میں طوفانی موسم شروع ہو جاتا۔ عدن تک ۵۔ جون کے بعد دریا میں ہل چل پیدا ہو جاتی ہے جو ۱۵۔ ستمبر تک رہتی ہے۔ اسلئے میں نے یکم جون کے جہاز میں جانا مناسب سمجھا۔ ۳۱۔ مئی کو لک کمپنی والوں نے ایک پرچہ دیدیا تھا جسمیں لکھا تھا کہ ۱۱ بجے وکٹوریہ ڈک پر پہنچ جانا چاہیئے۔ چنانچہ میں یکم جون کو جمعرات کے دن دس بجے ہوٹل سے روانہ ہوکر وکٹوریہ ڈک پر پہنچا۔ اب یہاں سے تاریخوار سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

یکم جون سنہ ۱۹۱۱ء مطابق ۲۔ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۹ھ

پنجشنبہ۔ آج سفر کی بسم اللہ ہے۔ دوست جہاز پر پہنچانا چاہتے تھے۔ مگر مجھکو یہ رسم پسند نہیں۔ سب کو منع کر دیا۔ یہانتک برادر عزیز علی وجدی کو بھی روکا۔ علی الصباح لال شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ انکو بھی رخصت لیکن مولانا محمد یوسف صاحب نہ مانے اور جہاز تک ساتھ رہے۔ پھلوں کا ایک ٹوکرا ساتھ لائے تھے جو مجھکو

جہاز میں کام دے رہا ہے +

اا بجے ڈاکٹر نے معمولی معائنہ کیا۔ ساڑھے اا بجے خدا کا نام لیکر جہاز میں داخل ہوئے۔ آسٹرین کمپنی کا افریقہ نامی جہاز ہے +

اوّل اوّل جب فرسٹ کلاس میں گئے تو بڑی گرمی معلوم ہوئی۔ اور تھرڈ کلاس ہزار درجہ بہتر نظر آیا۔ لیکن رات کے تجربہ سے حقیقت کُھلی کہ یہ کیسے آرام کی چیز ہے +

تھرڈ کلاس میں مسلمان۔ انگریز۔ ترک سب ہی لوگ ہیں۔ آج کا دن بیم و رجا کا ہے۔ طوفان کی خبریں اس کثرت سے کانوں میں پڑی ہیں کہ ہر وقت انہیں کا خیال رہتا ہے۔ بمبئی کے احباب نے چلتے چلتے صلاح دی کہ اس موسم میں سفر مناسب نہیں۔ آئندہ کے لئے ملتوی کرنا چاہیئے دہلوی اخلاصمندوں نے خطوط کے طومار باندھ دئے۔ اور کچھ دن بمبئی میں ٹھہر جانے کا مشورہ دیا +

جب دل کو دیکھتا تھا تو وہ خوف میں ہراساں نظر آتا تھا۔ اور جب شوق مدینہ پر نگاہ کرتا تھا تو اس سے ہمت و استقلال کی نصیحت ہوتی تھی۔ آخر شوق غالب آیا۔ برکت مدینہ نے اعجاز نمائی کی۔ اور وہ شخص جسنے کبھی جہاز کا اتنا بڑا سفر نہیں کیا۔ ہر طرح راحت و آرام سے ہے۔ اور جن لوگوں نے بارہا سفر کئے ہیں وہ سب کے سب بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ آپ یقین کیجئے یہ محض حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی شفیق سرکار کا طفیل ہے کہ مجھ بیکس کو سب آفات سے نجات عطا ہوئی +

ایک بجے جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ شام کے قریب جب اسکی رفتار تیز ہوئی مسافر چکرانے اور بیمار ہونے لگے۔ مگر مجھکو نہ چکر آیا نہ متلی ہوئی۔ نہ اور کسی قسم کی پریشانی +

سمندر خاصا گرم ہے - موجیں چاروں طرف سے کف مُنہ میں لے لیکر جہاز پر حملہ کر رہی ہیں - مگر یہ بیچارہ متانت سے دوڑا چلا جاتا ہے - اور ان شوخیوں کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتا -

فرسٹ کلاس میں ایک اور مسلمان غلام حیدر نامی ہیں جو بہادر پور کے رہنے والے ہیں اور اب عرصہ سے مدینے شریف میں رہتے ہیں - انکو کبھی چکر نہیں آئے بارہا سفر کیا ہے - میری نسبت انکو بھی ڈر تھا - کیونکہ صفراوی مزاج والے کی بُری گت ہوتی ہے - پر خدا کی شان - میں تو بھلا چنگا پھرتا ہوں اور غلام حیدر بیچارے سخت بیمار ہیں - قے اس کثرت سے ہوئی کہ خون آنے لگا +

ہمارے کیبن میں ایک پارسی رستم جی بمبئی کے تاجر ہیں - نوجوان اور زندہ دل - خوب گزرتی ہے - رستم جی نے تمام دُنیا دیکھی ہے - اور سفر کے پکے تجربہ کار ہیں - انہوں نے مجھکو نصیحت کی کہ چکر کا خیال نہ کرو ورنہ ضرور بیمار ہو جاؤ گے یہ ترکیب سنکر میں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا - اور اُسکے معانی میں خیال کو اسقدر مستغرق کیا کہ سمندر کا خیال بالکل جاتا رہا - اسکے بعد اُس چیز کا تصور باندھ لیا جو مجکو دُنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے - اس علاج کا واقعی خوب اثر ہوا مگر افسوس کہ خود حکیم صاحب یعنی رستم جی اسپر عمل نہ کر سکے اور بیمار ہو گئے - رات کو باربار قے کرتے تھے اور گھبرائے جاتے تھے - مجھسے جہانتک ہو سکا تیمارداری کرتا رہا +

چکر کا مجرّب علاج

اسمیں شک نہیں کہ سمندری بیماری میں خیال کو بڑا دخل ہے - اور اسکا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں کہ خیال کو یکسو کر لیا جائے - آہا ہا - صوفیوں کی جیت وہ بھی دین دُنیا کی راحت خیال کی یکسوئی میں بتاتے ہیں - اگر تم سمندر کی بیماری

سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو اپنی کسی محبوب اور پیاری چیز کا تصور کر کے بیٹھ جاؤ۔ اُس سے باتیں کرو۔ اُس سے ہنسو۔ اُس سے لڑو۔ غرض ہمہ تن اُسمیں محو ہو جاؤ۔ کیا مجال جو سمندر تمہارا بال بیکا بھی کر سکے۔ سب سے اچھا تو یہ ہے کہ اپنے پیر کا دھیان جماؤ۔ ورنہ ہر منظور نظر کا خیال کر سکتے ہو +

فرسٹ کلاس والوں کو چھ وقت کھانا ملتا ہے یہ لوگ کسقدر کھاؤ ہیں میں اپنے کمرے میں منگالیتا ہوں۔ سب کھاتا ہوں اور ہضم ہو جاتا ہے۔ گوشت چھوڑ دیا ہے۔ صرف مچھلی۔ انڈے اور سبزی پر گزر ہے۔ اور یہ اتنی کثرت سے ہوتی ہیں کہ گوشت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ذبیحہ کی احتیاط لازم ہے +

رات کو خوب نیند آئی۔ بجلی کے پنکھے۔ بجلی کی روشنی۔ بس یوں سمجھئے کہ شداد کی بہشت کا ایک ٹکڑا ہے +

۲۔ جون سنہ ۱۹۱۱ء

جمعہ۔ ۴ بجے بیدار ہوا۔ انگریز پڑے سوتے ہیں۔ ضروریات سے فارغ ہو کر نماز پڑھی اور قرآن شریف تلاوت کرنے لگا۔ عبد و معبود میں ہمکلامی کا مزا آگیا۔ ۷ بجے رستم جی نے آنکھ کھولی۔ اور لیٹے ہی لیٹے دیوار کے ایک بٹن کو دبایا۔ اور مسکرا کر کہا آؤ۔ بہت دیر سوئے۔ میں رستم جی کی اس حرکت سے حیران تھا کہ کس سے باتیں کر رہے ہیں۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک یورپین صاحب نمودار ہوئے۔ پارسی کو اور مجھکو گردن خم کر کے سلام کیا۔ پارسی نے کہا چاء لاؤ۔ اسوقت معلوم ہوا کہ اس بٹن کا تعلق ملازمین کے کمرے سے ہے۔ برقی رو ملازم کو اطلاع دیتی ہے کہ فلاں نمبر کے کمرے میں مسافر بلاتا ہے + یہ لوگ ان ہی ظاہری اختیارات کے سبب

خدا کو بھولے لئے جاتے ہیں +

چار نوشی کے بعد صاحب بہادر نے کمرہ کو صاف کیا ۔ بچھونے کو درست کیا ۔ جوتیوں کو پونچھا ۔ یا اللہ تیری شان ۔ یہ نے چار سو روپیہ میں گورے غلام بن گئے ۔ یہ لوگ پیسہ کے لئے سب کچھ کر سکتے ہیں +

آج دن بھر لکھنے پڑھنے میں بسر ہوا ۔ شام کو اوپر کے تختہ پر بیٹھ گئے ۔ سب انگریز مرد عورت گشت کرتے پھرتے ہیں ۔ میرا لباس اُنکے لئے تماشہ ہے ۔ مغرب کی نماز نہیں پڑھی ۔ یہ بھی ان لوگوں کے لئے ایک منظر ہو گیا +

سمندر کا تلاطم بڑھتا جاتا ہے ۔ عورتیں نڈھال پڑی ہیں ۔ میں آج کی رات بھی آرام سے سویا ۔ اور اہلِ دہلی کو خواب میں دیکھتا رہا +

۳ ۔ جون ۱۹۱۱ء

شنبہ :۔ سمندر میں جوش حد سے زیادہ ہے ۔ چھتری پر جاتے ہوئے دماغ چکراتا تھا لیکن گیا ۔ تاکہ اپنے اہل وطن کو اسکی کیفیت لفظوں میں بتاؤں +

عام فہم طریقہ تو یہ ہے کہ ہوا سمندر کو اس طرح اونچا نیچا کرتی ہے کہ جہاز برابر نہیں چل سکتا ۔ کبھی نشیب میں جاتا ہے ۔ کبھی بلندی پر آتا ہے ۔ اسلئے سواریوں کو ہچکولوں سے چکر آنے لگتے ہیں +

اہل تصوف کی اصطلاح میں سمجھنا ہو تو یوں سمجھئے کہ سمندر ہمیشہ پاس انفاس کا شغل کرتا رہتا ہے ۔ کنارے پر دیکھو تو وہاں بھی نظر آئے گا کہ کبھی تو سمٹ کر چار گز پرے ہٹ جاتا ہے اور کبھی دوڑ کر چار گز آگے بڑھ جاتا ہے ۔ وسط میں بھی یہی کیفیت رہتی ہے ۔ یعنی سانس لیتا رہتا ہے +

اُوپر کے سانس سے پانی اُبلتا معلوم ہوتا ہے اور نیچے کے سانس سے

دھستا ہوا نظر آتا ہے۔ گویا پانی اللہ کہکر اوپر آتا ہے اور ہو کہکر نیچے گھس جاتا ہے +

لیکن جب طوفان کا زمانہ ہو تو سمندر پاس انفاس کا شغل چھوڑ کر نفی اثبات کرنے لگتا ہے۔ لا الٰہ کی نفی اس زور سے کرتا ہے کہ پانی سر سے اونچا معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور جب الا اللہ کی ضرب لگاتا ہے تو رونگ رونگ میں سنسناہٹ ہونے لگتی ہے +

شغل کرنے والے لوگ اس کیفیت کو جانتے ہیں کہ پہلے ہی پہل مبتدی کو ذکر شغل میں کیسی کیسی جسمانی تکالیف ہوتی ہیں۔ بس یہی حال جہاز کا ہے۔ سمندر کی نفی اثبات سے اسکے مسافر جاں بلب ہو جاتے ہیں +

آج میں نے سوچا کہ جہاز کی اس طوفانی مصیبت کا کچھ علاج بھی ممکن ہے یا نہیں۔ تو خشکی کی مثال یاد آئی۔ وہاں بھی اگلے زمانہ میں ناہموار راستوں کے سبب گاڑیوں میں جھٹکے اور ہچکولے زیادہ لگتے تھے۔ ترقی کے زمانہ میں کمانیاں اور ربڑ اس تکلیف کا علاج ہو گیا۔ اب دیکھئے کہ گاڑیاں کیسے آرام سے آتی جاتی ہیں۔ اگر جہازوں میں بھی کمانیاں لگ جائیں جنپر مسافروں کا حصہ اُدھر رہے اور سمندری جھٹکے نیچے کے حصوں میں رُک کر رہ جائیں تو ساری آفت جاتی رہے +

اوّل اوّل تو میں نے جہاز کا کھانا پیٹ بھر کر کھالیا مگر اب وہ زہر معلوم ہوتا ہے۔ پھیکا۔ بدمزہ۔ بساندا۔ ہر چیز کی صورت سے قے آتی ہے رات کو کچھ نہ کھایا۔ اور بھوک سے نڈھال پڑا رہا۔ شاباش ہے ہمارے بزرگوں کو جو دین کی خاطر غیر ملکوں کے کھانوں پر بسر کرتے تھے۔ اور سفر سے ہمت نہ ہارتے تھے۔ کاش ہم بھی اس جوش کے حصہ دار ہو جائیں +

۴ - جون ۱۹۱۱ء

یکشنبہ - آج طوفان کی کچھ حد نہیں - چلنا پھرنا دشوار ہے - اکثر مسافر بیمار ہیں رستم جی پھر تیچھے گرے - شکر کہ میں اب بھی اچھا ہوں - مگر نہ کھانے نے کمزور کر دیا ہے کوئی چیز زبان پر رکھی نہیں جاتی - بمشکل تھوڑا سا پنیر او مکھن ڈبل روٹی سے کھایا انکا پنیر بھی بدمزہ اور بدبودار ہے - رستم جی سے میں نے کہا - ہمارے ملک والے انہی تکالیف کے سبب سفر سے گھبراتے ہیں - خدا نے چاہا تو میں عنقریب

ایک درویشی بیڑا

تیار کرونگا جسمیں ہندو مسلمانوں کی آسائش کا پورا انتظام ہوگا - تاکہ وہ غیر ملکوں میں جاکر ترقی کریں - رستم نے کہا - ایسی کمپنی بمبئی میں قائم ہوئی - جسکا سرمایہ دو کروڑ تجویز ہوا ہے - ہندوستان کے نامور لوگ اسکے ڈائرکٹرز ہیں - رنگون کے جمال اور بمبئی کے آنریبل رحمت اللہ میاں اور مہاراجہ دربھنگہ وغیرہ اسمیں شریک ہیں - اسکا منشا ہے کہ ہندیوں کے آرام کے قابل جہاز چلائے - پہلے حاجیوں کے لئے جہاز جاری ہونگے - جسمیں اُنکے تمام ضروریات مذہبی اور راحت کا انتظام ہوگیا - ۵ کا ایک حصہ ہے پچاس لاکھ جمع ہو چکا ہے اگر واقعی یہ بیان ٹھیک ہے تو اس کمپنی کی شرکت ہم خرما و ہم ثواب ہے +

آج تمام دن پڑا رہا - حرکت کرنے کی طاقت نہیں - کاش چکر ہی آجاتے اور جی ہلکا ہو جاتا +

۵ - جون ۱۹۱۱ء

دوشنبہ - آج صبح سقوطرہ دریا شروع ہوا اور سمندر میں اسقدر طوفان ہے کہ پناہ - پرسوں صبح عدن پہنچینگے - اسکے بعد سمندر خاموش ملیگا +

نہ کھانے سے بڑی کمزوری ہے ۔پھل کھاتا ہوں مگر دل سیر نہیں ہوتا ۔ بجاش داحدی صاحب چٹ پٹا اسٹو برقابی آر کے ذریعہ ادھر بھینک سکتے +

جی گھبرایا تو چھتری پر چلا گیا ۔ فرسٹ کلاس کے لئے ہر چیز اعلیٰ ہے ۔ انگریزوں کا جمگھٹا کھیل میں مصروف تھا ۔نشستگاہ کیا ہے بس عروسی منزل ہے میں بھی ایک مخمل کوچ پر بیٹھ گیا ۔ ایک فرانسیس ایک پارسی سے شطرنج کھیل رہا تھا اتفاق سے پارسی کے مہرے سیاہ تھے ۔ اور فرانسیسی کے سفید ۔ اور فرانسیسی اچھا کھیل رہا تھا +

جونہی میں نے نوجنہ کی اور سیاہ مہروں پر گورہ مہروں کی یورش دیکھی بیساختہ مُنہ سے نکلا ۔فرزیں کو بچاؤ ۔خوش مزاج فرانسیس فارسی خوب جانتا ہے ۔ایران سے ابھی آیا ہے ۔ بولا ۔آپ آیئے تو مزا ہو ۔میں دس برس سے شطرنج کا تارک ذرا جھجکا یا ۔مگر فرانسیس کے اصرار نے مقابلہ میں اُترنا پڑا +

دیکھا کہ میدان ہاتھ سے نکل چکا ۔بساط میں عالمگیر ابتری پھیلی ہوئی ہے ۔شاہ کی حفاظت کا کچھ سامان نہیں ۔لشکر بے قاعدگی سے حرکت کر رہا ہے ۔ مقابلہ میں حریف بڑی دانائی سے مورچوں پر چھایا ہوا چلا آتا ہے +

فریب کے بغیر چارہ نہ تھا (الحرب خدعة) پہلی ہی چال میں دانستہ رُخ کو پیدل کے مُنہ میں دیدیا ۔ فرانسیس بہت دیر تک نشیب و فراز سوچتا رہا ۔اور جب اُسکو کوئی بات نہ سوجھی تو بے تکان رُخ کو مار لیا ۔ رُخ کے پٹتے ہی میں نے کھسیانی صورت بنائی ۔تاکہ حریف اسکو ناتجربہ کاری پر محمول کرے ۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دشمن بے خبر اور مطمئن ہو گیا +

اسکے بعد میں نے دیکھا کہ غنیم کا شاہ نہایت محفوظ قلعہ میں بیٹھا ہے ۔میسرہ کے گوشہ میں اسکا جماؤ ہے ۔ اسلئے میں نے اپنا لشکر میمنہ کی جانب

بڑھایا تاکہ حریف بھی اُدھر جُھکے اور میسرہ کا قلعہ ٹوٹ جائے - جونہی میمنہ پر میری یورش دیکھی - حریف اپنے سب مُہروں کو ترتیب کے ساتھ نکالتا ہوا اُدھر جُھک آیا اور قلعہ شاہ میں چند رخنے پڑ گئے - بس یہی میرا مطلب تھا - فوراً دونوں گھوڑے معرکہ سے جُدا کئے اور اُنکو شاہ کی طرف جھونک دیا - دو پیدل بھی گھوڑوں کے سہارے قدم بڑھا کر قریب پُہنچ گئے +

اب دشمن بھی تاڑ گیا اور غضبناک ہو کر قلعہ کی طرف پلٹا - مگر یہاں کام تمام ہو چُکا تھا - گھوڑے فصیل کو دکر شاہ کو محاصرہ میں لے چُکے تھے اور پیدل کی ایک چال پر قسمت کا فیصلہ رہ گیا تھا - حریف سے اور کچھ بن نہ آئی تو فرزین کو قربان گاہ پر بھیج دیا - یعنی ایسے موقع پر اسکی شہ دی کہ میں آسانی سے اُسکو مار سکتا تھا - لیکن ایک ہی چال کے ہیر پھیر میں اوپر کا نقشہ بکھر جاتا اسلئے کشا چھینی سے درگزر کی اور شہ بچاکر فرزین کو چھوڑ دیا - غنیم نے ایک اور جنبش کی اور میرے نقشے کو بگاڑنا چاہا - مگر وقت آچکا تھا - پیدل نے آگے بڑھکر شہ دی اور فرانسیس مات ہو گیا - میز پر قہقہہ کا غل مچگیا - ایک بلجیم بولا میں روپیہ پیسہ کی شرط پر کھیلتا ہوں - میں نے جواب دیا ہمارے مذہب میں یہ جوُا حرام ہے یہ کہا اور اُٹھ کر اپنے کیبن میں چلا آیا +

شام کو تو سمندر کی ہل چل پناہ مانگنے کے قابل ہوگئی - اسی عالم میں ادب گیا اور نماز مغرب ادا کی - دھیان آیا کہ زمین بادشاہوں کی ہوس پرستیوں سے سراپا آزار ہو گئی ہے - آؤ اس متحرک وجود پر اپنے گوشہ نشینوں کو آباد کریں - سمندر کی زندگی خوب ہوگی - مگر یہاں بھی تو حکمرانوں کی حرص کا جال پھیلا ہوا ہے - اس سے نجات نہیں +

رات کے ۲ بجے سفوطرہ ختم ہوا اور طوفان تھم گیا - اسوقت اپنے اوراد کو

جلدی جلدی ختم کر کے چھت پر گیا۔ عجیب پراثر منظر تھا +

۶۔جون ۱۹۱۱ء

شنبہ۔ کل عدن کی آمد ہے۔ اسلئے آج صبح سے خطوط نویسی شروع کی اور ۲ بجے تک فراغت۔ سمندر چپ چاپ۔ جہاز اس طرح جاتا ہے کہ حرکت محسوس نہیں ہوتی۔ آج تیسرے پہر میں نے تمام جہاز کا گشت لگایا۔ تھرڈ کلاس میں مسلمان زیادہ ہیں۔ کچھ عیسائی یعنی یورشین بھی ہیں۔ میرے خیال میں تھرڈ کلاس فرسٹ و سکنڈ سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ بشرطیکہ دو چار آدمی رفیق و ہموطن ہم ہو جائیں۔ فرسٹ و سکنڈ کے کیبن گرمی میں دوزخ ہوتے ہیں۔ اور عموماً رات کو ان کے مسافر بھی انہی تختوں پر آکر سوتے ہیں۔ جنپر تھرڈ کلاس والے رہتے ہیں۔ تھرڈ کلاس بڑی ہوادار اور آرام کی چیز ہے۔ سوائے اسکے کہ وہاں کے مسافر بشرطیکہ وہ ہندی اور خصوصاً مسلمان ہوں قلی سمجھے جاتے ہیں اور انکی کوئی توقیر نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بات کچھ ایسی مہتم بالشان نہیں ہے۔ تقدیر نے اور جہالت و پست ہمتی نے ہم کو یورپ کے گھوڑوں کے پیروں میں روندنے کی گھاس بنا دیا ہے۔ جبتک قسمت الٹی ہے خوب پامال ہونا اور ٹھوکریں کھانی چاہئیں +

فرسٹ کلاس والے بھی اسوقت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں کہ یورپین لباس رکھتے ہوں۔ ورنہ ان کی بھی کچھ قدر نہیں۔ میں اگرچہ سارے جہاز میں اکیلا ہوں کیونکہ غلام حیدر صاحب بسبب علالت باہر بہت کم آتے ہیں تاہم میں آجتک اس سفید جنگھٹے سے دب کر نہیں رہا۔ وہ تو مجکو چٹکیوں میں اڑا ڈالتے۔ اگر بیباکی سے کام نہ لیا جاتا۔ آج شام کو عجیب اتفاق ہوا۔ ہوا خوری کے لئے چھت پر سب جمع تھے۔ جہاز کے ڈاکٹر صاحب نے میرے قریب آکر میرے باریک کپڑے

کے کرتے کو گریبان کے پاس سے پکڑا۔ اور کچھ آسٹرین زبان میں کہا۔ عورت و مرد سب کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ مجھے اس حرکت سے طیش آیا۔ اور میں نے فوراً ڈاکٹر کے کوٹ کو وہیں گریبان کے پاس سے پکڑ کے کہا۔ خبیث اپنی آنکھ کا شہتیر بھی تو دیکھ۔ یہ کہا اور ہنس دیا۔ ڈاکٹر اور سب مجمع نے کھسیانی ہنسی میں بات کو ٹال دیا۔ مگر میرا فارسی داں فرانسیسی دوست بولا "درفہم جناب عالی گفتار ڈاکٹر نیامدہ۔ او گفتہ کہ لباس حضرت بسیار سرد است"۔ میں نے جواب دیا۔ "بلے۔ من گمان دارم کہ ڈاکٹر صاحب نیز گفتارم را در گوش ہوش نیاوردند۔ من بجواب شان گفتہ بودم کہ لباس شما خیلے گرم ہست"۔ اسکے بعد بات ہنسی میں پڑ گئی۔ القصہ ہم لوگ اُنکی نگاہ میں کبھی وقیع نہیں ہو سکتے۔ جبتک کہ کلائی میں زور اور دماغ میں مشعل علم اور جیب میں روپیہ نہ بھر لیں۔ اُٹھو میرے بھائیو! اور کوشش کر کے اپنی وقعت قائم کرو ÷

تھرڈ کلاس کا کرایہ سوئز تک صــہ روپیہ بغیر کھانے کے ہے۔ جتنا کرایہ میں نے ایک طرف کا فرسٹ میں دیا ہے یعنی سا صــہ۔ اسمیں پانچ آدمی آسانی کے ساتھ مع خوراک وغیرہ کے جا سکتے تھے۔ کاش ہندوستانی اُٹھیں اور جماعتیں بنکر غیر ممالک میں جائیں اور ملک کا نام روشن کریں۔ مگر یاد رکھو صفائی تمہارے مذہب کا اولیں فرض ہے۔ اسکی پابندی رکھنا۔ دیانت و صفائی کو بھی ہاتھ سے نہ دینا۔ پھر تم ہو اور سارے جہان کی عزت و حشمت ÷

۷۔ جون ۱۹۱۱ء

چہارشنبہ۔ صبح ۷ بجے عدن پہنچے۔ میری گھڑی میں ۱۰ بجے ہیں۔ کیونکہ میں نے ابتک دہلی کے وقت کو تبدیل نہیں کیا۔ مجھے اسکے برقرار رکھنے میں بڑا

لطف آتا ہے۔ جب دیکھتا ہوں کہ ۹ بج گئے اور سورج غروب نہیں ہوا تو عجب عجب خیالات آتے ہیں۔ اللہ کی قدرت۔ اسوقت دہلی میں خاصکر منزلگاہ حلقہ میں لوگ کھانا کھاکر نماز عشا کا سامان کررہے ہونگے اور یہاں ابھی سورج بھی نہیں چھپا۔ صبح طلوع بھی میری گھڑی کے حساب سے نو بجے ہوتا ہے۔ ممکن ہوا تو دہلی کے وقت کو سارے سفر میں قائم رکھوں گا +

عدن کا جزیرہ دو گھنٹے سے نظر آرہا تھا۔ خشک پہاڑوں کا سلسلہ دریا میں پاؤں جمائے کھڑا ہے۔ جہاز نے لنگر ڈالدیا تو مجھے اُن سمالی لڑکوں کی فکر ہوئی جو دریا میں غوطے مارتے اور کمینی حرکات کرکے مسافروں سے پیسہ مانگتے ہیں جنکی مولانا شبلی نے بڑی ہجو کی ہے۔ اور جنہوں نے مولانا کو بہت اندوہگین کیا تھا۔ مگر خدا کا شکر مجھکو وہ نظارہ پیش نہ آیا۔ بلکہ اسکے برخلاف دیکھا کہ سمالی لڑکے تجارتی اسباب کی کشتیاں لیکر آئے۔ اور جہاز پر چڑھکر مال فروخت کرنا شروع کردیا۔ انکے پاس شتر مرغ کے انڈے تھے جو ۸ عہ فی عدد دیتے تھے۔ شتر مرغ کے پروں کی خوشنما پنکھیاں تھیں۔ گلے کے گلوبند تھے۔ مناظر عدن کے پوسٹکارڈ تھے۔ یہ لڑکے سب زبانیں جانتے ہیں۔ اُردو بھی خوب بولتے ہیں اہل یورپ سے دلیرانہ معاملہ کرتے ہیں۔ اور ہندی تاجروں کی طرح ذلت سے بازوؤں کو خم نہیں کرتے۔ نہ بموقع اظہار انکساری میں دانت نکوستے ہیں عدن میں جانے والے مسافروں کا ڈاکٹری معائنہ ہوا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو ہم بھی کھانا کھاکر اپنے یورپین ہم سفروں کے ساتھ عدن میں گئے۔ جہاز سے کنارہ تک کشتی کا ۸ عہ فی کس کرایہ مقرر ہے +

پہلے خطوط ڈاک میں ڈالے۔ روزنامہ کی رجسٹری کے وقت بڑی دقت ہوئی میں نے پتہ اُردو میں لکھا تھا۔ بابو نے جو پونا کا برہمن تھا۔ انگریزی پتہ لکھنے

کی خواہش کی۔ حیران ہوا کہ کس سے لکھواؤں۔ یوربین ہمراہیوں میں بھی کوئی شناسائے اُردو نہ تھا جو صحیح طور پر میرا تلفظ ادا کر سکتا۔ مایوس ہو کر بنچ پر بیٹھ گیا۔ اور انگریزی کی ضرورت پر قصیدہ خوانی کرنے لگا۔ آخر قدرت نے پرتگیز دوست مسٹر ڈیسوزا کو بھیجدیا۔ جنہنے پتہ لکھوا کر رجسٹری روانہ کی۔ اسکے بعد تار میں بھی یہی دقت ہوئی +

اتفاق سے مسٹر ڈیسوزا پھر ادھر آن نکلے۔ اور تار کا کام پورا ہوا عدن میں ڈاک کا حساب بالکل ہندوستان کے موافق ہے۔ یعنی ٹکٹ اسیقدر لگانے پڑتے ہیں جتنے ہندوستان میں۔ البتہ تار کا ایک روپیہ لفظ لیتے ہیں +

اسکے بعد ہمنے مسٹر ڈیسوزا کی معیت میں ایک لینڈو گاڑی تمام عدن کے گشت کے لئے چار روپیہ میں کرایہ کی اور پھرنا شروع کیا +

اگر دُنیا میں کوئی ایسا شہر ہے جہاں درخت اور گھانس کی پتّی تک نظر نہ آتی ہو تو وہ عدن ہے۔ چٹیل میدان۔ ہو حق۔ پہاڑ خشک پڑے ہیں۔ مکانات عموماً پست اور بدنما ہیں۔ یہودی یہاں کے تجارت کے سبب زیادہ خوش حال ہیں۔ یہاں ہندو بھی تجارت کرتے ہیں +

عدن میں ایک اُردو کا مدرسہ ہے جو پرجوش نوجوان سید حسین حمُّود کے اہتمام میں خوب ترقی کر رہا ہے۔ ایک سو سے زیادہ لڑکے پڑھتے ہیں۔ جن میں میمن خوجے۔ عرب۔ سب ہی ہیں۔ نصاب تعلیم انجمن حمایت اسلام کی طرز کا ہے۔ عبد الشکور صاحب ہندی پنشنر اسکے کارگزار مدرس اعلیٰ ہیں۔ پہلے یہ مدرسہ مہتمم صاحب کے بزرگوں کے مصارف پر چلتا تھا۔ اب انگریزی گورنمنٹ نے بھی چار سو روپیہ سال گرانٹ مقرر کیا ہے۔ جس میں اُنکو اور بھی اضافہ کی امید ہے +

دوسرا ایک مدرسہ عربی کا ہے۔ جسمیں عرب لڑکے زیادہ پڑھتے ہیں۔ اس کے

مہتمم شیخ محمد عمر بارزع ہیں - اُس میں تیس کے قریب لڑکے پڑھتے ہیں - گورنمنٹ نے ابھی اسکا کچھ مقرر نہیں کیا +

ایک اور مدرسہ انگریزی کا ہے جسکو ہائی سکول کہنا چاہئے - اسمیں سو اسو کے قریب لڑکے پڑھتے ہیں - عرب - یہود - سُمالی وغیرہ سب اسمیں حصہ لیتے ہیں - اسکے سب مصارف گورنمنٹ کے ذمہ ہیں +

اب ہماری دل لگی کی کہانی سُنئے - عدن میں اتنے بزرگوں کے مزارات ہیں - یہ وہ مزار ہیں - جنکی عظمت مسلم ہے - اور دور دور سے لوگ انکی زیارت کو آتے ہیں +

(۱) سید عیدروس بن عبد اللہ رضہ (۲) شیخ جوہر رضہ

(۳) شیخ ابان نبیرہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۴) شیخ عبد اللہ العلوی رضہ

(۵) شیخ عبد اللہ رضہ

(۶) شیخ حسین اَحْدَلْ رضہ (۷) احمد اَحْدَلْ رضہ

(۸) شیخ ہاشم بحر رضہ (۹) شیخ عثمان رضہ

(۱۰) سید علی ابن احمد رضہ

ان سب درگاہوں میں سُرخ رنگ کے پھریروں کے جھنڈے نصب ہیں جنپر ہلال بنا ہوا ہے +

ان بزرگوں کے مفصل حالات کی کتاب عدن میں ملتی ہے - جسکے بھیجنے کا سید حسین جمود نے وعدہ کیا ہے - وہ آجائے گی تو سفرنامہ کی تکمیل کے وقت حاشیہ میں یہ حالات نقل کردئے جائینگے +

زندہ مشائخ بھی کئی ہیں - مگر مجکو صرف سید محمد عبد اللہ البار کی زیارت کا شرف حاصل ہوا - باریلسلہ نقشبندیہ کی ایک شاخ ہے - جسکے سرسلسلہ سید عمر بن

عبدالرحمٰن البار رہتے تھے۔ اس سلسلہ کے ایک بزرگ مدینہ شریف میں بھی ہیں جنکا اسم گرامی سید البار صاحب نے مجھکو لکھوا دیا ہے۔ سید البار صاحب پچاس سالہ بزرگ ہیں۔ بشرہ سے آثار بزرگی مترشح ہیں۔ نہایت سادگی سے ایک بوریہ پر عرب جماعت کے حلقہ میں بیٹھے تھے۔ اُن سے بہت دیر تک مترجم کے ذریعہ گفتگو رہی۔ کیونکہ یہ عدن کی عربی کے سوا اور کوئی زبان نہیں جانتے ہندی مشائخ کے حالات دریافت کئے۔ اور علامہ نظام المشائخ کا حال سنکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مسلمانوں کو مضبوط کرکے موجودہ علوم ضرور حاصل کرنے چاہئیں۔ تاکہ وہ اقوام غیر کے دوش بدوش زندگی بسر کر سکیں +

عدن کو پورے چار گھنٹے گشت لگا کر خوب دیکھا۔ جگہ جگہ ٹھہر کر میں بچوں سے باتیں کرتا تھا۔ تعجب ہے کہ سب خوب اُردو بولتے ہیں۔ یہ عموماً سمالی قوم کے ہیں۔ سمالی مُلّا کے شاکی تھے کہ اسکو خوف خدا نہیں۔ ہمارا مال لوٹ لیا اور ہمکو گھر سے بے گھر کر دیا۔ اُنکو اسکا بھی افسوس ہے کہ انگریزوں کی دوستی میں ہمنے یہ نقصان اُٹھایا۔ مگر انگریز خزانہ گھٹ جانیکے سبب مُلّا کے سامنے سے بھاگ آئے۔ اور ہمکو درمیان میں چھوڑ دیا +

میں نے کہا کہ نہیں انگریز ایسے غریب نہیں ہیں کہ ذراسی بات میں اُنکا خزانہ کم ہو جائے تو اُنھوں نے سوال کیا۔ آپ ہی بتائیے کہ پھر انگریزوں نے مُلّا کا مقابلہ کیوں چھوڑ دیا۔ اور مفتوحہ ملک کیوں خالی کر کے چلے آئے۔ اس قسم کے خیالات ان میں عام طور پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک بچہ کا میں نے نام پوچھا تو بولا نور۔ مینے کہا تیرا رنگ تو اسقدر کالا اور نام ایسا سفید۔ یہ سنکر کہنے لگا۔ کفرستان کے اثر نے نور کو کالا کر دیا ہے +

جب ہم واپس آئے۔ اور کشتی پر سوار ہوئے تو ملاح لڑکے نے ایک انگریز سے کہا۔ دونی دریا میں ڈالو۔ میں نکالوں گا۔ چنانچہ انگریز نے دونی ڈالدی اور وہ لڑکا فوراً غوطہ مار کر مُنہ میں نکال لایا۔ جب جہاز کے قریب پہنچے اور ملاح کو چار آدمی کی اُجرت کا ایک روپیہ ملا تو اُس نے نہایت متانت سے انگریزی زبان میں کہا۔ لو صاحب اب تم دریا میں کودو میں یہ روپیہ پھینکتا ہوں۔ اسکو نکال لاؤ۔ صاحب اسکی بیباکانہ بات سے ہنسنے لگے +

تیسرے پہر سید حسین حمود اور عبدالشکور صاحب جہاز پر ملاقات بازدید کے لئے آئے۔ اور سلسلہ نظامیہ میں بیعت کی خواہش کی۔ چنانچہ ان دونوں کو سلسلہ میں شامل کر لیا گیا +

شام کو بعد مغرب جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ آج عدن سے ایک یہودی تاجر فرسٹ کلاس میں سوار ہوا ہے۔ نوے برس کی عمر ہے۔ اور صورت بالکل دبلا تشبیہ سرسید احمد خاں کی ہے۔ میں حیران ہو کر اسکو دیکھتا رہا۔ ترکی ٹوپی۔ کوٹ پتلون۔ سفید ڈاڑھی۔ بھاری آواز۔ وہی نقشہ۔ اس کے پہنچانے کے لئے اس کثرت سے یہودی آئے کہ سارا جہاز ترکی ٹوپیوں سے بھر گیا۔ یہ سب علی گڈھی لباس میں تھے۔ ان میں بعض صورتیں تو اسقدر نورانی اور متبرک تھیں کہ بیساختہ تہجد گزاروں کا شبہ ہوتا تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اِنکے کانوں کے پاس ذرا لٹکتے بالوں کے گُچھے تھے جو نوعمر لڑکوں کو بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ صورتیں ان سب کی گوری چٹی۔ انکے لڑکے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ ابھی علیگڈھ سے آئے ہیں۔ فیشن ایبل جنٹل مین ہیں یہ یہودی پورٹ سعید جاتا ہے۔ عدن کے امرا میں ہے +

سُنا تھا کہ بحر احمر میں گرمی زیادہ ہوگی۔ اسلئے رات کو چھت پر سویا۔ مگر

ہوا اسقدر تیز اور سرد تھی کہ ساری رات اسکے سناٹے نے سونے نہ دیا - ۲ بجے اٹھ کر اپنے کیبن میں چلا آیا +

عدن کے وحشی عربوں کے دیکھنے اور بات چیت کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس قوم میں ترقی کرنے اور دنیا کی کشمکش میں تعجب خیز فروغ پانے کی پوری صلاحیت موجود ہے - صرف ایک سمیٹنے والی طاقت درکار ہے +

افسوس ہندوستانی اپنی عزت اپنے ہاتھ سے کھوتے ہیں - آج ایک نہایت ناگوار واقعہ پیش آیا - فرسٹ کلاس کے ایک انجان اور ان پڑھ دیسی ایک کوچ پر اس طرح آنکھیں بند کرکے بیٹھے کہ ایک انگریز کی وہ ٹوپی جو شام کو اوڑھی جاتی ہے - اُنکے نیچے دب گئی - انگریز اپنے کام سے واپس آیا تو ٹوپی تلاش کرنے لگا - اسے گمان بھی نہ تھا کہ اس بھاری بھرکم اسٹیچو کے نیچے ہوگی - اِدھر اُدھر دیکھ کر خاموش ہوگیا - جوں ہی یہ وجود فیل تن اٹھا تو دیکھا کہ ٹوپی ملی دلی پڑی ہے انگریز غصے سے بیتاب ہوگیا - اور اسقدر گالیاں دیں کہ توبہ - مناسب تھا کہ معذرت کی جاتی - مگر وہ اس سے بیخبر تھے - مجھے معلوم ہوا تو میں نے اُس انگریز سے معافی مانگ لی - ایسا ہی میرے کیبن میں ہوا - تھرڈ کلاس کے کچھ مسلمان مجھ سے ملنے آئے - اور رستم جی کے کوٹ پتلون پر کئی جگہ داغ لگ گئے - رستم جی باہر سے آئے اور کپڑے دیکھے تو دھبے نظر آئے - اُسوقت یہ لوگ موجود تھے - پارسی بیچارا پھر ویسے ہی خاموش ہوگیا - تاہم مجکو بڑی شرمندگی ہوئی اور اُس سے معافی مانگنی پڑی +

انہی حرکتوں سے یورپین ہم لوگوں سے نفرت کرتے ہیں اور جانور سمجھتے ہیں +

۸- جون ۱۹۱۱ء

پنجشنبہ- امید کے خلاف بحر احمر بھی موجوں میں ہے۔ خبر نہیں اسکا نام سرخ کیوں ہے۔ رنگ تو وہی دیکھنے میں سیاہ ہے (معلوم ہوا اسکی تہ کی مٹی سرخ ہے)

آج سورت کے ہندو جج صاحب سے ہندوستانی عورتوں کے مسئلہ پر خوب گفتگو ہوئی۔ جج صاحب کے ہمراہ اُنکی اہلیہ بھی ہیں جو بڑی تعلیم یافتہ اور انگریزی آداب سے ماہر ہیں۔ یہ دونوں بیچارے بڑے نیک دل ہیں۔ جج صاحب اکثر میرے پاس آکر دریافت کر جاتے ہیں کہ کچھ تکلیف تو نہیں۔ انکی بیوی کو تھرڈ کلاس کی اُن مسلمان عورتوں سے جو مدینہ شریف جارہی ہیں بڑی ہمدردی ہے روزانہ میری معرفت اُنکی خیریت منگواتی ہیں +

پردیس میں ہندو مسلمان کا امتیاز اُٹھ جاتا ہے۔ کاش اپنے دیس میں بھی آپس میں یہی سلوک ہوتا +

مرچیں دستیاب ہوگئی ہیں۔ انگریزی کھانے کو زخمی کرکے چھڑکتا ہوں اور مزے سے کھاتا ہوں +

آج بصرے کے انگریزی کانسل جنرل سے خوب باتیں ہوئیں۔ فارسی میں طاق ہیں +

اب تو یہ شغل ہے۔ کھانا کھایا اور اوپر چلا گیا۔ فرانسیسی دوست سے تاریخ اسلام اور درویشی کے متعلق باتیں شروع ہوگئیں۔ اور لوگ بھی جنکو فارسی آتی ہے آن بیٹھتے ہیں۔ انکو وقت کاٹنے کا بہانہ ملتا ہے میں تبلیغ کا فرض پورا کرتا ہوں۔ اسلام کے متعلق ان لوگوں میں سیکڑوں غلط فہمیاں ہیں۔ ان سے ملنے اور انکو بتانے سمجھانے کی بڑی ضرورت ہے +

۹۔ جون ۱۹۱۱ء

جمعہ۔ محمد رفیع بے ترک کے حالات افسوس ہے ابتک نہیں لکھے۔ یہ اول بمبئی میں ترکی سفیر کے ہاں ملے تھے۔ اب ہم سفر ہیں۔ گا ہے گا ہے ملاقات ہوتی ہے آدمی روشن خیال اور کام کے ہیں۔ سفر کے لئے آج انہوں نے بہت مفید یادداشتیں لکھوائیں۔ دریا میں بہت جوش ہے پانی امنڈا امنڈ کر اور اُڑ اُڑ کر اوپر چلا آتا ہے اور کپڑے تر کر جاتا ہے ✣

اب صرف دو روز سوئیز پہنچنے میں رہ گئے ہیں۔ یہ خاک نژاد آدمی پانی سے کتنی جلدی سیر ہو جاتا ہے۔ بار بار زمین پر چلنے کی حسرت ہوتی ہے ✣

صبح کے وقت چھت پر بڑی بہار ہوتی ہے۔ میں اکثر نماز پڑھکر قرآن شریف کی تلاوت وہیں کرتا ہوں۔ اس سرے سے اُس سرے تک برابر تختوں پر بستر بچھائے انگریز سویا کرتے ہیں۔ سب ایک رنگ کے۔ لیکن اِنکے سونے کے کپڑے بڑے تماشے کے ہوتے ہیں۔ پنڈلیوں تک ایک پاجامہ اور چھوٹا سا کرتہ بعض فقط ایک لمبا کرتہ پہن لیتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجمن حمایت اسلام کے یتیم پڑے ہیں۔ اور پھر اُنکا آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھنا۔ اور ننگے پاؤں تہمد سنبھالتے ہوئے نیچے جانا۔ بس دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اجمیر شریف کے دیگ لوٹنے والے۔ مگر سفید رنگ۔ ایک گھنٹہ کے بعد یہی لوگ مہذب شائستہ بنکر آجاتے ہیں۔ یہاں میرے اہل وطن کو عبرت سے غور کرنا چاہئیے کہ اُنکا کوئی قرینہ درست نہیں نہ کھانے کا وقت۔ نہ سونے کا وقت۔ نہ خوابگاہ کا کوئی ضابطہ نہ بیداری کا کوئی قاعدہ۔ یہ لوگ ہر کام میں ایک دستور کے پابند ہیں۔ اور ہر یورپین خواہ انگریز ہو یا فرنچ۔ اٹالی ہو یا جرمن سب یک درگیر محکم گیر کے مصداق ہیں۔ بلجیم کے

ایک پادری صاحب جو کلکتہ میں لارڈ بشپ ہیں۔ اس جہاز میں ہیں۔ ہر رنگ میں شریک۔ سارا دن شطرنج کھیلتے رہتے ہیں۔ اور مزا یہ کہ شرطیں باندہ باندھ کر کھیلتے اور کھلاتے ہیں۔ ہمارا کوئی مولوی ایسا کرتا تو کارِ طفلاں تمام خواہد شد کا فتوی لگ جاتا۔ مگر یہ لوگ تو مذہب سے پہلے ہی آزاد ہیں۔ جو کچھ ہے پولٹیکل تماشہ ہے۔ القصہ ان لوگوں کا وقت جہاز میں عجب چہل پہل اور ہنسی خوشی میں گزرتا ہے +

دریا کی موجوں نے ہل چل ڈال رکھی ہے۔ ہنڈولے کا مزا آتا ہے کبھی جہاز آسمان پر کبھی زمین میں +

۱۰- جون ۱۹۱۱ء

شنبہ- آج تھرڈ کلاس کے بھائی مسلمانوں میں نشست رہی۔ ان کلمہ گو صورتوں کی صحبت میں کیا بہار ہے کہ واہ سبحان اللہ! ایک پارسی بھی اس میں ہیں۔ ولائت میں بیرسٹری پڑھتے ہیں۔ ہر سال بمبئی چلے آتے ہیں۔ اور پھر چلے جاتے ہیں۔ ایک تیس روپیہ کا خرچ ہے۔ چار روپئے کا ایک پلنگ بمبئی سے لیلیا ہے۔ وہی میز وہی کرسی۔ وہی خوابگاہ۔ سچ ہے غربت میں یہی چاہئے۔ غریب مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ بھی اسی درجہ میں سفر کیا کریں۔ اور گھر سے نکل کے خدا کا ملک دیکھیں۔ کچھ تکلیف نہیں۔ خدا سب آسان کر دیتا ہے۔ توکل شرط ہے +

اہل یورپ ہر سال جماعتیں بنا کر ہندوستان کی سیر کو آتے ہیں تو کیا ہم مسلمان گروہ قائم کر کے دُنیا کی سیر کو نہ جائیں۔ وہ امیر ہیں بڑے درجوں میں سفر کرتے ہیں۔ ہم غریب ہیں چھوٹے درجوں میں سفر کریں۔ مجمع کے سبب خرچ میں بڑی کفایت ہوگی۔ سب سے پہلے اسلامی ممالک کی سیاحت کیلئے قدم

بڑھانا چاہئے۔ میرا جی تو چاہتا ہے کہ اگلے سال ایک پورا جمگھٹا اکٹھا کرکے تمام عرب۔ عراق و افریقہ کی سیر کروں۔ جسکو یہ تجویز پسند ہو تیار ہو جائے۔ سارے عرب شام و روم افریقہ کے سفر میں بشرطیکہ تھرڈ کلاس ہو پانسو روپیہ فی کس کافی ہیں۔ ہم کو وہاں جانا چاہئے جہاں آرام طلب سیاح نہیں جاتے۔ گاؤں گاؤں قصبے قصبے پھریں۔ اور اپنے گزشتہ نام ونشان کی شان افسردہ دیکھیں +

۱۱۔ جون سنہ ۱۹۱۱ء

یکشنبہ۔ آج صبح بصرہ کے انگریز کانسل جنرل سے کوئی ایک گھنٹہ مسلمانان عالم علی الخصوص مسلمانان ترکی کی نسبت گفت گو ہوئی۔ فارسی خوب بولتے ہیں۔ اُن کو مسلمانوں کی موجودہ پستی کا افسوس ہے۔ سلطان عبدالحمید کا ذکر آیا۔ کہنے لگے "اگرچہ وہ خوب آدمی نہ تھا۔ لیکن وہ ایک تھا۔ اور اب پارلیمنٹ کے قائم ہونے سے ہر ترک عبدالحمید بن گیا ہے۔ اپنے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتا" میں نے کہا۔ تمہارے خیال میں پارلیمنٹ سے ترکوں میں کچھ ترقی ہوئی۔ جواب دیا "میری دانست میں وہ ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھے۔ وہی قہوہ نوشی اور سگار سوختنی کا مشغلہ ہے کہتے بہت ہیں۔ کرتے خاک نہیں۔ اِنکے منصوبے تو یہ ہیں۔ کہ گلی گلی ریل۔ ٹراموے ہوائی جہاز جاری کر دیں۔ مگر اسکا علاج نہیں سوچتے کہ یہ چیزیں جنسے مہیا ہوتی ہیں وہ بھی انکے پاس ہیں یا نہیں۔ ترک ایک جنگی قوم ہے اور جنگجوئی انکے تمام افراد میں سرائت کر گئی ہے۔ یہ اچھی چیز ہے مگر قوم جس سے نشو ونما پاتی ہے وہ تجارت و حرفت ہے۔ اور جس سے اسکی جڑ جمتی ہے وہ جنگ ہے ترکوں کی جڑ درست ہے مگر نشو ونما مطلق نہیں۔ ان میں ایک شخص بھی بنک اور تجارتی کاروبار کی قابلیت نہیں رکھتا جو آجکل اسکے لئے ضروری ہیں ہندوستان

کے مسلمانوں میں ترقی کی جو حرکت پاتا ہوں۔ اُس سے مجھے امید ہے کہ وہ ترکوں سے پہلے منزل پر پُہنچ جائینگے۔ کیونکہ کامیابی ہمیشہ اس خیال سے ہوتی ہے کہ مجھے کچھ نہیں آتا۔ اسلئے مجھے سیکھنا چاہیئے۔ مگر ترک حکومت کے نشہ میں اپنے تئیں ہر چیز سے باخبر تصور کرتے ہیں۔ اور کچھ نہیں کرتے" میرا خیال ہے کہ کانسل جنرل کی باتیں زیادہ تر اُس غلط فہمی پر مبنی تھیں جو یورپ میں ترکوں کی نسبت پھیلی ہوئی ہے ✦

۱۲۔ جون سنہ ۱۹۱۱ء

دوشنبہ۔ رات سے بلکہ دو روز سے سردی ہوگئی ہے۔ کیبن میں کپڑا اوڑھنے کی ضرورت ہے۔ کجا وہ وقت کہ بغیر برقی پنکھے کے نیند نہ آتی تھی ✦

کل شام کو جب دریا کے دونوں طرف پہاڑ نظر آئے تو ایک جرمن دوست نے کہا۔ ایک طرف کوہ یک رنگ ہے اور دوسری جانب کوہ ابلق۔ میں نے اسکا مطلب پوچھا۔ بولا۔ یک رنگ حجاز کے پہاڑ ہیں۔ جہاں ترک بلا شرکت غیرے حاکم ہیں۔ دوسری جانب مصری جبل ہیں۔ جہاں انگریزوں کی شرکت ہے اسلئے میں نے سیاہ سفید کی آمیزش کے سبب اسکا نام ملک ابلق رکھا ہے۔ یہ جرمن بحرین میں متعین ہے۔ اور فارسی خوب بولتا ہے۔ میں نے اس ہی کانسل جنرل بصرہ کی باتوں کا ذکر کیا کہ وہ ترکوں کے بارے میں اچھے خیال نہیں رکھتے تم بھی ترکی مملکت کے قریب ہو۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ بگڑ کر بولا کہ میں کانسل صاحب کے خیال کا بالکل مخالف ہوں۔ اُنھوں نے واقعہ نہیں کہا۔ انگریزی پالٹیکس کا فرض پورا کیا۔ انگریز ترکوں کی ترقیات کو عالم اسلام سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ تم یقین کرو کہ ترک بڑی تیزی سے قدم بڑھا رہے ہیں اور عنقریب

یورپ کے میدان تمدن میں داخل ہونے والے ہیں عجیب مشکل ہے۔ کس کا کہنا مانیں۔ جرمن کی رائے سے مجکو ذاتی طور پر اختلاف ہے۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ اہل جرمن انگریزوں کے دشمن ہیں۔ اور انگریزوں کی نسبت ترکی عداوت کا بیان سراسر غلط ہے۔ انگریز ایسے نادان نہیں ہیں کہ ان باتوں کو مخفی رکھنے کی کوشش کریں جنکا پردہ میں رہنا ناممکن ہے۔ اسکے علاوہ ترکوں کی ترقی پوشیدہ رہیگی تو انگریزوں کا اسمیں کیا فائدہ ہے۔ اہل جرمن کی دشمنی چھپی نہیں رہتی۔ چنانچہ آخر میں خود اسی جرمن نے کہا۔ بادشاہ جرمن مسلمانوں کے دوست ہیں۔ جرمنی حکومت نے آجتک کسی کا ملک نہیں چھینا۔ وہ صرف فروغ تجارت کی طلبگار رہے + اس آخری گفتگو سے ہی ناظرین جرمنیوں کے تعصب کا نتیجہ نکال سکتے ہیں +

القصہ صبح ۶ بجے جہاز نے سوئیز کے بندر پر لنگر کیا۔ اور طبی معائنہ کے بعد ہم لوگ کنارے پر گئے۔ دو روپے فی کس کشتی کا کرایہ دیا گیا۔ یہ کشتی والے بڑے شریر ہوتے ہیں۔ مجکو اوّل درجہ کا مسافر دیکھ کر سر تھے کہ ان سے چار روپے لینگے۔ ترک دوست نے انکو دھمکایا تو خاموش ہوئے۔ کنارہ پر کک کمپنی کا ملازم کھڑا تھا۔ اُسنے آرام سے قرنطینہ کے مقام پر پہنچایا۔ اور ہمارے ساتھیوں کے میلے کپڑے بھپارے میں دئے گئے۔ اسکے بعد مصری افسر نے دو شلنگ (۱؎) لیکر طبی سارٹیفکٹ دیدئے۔ مولانا شبلی وغیرہ سیاحوں نے جو کچھ یہاں کے قلیوں۔ کشتی بانوں۔ ترجمانوں اور عام آدمیوں کی شکایت کی ہے وہ بالکل درست ہے۔ ناتجربہ کار شخص کو تو یہ لوگ گائے بکری سمجھ کر کھنڈی چھری سے ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ بات بات میں دھوکہ فریب مگر مسافر غریب کیا کرے۔ انھیں کمبختوں سے کام نکلتا ہے۔ نصف گنی کے

قریب دو گھنٹے میں صرف کی - اسپر بھی ان لوگوں کی چشمِ حرص سیر نہ ہوئی - ایک فٹن کرایہ کرکے ہمنے تمام سوئیز کا گشت لگایا - شہر کے بازار بارونق اور خوشنما ہیں - مگر آبادی کا حصہ کچھ سنسان اور وحشت خیز ہے - اس مختصر وقت میں حسب ذیل بزرگوں کے مزارات کی اطلاع ناظرین کیلئے بہم پہنچائی گئی - جو سوئیز میں مرجع خلائق ہیں +

(۱) سیدی عبد اللہ الغریب رح (۲) سید الخضر رح
(۳) سیدی ابو النور رح (۴) سیدی شیخ جمشش رح
(۵) سیدی شیخ فرح رح (۶) سیدی العشری رح
(۷) سیدی الانصاری رح (۸) سیدی الاربعین رح
(۹) سیدی ابو لیف رح (۱۰) سیدی شیخ جنیدی رح

سوئیز میں جسوقت بگھی چلی تو کوچبین نے لوگوں کو آواز دینی شروع کی - یمینک یعنی اپنے دائیں پہنچ جاؤ - اس عربی صدا نے حالتِ وجد طاری کردی - کوئی لڑکا سامنے آجاتا تو وہ پکارتا یا ولد - لڑکی آجاتی تو یابنت کہتا - واہ کیا پیاری زبان ہے - ڈاکخانہ میں گئے تو پوسٹ ماسٹر صاحب نے جو مصری مسلمان تھے مسلمانوں سے بڑی دلچسپی ظاہر کی +

الغرض ساڑھے گیارہ بجے ریل پر آ گئے - گاڑی گیارہ بجے قاہرہ کو جاتی ہے - ترجمان صاحب نے ٹکٹ وغیرہ کا تدارک کر رکھا تھا - ریل میں سوار ہوئے تو ہمارے ساتھی حافظ عبد القادر نگینوی ورزی کے جو مصر جاتے ہیں - ایک ترجمان سر ہوگیا کہ لاؤ دو روپیے دو - اور اس طرح غل مچایا کہ گویا جان کھو دیگا ہمارے ترجمان صاحب نے بھی سفارش کی کہ ہاں ان کو کچھ دینا چاہیئے - ورزی نے کہا کہ اسنے میرا کیا کام کیا ہے - صرف ٹکٹ لا دیا ہے اور دو گھنٹے

میرے پاس خواہ مخواہ بیٹھا رہا۔ مجھے اس کی کیا ضرورت تھی۔ ترجمان سے کہا تمنے کہدیا ہوتا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ درزی نے کہا اول تو تم کو اسکا خیال کرنا چاہئے کہ جب میں کھانا کھانے بازار گیا تو تم نے بھی خواہ مخواہ شرکت کی اور میرے ہر جیب کر گئے اس پر اس طرح آنکھیں نکالتے ہو۔ لیکن ترجمان نہ مانا اور مرنے مارنے پر آمادہ ہوگیا۔ میں نے درزی سے کہا ڈرو مت۔ اور مقابلہ کو کھڑے ہوجاؤ۔ یہ لوگ ہم کو بزدل سمجھتے ہیں۔ میں نے بھی ڈنڈا سنبھالا اور اُنکے جمِ غفیر کے سامنے ہم دونو کمر در کھڑے ہوگئے۔ کھڑا ہونا تھا کہ ترجمان ہاتھ جوڑنے لگا کہ معاف کیجئے۔ جانے دیجئے۔ اور بڑبڑاتا اور کوسنے دیتا گاڑی سے نکل گیا ٭

حافظ عبدالرحمٰن سیاح نے سچ لکھا ہے کہ مصری مسافروں کے دشمن ہیں اور جب کسی اجنبی سے جھگڑا ہوتا ہے تو ہموطن کا ساتھ دیتے ہیں۔ اس جھگڑے میں کسی مصری نے دخل نہیں دیا۔ اور چپکے بیٹھے سیر دیکھتے رہے۔ اِن ترجمانوں سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ یہ جب سامنے آئیں دھمکا دو۔ اور ہٹا دو۔ سوئیز میں ہر زبان کے بولنے والے موجود ہیں۔ تم کو تکلیف نہوگی۔ ان ترجمانوں کے بھروسہ پر کوئی کام کروگے تو خطا پاؤگے۔ اور کوئی موقع آئے تو انکے تن و توش سے ڈرو مت۔ یہ بڑے کم ہمتے اور تھڑدلے ہیں۔ ایک دھمکی میں میدان سے بھاگ جاتے ہیں ٭

سوئیز سے چلکر ایک گھنٹہ میں اسمٰعیلیہ پہنچے۔ یہاں قاہرہ کیلئے گاڑی بدلنی پڑتی ہے۔ ایک گھنٹہ ٹھیرنا پڑا۔ پلیٹ فارم پر ایک نہایت صاف ستھرا اور خوبصورت قہوہ خانہ ہے اُسمیں بیٹھ گئے۔ فوراً ایک کوٹ پتلون والا ارنی لڑکا سامنے آیا۔ اور چائے کا حکم لیکر واپس گیا ٭

جب لوگ اسکو کوئی حکم دیتے ہیں تو نہایت دلفریب انداز سے تبسم خیز بشرہ میں گردن کو خم کرکے کہتا ہے۔ طیب (بہت اچھا) اور ہر طرح جسم کو جنبش دیتا ہوا۔ لچک کر چلتا ہے۔ گویا اسکو تھیٹر کے ایکٹروں کی طرح اس رفتار و گفتار کی تعلیم دی گئی ہے +

یہ ارمنی دیونانی عیسائی انہی حرکات سے روپیہ کماتے ہیں اور چھانٹ چھانٹ کر خوبصورت لڑکے ملازم رکھتے ہیں۔ تاکہ گاہک کثرت سے آئیں +

میں نے دیکھا کہ امرا اس لڑکے کو بار بار بلاتے تھے اور یہ کن انکھیوں سے چاروں طرف نگاہ مارتا ہوا دوڑتا پھرتا تھا۔ بات بات پر ہنستا اور کرشمہ سازیاں دکھاتا +

میرے ساتھیوں نے کہا مصر میں اکثر قہوہ خانے والے ان تربیت یافتہ لڑکوں کو ملازم رکھتے ہیں۔ مگر قاہرہ میں آکر اسکی بہت کم مثالیں دیکھیں +

شام کو ۵ بجے قاہرہ پہنچے۔ گاڑی بہت تیز آئی۔ درمیان میں متعدد اسٹیشنوں کو چھوڑتی گئی۔ مضافات مصر سرسبز ہیں۔ قاہرہ کے اسٹیشن پر بھی قلیوں کا جھگڑا درپیش ہوا جو جگہ جگہ ہوتا آیا تھا کہ وہ تگنا چوگنا مانگتے تھے۔ آخر ایک پولیس والے نے معاملہ طے کرایا۔ اور جب سپاہی اور قلیوں نے ہمارے ترک ہمراہی کا حال معلوم کیا کہ یہ عثمانی ہے تو تعظیم سے گردنیں جھکائیں۔ یہ لوگ ابتک ترکوں کا ادب کرتے ہیں +

سوئیز سے ترجمان صاحب نے لوکندہ خضرہ کے منیجر کو ہم سے تار دلوا دیا تھا اور اسکی بہت تعریف کی تھی۔ قاہرہ میں لوکندہ کا ملازم لڑکا ریل پر لینے آیا مگر جب لوکندہ میں گئے تو چکر آنے لگا۔ اول تو مقام نہایت تنگ گلیوں میں ہے۔ اسپر حالت یہ کہ تمام مکان میں اس کثرت سے چارپائیاں بچھی ہوئی ہیں کہ راستہ

چلنے کو جگہ نہیں۔ شفا خانوں میں بھی بیماروں کے پلنگ ذرا سی جگہہ چھوڑ چھوڑ کر بچھائے جاتے ہیں۔ مگر ان لوگوں نے لالچ میں پٹی سے پٹی بھڑا دی ہے اور کرایہ دس قرش یومیہ یعنی عہ روزانہ۔ میرا دم اس نظارہ سے گھٹنے لگا۔ ٹھہر جاتا تو یقیناً جنون کی نوبت آجاتی۔ فوراً واپس آیا۔ اور گاڑی والے سے کہا کہ یہاں کے وہ ہوٹل بتاؤ جہاں انگریز ٹھہرتے ہیں ٭

چنانچہ وہ ازبکیہ بازار میں لے آیا۔ جہاں سڑکیں کشادہ۔ عمارتیں شاندار پیرس کا نمونہ مشہور ہے۔ اور سب اہل یورپ کی قیامگاہ یہی بازار ہے۔ بڑے بڑے ہوٹل اسی جگہہ ہیں۔ یہاں ہمکو المسترۃ ہوٹل پسند آیا۔ جو ایک یونانی عیسائی کا ہے۔ عمارت کے اعتبار سے بہت خوبصورت۔ اندر تمام سنگ مرمر کا فرش وسیع کمروں میں فی کمرہ صرف دو مسہریاں۔ چھوٹے کمروں میں صرف ایک مسہری۔ فرش اور سامان آرائش نہایت اعلیٰ۔ پاخانے غسل خانے پاک صاف۔ گرم پانی ہر وقت موجود۔ غرض ہر چیز عمدہ۔ دہلی کے میڈن ہوٹل اور سیسل ہوٹل کی جنکے سات روپیہ چارج ہیں۔ اسکے سامنے کچھ حقیقت نہیں۔ کرایہ پوچھا تو بارہ قرش یومیہ یعنی عہ ۔ لیکن وہ خضریہ سے صرف دو قرش زیادہ۔ اللہ اکبر۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان مسلمانوں کو کمانے کا مطلق ڈھنگ نہیں آتا۔ آنکھیں بند کر کے لوٹنا چاہتے ہیں۔ عیسائیوں کو دیکھئے اس سازو سامان پر نرخ کسقدر کم ہے۔ کہ خواہ مخواہ آدمی قبول کرلے۔ اور جب آئے یہیں ٹھہر مذہبی خیال کے مسلمان یہاں محض اس خیال سے نہیں ٹھہرتے کہ یہ عیسائیوں کے ہوٹل ہیں۔ حالانکہ یہاں انجیل کا درس نہیں دیا جاتا۔ یہ تو مسافروں کی قیامگاہ ہے۔ یہاں مالک ہوٹل کے اخلاق کا یہ عالم کہ جب مسافر کسی کام کو اُس کے پاس جاتا ہے تو کرسی سے سرو قد کھڑے ہو کر تعظیم دیتا اور سلام کرتا ہے اور

نہایت توجہ سے خدمت بجالاتا اور حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ ہوٹل کے کام کرنیوالے ملازم سب مسلمان ہیں۔ سارا ہوٹل مسافروں سے بھرا ہوا ہے۔ اور سب اعلیٰ درجہ کے مسلمان ہیں۔ مالک ہوٹل ایسا ہوشیار اور زمانہ ساز ہے کہ جب وہ دیکھتا کہ اُسکے مہمان اکثر تسبیح پڑھتے رہتے ہیں تو خود بھی اپنے ہاتھ میں تسبیح لئے رہتا ہے۔ میں نے پوچھا تم عیسائی ہو کر تسبیح پڑھتے ہو۔ بولا۔ ہمارے مذہب میں بھی اسکے پڑھنے کا حکم ہے۔ یہ بوڑھا آدمی ہے۔ +

میں جب بگھی میں سیر کرنے باہر جاتا ہوں تو ہمیشہ گاڑی والا عادت کیموافق جھگڑتا ہے مگر میں ہوٹل پر آکر کرایہ مالک ہوٹل کے حوالہ کردیتا ہوں اور وہ بیچارا روزانہ اِن معاملات کو طے کرتا رہتا ہے۔ قیام کرنے کے بعد ہم بازار میں کھانا کھانے گئے۔ کیونکہ یہ ہوٹل ٹھیرنے کے ہیں۔ کھانے کے ہوٹل جگہ جگہ دوسرے ہیں۔ جہاں عمدہ سے عمدہ کھانا ہر وقت تیار ملتا ہے کھانا کھایا جسمیں کئی قسم کی عمدہ چیزیں تھیں۔ اور صرف ۲ار دام دئے۔ جو کچھ زیادہ گراں نہیں ہیں۔ کیونکہ مصری گرانی کی بہت سی کہانیاں سُنی تھیں۔ یہ نرخ بالکل بمبئی جیسا ہے۔ وہاں بھی اچھا کھانا دس بارہ آنہ سے کم میں ایک وقت میسر نہیں آتا۔ چونکہ بارہ دن جہاز کے قفس میں مقید رہے تھے۔ اس لئے آج کی دوڑ دھوپ کی کثرت نے مجکو بالکل تھکا دیا۔ اور جلدی سو جانے کی تیاری کردی۔ مجکو پاؤں دبوانے کی ایک ایسی بُری عادت ہے کہ جسکی حد نہیں۔ آج اسکا خمیازہ بھگتنا۔ کسی طرح نیند نہ آتی تھی۔ اور عجب کرب تھا۔ ہزار دقت سویا تو متوحش خواب دیکھتا رہا +

۱۳ر جون ۱۹۱۱ء

شنبہ - بیدار ہوا تو جسم کی دُکھن ویسی ہی تھی - سوچا کہ حمام کرنیسے تکان دور ہو جائے گی - مالک ہوٹل سے ایک عمدہ حمام کا پتہ لیکر گاڑی میں بیٹھکر گیا - حمام گو بہت وسیع تھا مگر اسقدر غلیظ اور متعفن کہ خدا کی پناہ کپڑے اُتار اور تہ بند باندہ کر اندر کے درجہ میں گیا - وہاں متعدد ننگے دُھڑنگے ہاتھی دانت کے سوٹے موٹے کھلو نے (مصری) بیٹھے تھے میرے تن زار اور جسم لاغر کو دیکھ کر زور زور سے دعائیں مانگنے لگے کہ خدا اس مرض لاغری سے بچائے - مجھے اُنکی یہ باتیں ناگوار ہوئیں - اسپر حمام کی بُو - گرمی کی شدت دم گھٹنے لگا - ہر چیز میل حمام اندر سے بھی تمام میلا - نہاتے وقت یہ لوگ بالکل برہنہ ہو جاتے ہیں - چنانچہ کئی بُڈھے جوان حمامیوں کے آگے برہنہ پڑے تھے - اور مجھکو غیرت کے مارے پسینہ چلا آتا تھا - جب میری نوبت آئی تو حمامی نے حسب عادت مالش کے وقت میرے تہ بند کو بھی دور کرنا چاہا - مگر میں نے اُسکو ڈانٹا اور جلدی سے فارغ ہو کر باھر آیا - حافظ عبد الرحمن نے تین قرش اُجرت لکھی ہے - مگر حمامی نے اجنبی سمجھ کر مصری غریب دہی کے قاعدہ کے موافق دس قرش لے لئے +

اگر یہی حمام میں جنکی دھوم تھی تو ان کو دونوں ہاتھوں سے سلام - ہمارے دہلی کے گئے گزرے حمام اور حمامی اس سے ہزار درجہ صاف سُتھرے اور عمدہ ہیں ممکن ہے گاڑی والے نے مجھکو خراب جگہ پھنسا دیا ہو - آئندہ اسکی مفصل تحقیق کی جائے گی +

دوپہر کو کک کمپنی سے ڈاک لایا - اخبارات اور دہلی وغیرہ کے خطوط نے

وطن کا مزا دکھا دیا۔ تیسرے پہر اوّل اپنے آقا و مولا سیدنا امیر المومنین مولانا حسین علیہ السلام کے سر مبارک کی زیارت کو گیا۔ مگر بدقسمتی کہ دل حاضر نہ تھا۔ ہر چند خیالات کو یکسو کیا۔ کامیابی نہوئی۔ اسلئے فوراً واپس چلا آیا اسکے بعد ایک صاحب کھنبایت کے رہنے والے عبدالکریم نامی سے ملاقات ہوگئی۔ جو قاہرہ میں مدت سے تجارت کرتے ہیں۔ بڑے خلیق اور مہمان نواز ہیں انکو ساتھ لیکر (ترجمانی کے خیال سے) مصر کے مشہور شیخ المشائخ سید توفیق بکری کی زیارت کو گیا۔ جو ترکی شیخ الاسلام کا سا رتبہ رکھتے ہیں۔ اور تمام مشائخ مصر کا مرکز ہیں۔ خدیوان کا کہنا بہت مانتے ہیں۔ بلکہ اکثر مذہبی و ملکی معاملات انہی کے مشورے سے کرتے ہیں۔ میرا کارڈ ملاحظہ فرماتے ہی بُلا کر ملاقات کے کمرے میں بٹھا دیا۔ جو علیگڈھ کے سٹریچی ہال کے برابر وسیع ہے۔ کہتے ہیں اسمیں حلقۂ ذکر ہوا کرتا ہے۔ (انشاءاللہ عنقریب دہلی میں بھی حلقہ کا ذکر خانہ ایسا ہی بن جائے گا) چاروں طرف سنہری کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔ جن میں امتیاز کسی کو نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت الشیخ سب سے یکساں ملتے ہیں اور اپنے لئے انھوں نے کوئی ممتاز نشست مقرر نہیں کی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اندر سے تشریف لائے۔ چہل سالہ بزرگ ہیں۔ جسم بالکل مجھ جیسا لاغر چہرہ عباد و زہاد کی طرح زرد و ناتواں۔ سیاہ چوغہ اور سفید عمامہ۔ مجکو اپنی کرسی کے قریب کرسی پر بُلا کر گفتگو شروع کی۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کی نسبت اس کثرت سے سوالات کئے۔ گویا اسلامی جغرافیہ ہند کی تکمیل کے خواہشمند تھے ہندو مسلمان۔ عوام خواص۔ عورت مرد۔ علما و مشائخ ہر طبقہ و فرقہ کے حالات پوچھے۔ انکی تعلیمی۔ تجارتی۔ تمدنی کیفیت دریافت کرتے رہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کو سوال کرنے میں اہل یورپ کے اخبارات سے بھی زیادہ مہارت ہے

بعض وقت مترجم صاحب اپنی طرف سے جواب دیدیتے تو ارشاد ہوتا کہ
ان سے پوچھو تم جواب نہ دو - اس گفتگو میں پورے دو گھنٹے صرف ہوئے ؛
آخر میں سے نے حلقہ کے مقاصد جنکا عربی میں مع تشریح کے ترجمہ تیار تھا
پیش کئے - آدہ گھنٹہ تک غور سے پڑھتے اور طیب طیب فرماتے رہے - پھر
فرمایا کہ مجھے آپ سے اس معاملہ میں وضاحت سے بات چیت کرنی ہے -
کل دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھائیے تاکہ جو گفتگو کرنی ہو کریں میں نے
مشائخ مصر اور انکے اشغال کے متعلق کچھ لکھا ہے وہ بھی آپ کو دکھاؤں گا اور
آپ کے حلقہ کے متعلق اپنے خیالات بھی ظاہر کرونگا ؛
اسکے بعد ہم اس فاضل دہر یگانہ عصر بزرگ سے رخصت ہوئے جس نے
دروازے تک مشایعت کر کے اپنے اسلامی اخلاق کو ظاہر کیا ؛
حضرت البکری سے مرخص ہو کر ہوٹل میں آئے - اور ناشتہ کر کے شام
کو باغ کی سیر کو گئے جو ہوٹل کے قریب ہے - نصف قرش میں اسکے داخلہ کا
ٹکٹ ملتا ہے - اندر نوجوان مصری کوٹ پتلون پہنے گشت کرتے نظر آئے
گھاس کے اوپر جا بجا یہ فقرہ عربی میں لکھا ہوا تھا ممنوع قطف الظہور
پھول توڑنا منع ہے - باغ میں عیسائی عورت مرد سے زیادہ مصری عورت مرد
تھے - مصری مسلمان عورتیں اب اکثر بیباک اور آزاد ہوتی جاتی ہیں - پہلے انکے
نقاب میں ناک کے پاس ایک بدنما سونڈ سی لگی رہتی تھی - جسکی ہر سیاح نے شکایت
کی ہے - مگر اب اسکا رواج اٹھتا جاتا ہے - عورتیں صرف منہ پر جس میں تھوڑی
سی ناک بھی ڈھکی رہتی ہے ایک سیاہ ٹکڑا باندھ لیتی ہیں - باقی آنکھوں اور انکے
نیچے اوپر کے حصہ کو نشانہ بازی کے لئے کھلا رکھتی ہیں - اور یہ کپڑا بھی اسقدر
نازک اور باریک ہوتا ہے کہ ہونٹوں کی سرخی صاف جھلکتی نظر آتی ہے گویا

وہ دکھائی ہیں کہ پتلے ابر میں چاند ایسا ہوتا ہے۔ اور صاف آسمان میں چاند کی بہار دیکھنی ہو تو ذرا نگاہ تھوڑی سی اور اوپر کر لو۔ اور دیکھ لو۔ آنکھیں ایک تو ہوتی ہی عموماً سیاہ ہیں۔ اُسپر سُرمہ کی سان پلکوں کی نوک کو اور بھی تیز کر دیتی ہے۔ اندر ایک سایہ سا ہوتا ہے جسکے اوپر سیاہ ریشمی چادر جلتی ہیں تو لچکتی ہوئی۔ چادر کو دانستہ پھسلاتی ہوئی۔ اور بناوٹی گھبراہٹ سے اِدھر اُدھر دیکھکر اُسکو سمیٹتی ہوئی۔ نوجوان اس تماشہ کی آرزو میں جگہ جگہ بنچوں پر موجود رہتے ہیں اور سبز گھاس پر جاکر تو انکی اٹھکیلیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں دوڑتی ہیں۔ ایک دوسری سے اُلجھتی ہیں۔ ہنستی ہیں اور زمین کی طرف جُھکی پڑتی ہیں گویا کہ وہ نشہ میں بے قابو ہیں۔ یا گھاس کترنے کی قینچی ہیں جسکو یورپ کا تمدن چلا رہا ہے۔ اور گھاس کے ساتھ ایمان و تقدس کے بخیطا پودوں کو بھی کترتا چلا جاتا ہے +

اگر مسلمانان مصر کی ترقی کا معیار یہی ہے۔ اگر انگریزی تعلیم و تربیت کا انجام کار یہی چشم نواز نظارہ ہے تو ہندوستان کے مذہبی خیال والے اپنی نئی تعلیم یافتہ جماعت کے انجام کار کو ابھی سے ذہن نشین کر لیں اور مناسب ہو تو اپنی قدیمی غیرت و شرافت کو کسی ایسے بکس میں بند کر دیں جسکو موسمی ہوا نقصان نہ پہنچائے ورنہ عین مستی شباب میں یہ خونخوار چیزیں نکل پڑیں تو دُنیا کی تمام کائنات تمدن کو زیر و زبر کر ڈالیں گی +

اہل مصر نے یہ آزادی جسکو مسلمانان ہند شاید بے حیائی کے لفظ سے تعبیر کریں یورپ سے نہیں لی۔ انکے یہاں ابتدا سے یہ رسمیں جاری رہتی آئی ہیں قرآن شریف کی سورۂ یوسف تلاوت کیجئے۔ مصری عورتوں کی حُسن پرستیاں اسمیں بھی مذکور ہیں۔ اُسوقت کے مرد بھی عورتوں کی دلچسپیوں میں خواہ مخواہ حارج

نہیں ہوتے تھے۔ اور دانستہ چشم پوشی کر جاتے تھے۔ عزیز مصر نے اپنی بی بی زلیخا اور حضرت یوسف کا قصہ آنکھ سے دیکھا۔ غیبی اشاروں تک سے ثابت ہو گیا کہ زلیخا حضرت یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی۔ کوئی غیرت دار ہوتا تو ناک کاٹ لیتا۔ مگر جناب عزیز نے صرف اتنی فہمائش پر اکتفا کی۔ "دیکھو بی! خطا تمہاری ہی معلوم ہوتی ہے۔ آئندہ ان حرکتوں سے باز آؤ۔ تم عورتوں کے فریب بڑے بے ڈھب ہوتے ہیں۔"

اللہ اللہ خیر صلاح۔ لیجئے قصہ طے ہو گیا۔ پھر بھلا آج کل کے متمدن دور میں مصری لوگ عورتوں کی دل آزاری کیوں کرنے لگے تھے +

رات کو نیند اچھی آئی۔ خاصی سردی تھی۔ کپڑا اوڑھنے کی ضرورت پڑی مصر میں دہلی جیسی گرمی نہیں ہوتی۔ آجکل تو شروع ہے۔ اگست میں ذرا زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور وہ زیادتی بھی چنداں ناقابل برداشت نہیں ہوتی۔ مجھے اس گرمی کا بڑا فکر تھا۔ دیگر آنے والے اطمینان سے آئیں۔ ہندوستان کے مثل گرمی یہاں کبھی نہیں پڑتی +

۱۴۔ جون سنہ ۱۹۱۱ء

چہار شنبہ۔ صبح حوائج سے فارغ ہو کر کچھ لکھتا رہا۔ ۱۰ بجے جناب سید محمد شاہ صاحب جیلانی تشریف لے آئے۔ یہ سندھ کے رہنے والے۔ بزرگ تجارت کرتے تھے۔ انکی پیدائش جاپان کی ہے۔ تمام ایشیا میں پھر چکے ہیں اور اب قاہرہ میں دوکان کر لی ہے۔ بڑے روشن خیال اور حالات ہند سے باخبر ہیں۔ اخبارات پڑھنے کے سبب میرے حال سے بھی واقف تھے۔ ان سے کل سید نا

حسین علیہ السلام کے مزار کے پاس ملاقات ہوئی تھی۔ آج بازدید کو تشریف لائے ہیں اِنکے ہمراہ سیر کو نکلا۔ اول انہوں نے ایک مصری مسلمان سے ملایا جو ہند و تصوف کے شیدائی ہیں۔ دیر تک دلچسپ گفتگو ہوتی رہی یہ لوگ یورپ کی طرح اپنی دھن میں پکے ہیں۔ اور قومیت کا ایوان سب ملکر بنا رہے ہیں۔ انکا ہر فرد دنیا کے مختلف علوم و فنون کی تحصیل میں جداگانہ کوشش کررہا ہے۔ اسی پر اس مسلمان کے ویدانتی شوق کو قیاس کرنا چاہئے کہ اپنی ہستی کو فلسفۂ ہنود میں فنا کر رکھا ہے۔ اس مصری مسلمان کی معلومات ویدانت میں اچھے خاصے ودیاوان پنڈتوں کی سی تھی۔ بلکہ اسکو ویدانت کا عشق برہمنوں سے بھی بڑھ کر تھا +

دوپہر کو حسب وعدہ سید البکری کے پاس گئے۔ اوّل کھانا کھایا میز کرسی پر شائع بھی کھاتے ہیں۔ حضرت الشیخ نے غالباً مصر کے اکثر مشہور اور عمدہ کھانے تیار کرائے تھے جو اس کثرت سے تھے کہ دو چار کے سوا سب میں سے صرف ایک ایک لقمہ لینا بھی دشوار ہوگیا +

ان کھانوں میں دُنبہ کی ثابت ران اور شہد کے پراٹھے بہت ہی لذیذ تھے ران پر دو دو انگل چربی تھی۔ اور پختگی کے سبب رنگ سُرخ تھا۔ اور گلی ایسی تھی کہ ہاتھ لگاتے ہی بوٹی الگ ہوجاتی تھی۔ شہد کے پراٹھے غالباً خمیری آٹے کے تھے۔ اندر خانوں میں شہد ایسا پیوست تھا کہ اوپر نظر نہ آتا تھا منہ میں نوالہ رکھنے سے اسکا گھونٹ جدا ہوجاتا تھا۔ حضرت الشیخ بار بار اصرار کرتے تھے۔ "تفضل یا سیدی" کھائیے جناب۔ مگر یہاں اتفاق سے ایک ہی پیٹ تھا۔ اور وہ بھی دہلی کا۔ دہلی و لکھنؤ کے کھانوں میں جو مزا ہے۔ اور ذائقہ ہوتی ہے۔ وہ بات یہاں نام کو نہیں +

کھانے کے بعد گفتگو شروع ہوئی اور چین کے مسلمانوں کا ذکر چھڑ گیا اسی کے ضمن میں مسلمانانِ ہند و دیگر ممالک اسلامیہ کا تذکرہ بھی رہا - آریہ سماج کی کیفیت کو حضرت الشیخ نے بہت غور اور جرح کرکے سُنا - آج پھر طوالت کلام کے سبب حلقہ کے متعلق بات کا موقع نہ آیا - حضرت الشیخ کچھ علیل ہیں - مسلسل دو گھنٹے باتیں کرنے سے اُنکے قلب کی حرکت بگڑنے لگی - اسواسطے دوسرے وقت پر گفتگو ملتوی رکھکر رخصت ہوئے - اور سیدھے جامع ازہر میں آئے - اللہ اکبر یہ ہی شہرہ آفاق مقام ہے جسکی کہانیاں بچپن سے سُنتے آئے ہیں - مگر بدقسمتی کہ آٹھ دن سے یہاں تعطیل ہوگئی ہے - طلبہ اپنے وطن گئے ہوئے ہیں - تاہم پھر بھی ہزار پانسو طلبہ موجود تھے - درس کا وقت نہ تھا - متفرق گروہ سبق کی تکرار کررہے تھے ہندی رواق میں گئے - یہاں چار طالب علم ہیں - ان میں ایک دہلی کے ہیں جبش خا کے پھاٹک کا باشندہ بتاتے ہیں - عبدالرحمن نام ہے - اہل مصر ازہر یونیورسٹی کی موجودہ حالت سے خوش نہیں ہیں - اور اسکو طریق جدید پر ڈھالنا چاہتے ہیں - پُرانے خیال کے شیوخ کا ڈر ہے - سو وہ آہستہ آہستہ کم ہوتا جاتا ہے - طلبہ کثرت سے اخبارات پڑھتے ہیں - اور عصر جدید کے جذبات سے متاثر ہورہے ہیں - کوئی دن ہیں دیکھ لینا کہ یہاں ایک عظیم انقلاب برپا ہوجائے گا - ازہر کی حالت درست ہوجائے تو یہ اسلامی دُنیا کی ایسی لاجواب طاقت ہو جسکی نظیر یورپ بھر میں نہ نکلے ✦

ازہر سے واپس آکر مصر کے ایک اور مشہور محب وطن محمود بے صاحب سالم بیرسٹر سے ملنے گئے - بڑا بیدار مغز اور فدائے ملت شخص ہے - ہفتہ کی شام کو مدعو کیا ہے - اُسدن مفصل بات چیت ہوگی ✦

مصر کے سقے بھی دہلی کے سقوں کی طرح کٹورے بجاتے اور پانی پلاتے

ہیں - فرق صرف اتنا ہے کہ مصری سقوں کے کپڑے نہایت صاف اور اچھے ہوتے ہیں - اور مشک کے بدلے سفید شیشے کے بڑے بڑے جگ رکھتے ہیں - یہاں کے سودے والے بھی آواز لگاکر سودا فروخت کرتے ہیں - مگر افسوس کہ اُنکے لفظ صاف طور پر سمجھ میں نہ آئے ورنہ لکھتا +

قاہرہ کو بمبئی سے نسبت دی جاتی تھی - مگر توبہ - بمبئی اور قاہرہ کی نسبت زمین آسمان کی ہے - قاہرہ اسلامی پری ہے - اور بمبئی ہندی دیونی - یہاں ہر شخص شکیل اور مہذب شائستہ - بمبئی میں ہزاروں ننگے دُھڑنگے - کالے بھجنے - یہاں اوّل تو کالے آدمی بہت کم ہیں - اور حبشی اگر ہیں تو نہایت صاف ستھرے کوٹ پتلون سے آراستہ - قلی اور خاکروب تک یہاں کے اُجلے اور پردہ دار لباس میں ہیں -

آہ

کبھی دہلی بھی ایسی ہی تھی جسکو گردش نے مٹا دیا +

کوٹ پتلون - اور ترکی ٹوپی مصریوں کو خوب زیب دیتا ہے - اگر تم قاہرہ کے ایک قہوہ خانہ کا نظارہ کرنا چاہو تو علیگڈہ کالج میں چلے جاؤ - وہاں جسقدر سب طلبہ یونی فارم (کالجی لباس) میں ہونگے - وہ یہاں کے صرف ایک قہوہ خانہ کا جمگھٹا ہے +

مگر علی گڈہ میں ایک فرق رہیگا کہ وہاں طلبہ میں بعض سیاہ فام - اور دُبلے پتلے آدمی بھی ہونگے - مگر مصر میں کوئی کالا اور لاغر نظر نہیں آئیگا -

عجیب بات

ہے کہ میں نے یہاں آجتک کوئی لاغر اندام نہیں دیکھا - سب کے سب قوی اور چوڑے چکلے ہیں - البتہ ان میں اکثر آنکھوں کے مریض ہیں - یہانتک کہ اوسط

لگاؤ تو فی صدی اسی اس مرض کے بتلا پائے جائینگے - اس کی وجہ میں نے ڈاکٹر نصوحی سے پوچھی کہنے لگے کہ میلا پانی سڑکوں پر پھینکا جاتا ہے اسکے ابخرے آنکھوں کو نقصان پہنچاتے ہیں - یہ بات کچھ جی کو نہ لگی +

ڈاکٹر نصوحی سے آج ہی ملاقات ہوئی - انہوں نے ہندوستان کی بھی سیر کی ہے - اور اُردو اخباروں میں اپنی مشہور دواؤں کے اشتہار بھی چھپوائے ہیں - پنجاب کے ایک بڑے اخبار کی بددیانتی کے شاکی تھے - انکے شکوہ سے مجھے بڑی غیرت آئی +

۱۵ لغایۃ ۲۱ جون ۱۹۱۱ء

آب وہوا کے فوری تغیر کے سبب ۱۵- جون کو سخت نزلہ ہو گیا - جسکے سبب تین رات متواتر زور شور سے بخار آتا رہا - گو ساری عمر بیماریوں میں گزری - مگر ایسی بیکسی کبھی پیش نہیں آئی - اول شب کی حالت مدتوں یاد رہیگی - ہوش حواس گم تھے - سردی کی شدت میں واحدی صاحب کو آوازیں دیتا تھا کہ کمبل اوڑھاؤ - لحاف ڈالو - مگر کوئی جواب دینے اور غمگساری کرنے والا نہ تھا - ڈاکٹر نصوحی کے علاج سے فائدہ ہوا - رات کو بخار آتا تو پڑ رہتا - دن کو ذرا افاقہ ہوتا تو گشت شروع کر دیتا - وقت کو بیکار نہیں جانے دیا - لیکن زکام کے سبب سر میں درد زیادہ تھا - مسلسل آٹھ دن روزنامہ نہ لکھ سکا - لہذا ہفتہ بھر کی مجموعی کیفیت یادداشت سے لکھتا ہوں - ۲۲- جون سے روزانہ سلسلہ پھر جاری کر دیا جائے گا - کیونکہ اب بفضلہ بالکل تندرست ہوں +

اس ہفتہ میں کشہر مزار مبارک سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام پر حاضری دی - پہلے دن جو بے لطفی رہی تھی - اسکا بدل ان متواتر زیارات سے ہو گیا عجب

باکیف اور پُر اثر جگہہ ہے +
ایک روز اپنی فریاد لکھکر لیگیا تھا - ظہر کی نماز کے بعد مجمع میں مزار مبارک کے پہلو میں کھڑے ہوکر عرض کی - جو یہ تھی +
"ابن رسول اللہؐ کو سلام - بنت رسولؐ کے لختِ جگر کو سلام - کربلا کی خاک میں کٹ کر گرنے والے سر کو سلام +
وہ سر جسپر زلفیں لٹکتی تھیں - عمامۂ امامت باندھا جاتا تھا - وہی سر جسمیں رخ الور رسالت مآب سے مشابہ ایک شکل تھی - اس شکل میں نورِ ہدایت برسانے والی آنکھیں تھیں - اور وہ لب تھے جنکو سید العرب والعجمؐ چوما کرتے تھے +
اے پیاسی زبان اور خشک حلقوم والے سر! جس امت کی خاطر تیرا یہ حال ہوا - آج وہ سارے جہان میں شکستہ حال ہے - بھوکی ہے پیاسی ہے - حقیر ہے ذلیل ہے - اسی کے چند افراد ہند میں ہیں - ان سب غریبوں کا سلام لیکر حاضر ہوا ہوں - قبول کر - اے بارگاہ الٰہی میں سب سے زیادہ مقبول - سب سے زیادہ محبوب +
اے خدا تو جانتا ہے کہ میں ایک مقدس و مطہر مقام میں کھڑا ہوں یہ وہ جگہ ہے جس سے ایک گز کے فاصلہ پر حسین ابن فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلعم کا مقتول سر دفن ہے - لہذا اس جگہ کا واسطہ دیکر درخواست کرتا ہوں کہ میری اس عاجزانہ دعا کو قبول فرما +
اسکے بعد نام بنام اُن سب احباب و یارانِ طریقت و اہلِ حلقہ کے مقاصد کا ذکر تھا - جنہوں نے طلب دعا کی درخواستیں ساتھ کر دی تھیں - یہاں اُن سب کے نام لکھنے طوالت ہے - کیونکہ اب جس مقام پر جاتا ہوں - اِن لکھے ہوئے ناموں

کی طولانی فہرست کو پڑھ کر فرداً فرداً جداگانہ ہر شخص کے مقصد کی دعا مانگتا ہوں۔ ہر روزنامہ میں اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔ البتہ مدینہ منورہ کے لئے جو دردناک دعا تیار کر کے لے چلا ہوں اور جسکو اپنی زندگی کے تمام جذبات شوق کا آخری سرمایہ تصور کرتا ہوں۔ اسکے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ سب نام بھی لکھدئے جائینگے جنکے لئے دعا کی جارہی ہے۔ نیز وہ نام بھی جو دوران سفر میں موصول ہورہے ہیں اور مدینہ منورہ پہنچنے تک وصول ہونگے۔ یہ فہرست اسماء باعتبار ترتیب مدارج ایک تاریخی چیز ہوگی +

اس ہفتہ میں مصر کی کل تاریخی چیزیں دیکھیں۔ جن میں اہرام بسبب قدامت زمانہ کے مستحق ہیں کہ انہیں کا پہلے ذکر کیا جائے +

قاہرہ سے اہرام تک ٹرام جاری ہوگئی ہے۔ جو دن میں ہر گھنٹہ کے بعد جاتی ہے۔ ۲ قرش یعنی ۵ ر ایک طرف کا کرایہ ہے +

اہرام ایک بلندی پر واقع ہیں۔ قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید پہاڑ پر یہ عمارت بنائی گئی ہے +

ٹرام نے بالکل قریب لیجاکر اُتار دیا۔ یہاں سے اہرام سامنے نظر آتے ہیں۔ یہاں کئی ہوٹل اور قہوہ خانے نظر آئے جو مسافروں کی راحت کیلئے بنے ہوئے ہیں۔ نرخ بہت گراں ہے۔ میں نے بھی ایک ہوٹل میں چار پی۔ ار لئے +

ٹرام سے اُترتے ہی ترجمان لڑکوں نے گھیر لیا۔ یہ یورپ کی سب زبانیں جانتے ہیں۔ انکی شرارتوں کا حال سُن چکا تھا۔ سب کو دھتکار دیا۔ مگر کم بختوں نے چار بینی دوبھر کردی۔ یہ اب کہے جاتے تھے کہ ہم سب جگہ کی سیر کرا دینگے۔ ہوٹل والے سے دریافت کیا کہ عربی میں یہاں کی کوئی گائڈبک ہے۔ اُسنے نفی میں جواب دیا۔ مجبوراً ایک ترجمان کو لینا پڑا۔ ان میں اُردو کوئی نہیں جانتا۔ عربی کے

سہارے بات چیت ہوتی تھی +

ہوٹل سے اہرام تک ۵ منٹ میں سب بلندی طے ہوگئی - راستہ ریتیلا ہے جسپر گدھے اور اونٹ خوب چل سکتے ہیں - اسلئے یہاں ہر وقت اونٹ و گدھے کرایہ کیلئے تیار کھڑے رہتے ہیں - لیکن مجکو گدھے و اونٹ پر سوار ہونے سے پیدل چلنا لاکھ درجہ بہتر نظر آیا - یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر سواری کی ضرورت ہو تو ٹرام سے اُترتے ہی پولس والے سے کہو وہ کفایت سے معاملہ کرا دیگا ورنہ ترجمان دس گنے داموں پر لٹوائے گا - اور مسافت کچھ ایسی لمبی چوڑی نہیں ہے جسکے لئے سواری کی ضرورت ہو - ریت کے سبب ذرا قدم مشکل سے اُٹھتے ہیں - میں نے آدھ گھنٹہ میں سب عجائبات کی سیر کرلی تھی +

اوّل سب سے بڑا مینار آتا ہے - جسکو دُنیا کے سات عجائبات میں شمار کرتے ہیں - حیرت ہے کہ پتھروں کے اس انبار کو عجائبات میں کیوں داخل کیا گیا ہے - مانا کہ اصول ہندسہ کے اعتبار سے اس میں بہت سی خوبیاں ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ کے مصری بھی فن جر ثقیل کے ماہر تھے - لیکن یہ کوئی عجیب بات نہیں - پُرانی عمارتیں اکثر ہندسی اصول پر بنائی جاتی تھیں - مینے ایسی سیکڑوں عمارتیں دیکھی ہیں - جن میں جر ثقیل کی اعلیٰ صناعی موجود ہے +

اصل میں زمانہ ان گورے رنگ والے آدمیوں کا مقلد ہے - ان کی زبان سے جو نکل جائے نقش کا لحجر ہو جاتا ہے - چونکہ اہل یورپ اسکو عجیب کہتے ہیں سارا جہان عجیب عجیب کی صدا لگا رہا ہے +

بڑے مینار کی برابر ایک اور مینار ہے - جو اس سے کچھ ہی چھوٹا ہے - اسکی استرکاری ابھی کہیں کہیں سے باقی ہے - ان میناروں کو دیکھ کر ایک عرب نے کہا - آج میں ہزاروں برس کی پُرانی چیز دیکھ رہا ہوں - واہ میری قسمت - عرب کے

بھولپن پر ہنسی آگئی۔ اور جانا کہ بیچارا سفید رنگ کے آدمیوں کا مقلد ہے۔ آگے بڑھ کر ٹوٹی پھوٹی زبان میں کہا۔ بھائی جان! کیا تم کو ایسی چیز بتاؤں جو اہرام سے ہزاروں برس پہلے کی ہو اور جسکو تم روزانہ اپنے گھر میں دیکھ سکو۔ عرب نے کہا۔ بیشک ضرور بتاؤ۔ کہا زمین؟ جسپر تم رہتے ہو اہرام سے بہت پہلے کی ہے۔ عرب کو اس کلام سے ہنسی آگئی۔ دوبارہ کہا۔ اگر تم اسپر ہنستے ہو اور ایک مصنوعی چیز کی قدامت کو دیکھنا تمہارا مقصد ہے تو خود اپنے جسم کو دیکھو پُرانی خاک کا بنا ہوا ہے +

غرض اہرام دیکھنے کے بعد ابوالہول کو دیکھا۔ یہ مصریوں کا معبود ہے۔ جسکا چہرہ انسان کا اور دھڑ شیر کا ہے۔ نہایت شاندار بُت تھا۔ دو ہاتھی کے برابر مسلمانوں نے اس بیکس خداوند کا چہرہ ناک کے پاس سے بگاڑ دیا ہے۔ نہ ہوئے مصر کے قدیم بادشاہ اپنے معبود کا مسلمانوں سے بدلہ لیتے جس طرح ہندوستان کے ہندو لینا چاہتے ہیں +

ترجمان نے وہ جگہ بتائی جہاں سے تہ خانہ میں جاتے ہیں۔ مگر میں تہ خانہ میں نہیں گیا۔ وہاں صرف مصری صناعی کے مکان ہیں جن میں لاشیں رکھی تھیں۔ چونکہ لاشیں سب کی سب عجائب خانہ میں دیکھ چکا تھا۔ خالی مکانوں کا دیکھنا فضول معلوم ہوا +

عمارتی نگاہ سے یہ سب چیزیں دیکھ لیں تو اپنے نہ دیکھے ہوئے خدا کے حکم کے موافق نظر عبرت سے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر اس موجودات قدیم پر نگاہ دوڑائی تاکہ نفس جاہ پرست اگلے مٹنے والوں کے انجام سے نصیحت حاصل کرے +

جنگل بیابان۔ ریت کے ٹیلے۔ جنکو قہر کی ہوا چین نہیں لینے دیتی۔ ذرات خاک ہوا کے جھونکوں سے سکنڈ سکنڈ میں نشیب و فراز کے تماشے دیکھ رہے ہیں +

یہ دور تک سنسان وحشت خیز میدان ایک زمانہ میں اسی طرح آباد تھا جس طرح قاہرہ - لندن - پیرس وغیرہ میں رونق دیکھتے ہو - یہاں بھی شوکت والے ہیبت والے تاجور - دنیاوی عیش کے متوالے خوش وقتیاں منایا کرتے تھے - مگر آج ان میں سے ایک کا بھی نشان باقی نہیں - نہ وہ تمدن ہے نہ وہ فلسفہ ہے - نہ وہ تخت و تاج ہے - ہُو حق خدا کی ذات +

آبادی کے زمانہ میں اگر کوئی شخص کہتا کہ ایک دن یہ شہر مٹی کے ٹیلوں کے نیچے دب کر ویران ہو جائے گا تو اُس پر اسی طرح قانونی گرفت ہوتی جس طرح آج لندن و پیرس کی نسبت پیشینگوئی کرنے والا مشکوک ہو جاتا ہے +

ترجمان صاحب نے یہاں بھی شرارت کی اور بغیر پولیس کی دست اندازی کے رضامند نہ ہوئے +

مصر کی مسجدیں لاجواب ہیں - میں نے سب مشہور مساجد کی زیارت کی - ان میں باعتبار تقدس و قدامت سب سے برگزیدہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ صحابی فاتح مصر کی مسجد ہے - شکل و صورت میں بھدی مگر بحیثیت معانی دل کے اندر شعلۂ اسلام بھڑکانے والی - مگر کس کے دل میں؟ ہم پردیسیوں کے دل میں کیونکہ مصری مسلمانوں کے دل یورپ کی زیارت سے حرارت میں آتے ہیں - اُنکو ایسی چیزوں سے کچھ سروکار نہیں - اسی واسطے انہوں نے اس مسجد کو بالکل برباد کر رکھا ہے لوگ جوتیاں پہنے ہوئے اُس مقام پر پھرتے ہیں جہاں سلطان کونین صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے فتح کی خوشی کا دوگانہ ادا کیا - یہ وہی مقام ہے جہاں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تلوار خون آشام ہاتھ میں لیکر خطبہ پڑھا +

منبر کے پاس چند لوٹے ہوئے بوریے پڑے ہیں - لوگ نماز کو آتے ہیں تو جوتیاں ان بوریوں کے پاس اُتار دیتے ہیں - بائیں پہلو میں ایک مزار ہے

جو حضرت عمرو بن عاص رضؓ کے فرزند کا بیان کیا جاتا ہے +

کاش میں اس مسجد کو اُٹھا کر ہندوستان لیجا سکتا - ہندوستانی اسمیں آنکھوں کا اور دل و جگر کے ٹکڑوں کا فرش بچھا سکتے ہیں - ہاں میں فخریہ کہونگا کہ حُبِّ رسولؐ اور حُبِّ آثار رسولؐ میں ہم لوگ مصریوں سے بہت آگے ہیں - و ﷲ الحمد +

سلطان حسن کی مسجد باعتبار وسعت محراب روئے زمین کی مساجد میں غالبًا بے مثل ہے - اسکی بڑی محراب جہاں منبر ہے طول میں ۳۰ قدم اور عرض میں ۲۹ قدم ہے تابوتی ساخت ہے - اور اسقدر بلند ہے کہ پگڑی تھام کر دیکھنی پڑتی ہے - اس کے مقابلے میں چاروں پہلوؤں پر محرابیں بنی ہوئی ہیں - آجکل یہ مسجد زیر مرمت ہے اسکے گرد میں بڑے بڑے عالیشان مکانات بنے ہوئے ہیں جو طلبہ کے دار الاقامت ہیں - ایک وقت میں یہاں بھی ازہر کی طرح مدرسہ تھا +

سلطان حسن کی مسجد قلعہ پر ہے جہاں اسکے ساتھ دو مسجدیں اور ہیں - جنکو ایک دوسری پر فوقیت دینی دشوار ہے - ہر ایک اپنی اپنی وضع میں نرالی ہے - البتہ اسکا افسوس ہے کہ ایسی پاس پاس مسجدیں بنا کر خواہ مخواہ لاکھوں روپیہ برباد کیا گیا ایک مسجد کافی تھی +

سلطان حسن کی مسجد کے سامنے موجودہ خدیو کی پردادی کی طرف سے ایک شاندار مسجد تیار ہوئی ہے - اصل میں یہ مرحومہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت سید علی ابو شہاب ابن اخت حضرت سید رفاعیؒ کا مقبرہ بنوایا تھا - مصر کے قاعدہ کے موافق قریب میں مسجد بھی بنوادی - اسی مقبرہ کے ایک گوشہ میں یہ بیچاری بھی پڑی سوتی ہے - یہ مقبرہ اور مسجد ہنوز زیر تعمیر ہیں - اور حق یہ ہے کہ ایسی حسین عمارت مصر میں اور کوئی نہوگی - داروغہ تعمیر نے بتایا کہ ابتک سات لاکھ اشرفیاں خرچ ہوچکی ہیں - کچھ شک نہیں کہ سات لاکھ اشرفیاں اسکی موجودہ خوشنمائی پر قربان ہیں +

اس مسجد سے آگے بڑھ کر قلعہ پر محمد علی پاشا کی مسجد و مقبرہ ہے۔ یہ بھی آراستہ و مکلّف اور دُلہن بنی ہوئی ہے۔ یہاں آکر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حکومت کر رہے ہیں۔ دہلی کی جامع مسجد! آہ تجھے اب کون دُلہن بنائے۔ تاکہ غیر ملکوں کی مسجدوں کو دیکھ کر تیرے ننڈاپے کا صدمہ نہ اُٹھانا پڑے +

مصر کی مساجد میں ہزاروں روپئے کے سیکڑوں برقی جھاڑ لٹکے ہوئے ہیں دہلی کی جامع مسجد میں ایک برقی چراغ بھی نصیب نہیں۔ حالانکہ دہلی کے گھروں میں بیسیوں ایسے ہیں جہاں بجلی جگمگایا کرتی ہے +

محمد علی پاشا کی مسجد سے سارا قاہرہ نیچے نظر آتا ہے۔ جس سے دل پر عجب کیفیت طاری ہوتی ہے +

خاندان نبوت کی تین شہزادیاں مصر کی خاک پر آرام فرما رہی ہیں۔ الحمد للہ میں نے تینوں کی زیارت کی۔ اوّل حضرت سیدہ زینب بنت سیدۃ نساء العالم فاطمۃ الزہرا آپ کے نام کی مصر میں بڑی شہرت ہے۔ ڈاکخانہ آپ کے نام پر۔ محلہ آپ کے نام پر ٹراموے پر آپ کا نام لکھا ہوا "سیدہ زینب" ہوٹل کے دریچہ میں بیٹھے ہوئے روزانہ کم از کم سو دفعہ ٹرام پر یہ پاکیزہ نام نظر سے گزرتا ہے۔ مزار پر انوار کا مینہ برستا ہے۔ سیکڑوں مراد مند جالی پکڑے کھڑے رویا کرتے ہیں +

جانتے بھی ہو یہ کون زینب ہیں! علی شیر خدا کی صاحبزادی حسینؓ شہید دشتِ کربلا کی وہ بہادر بہن جو بنی فاطمہؓ کی قربانیوں کے بعد لاوارث گھر کی متولی بنی۔ وہ جنہے دمشق میں مرزا حیرت کے یار غار یزید علیہ اللعن کے دربار میں بیکسوں کی وکالت میں دلوں کو ہلا دینے والی تقریر کی +

سیدہ نفیسہؓ اور سیدہ عائشہؓ بھی جو سلسلۂ اہلِ بیت میں تھیں اسی قرب و جوار میں ہیں۔ جہاں بڑی بڑی درگاہیں بنی ہوئی ہیں +

اتفاق سے ان دنوں حضرت سیدہ نفیسہؓ کا عرس تھا۔ میں نے حاضری دی اور خوب دعائیں مانگیں۔ یہ مزار اجابت دعا کے لئے دور دور مشہور ہے +

حضرت امام شافعیؒ کے مزار مبارک کی زیارت نے نہال کر دیا۔ فیض و انوار کا مخزن ہے۔ روضہ پاک کے اندر اور کئی قبریں ہیں جن میں ایک ملکہ شمسہ کی بیان کی جاتی ہے۔ حضرت امام کے مزار پر برنجی جنگلہ لگا ہوا ہے۔ اور بائیں پہلو میں جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ جہاں سیکڑوں کاغذ کے پرزے پڑے ہوئے تھے۔ یہ دعائی عرضیاں ہیں۔ میں نے اس پہلو کے قریب بیٹھ کر مراقبہ کیا۔ اگرچہ حنفی ہوں۔ لیکن برکات شافعیؒ نے محروم نہ رکھا۔ مزار کے سرہانے ایک مرمری مینا پر تاریخ کندہ ہے +

یہاں اکثر مزارات پر قدیمی عربی وضع کے بڑے بڑے عمامے باندھ کے نصب کر دیتے ہیں۔ حضرت امامؒ کے سرہانے بھی سبز رنگ کا عمامہ لگا ہوا ہے جس سے قدیمی طرز ہویدا ہوتی ہے۔ یہاں کے خدام مزارات اہل بیت کی خدام سے زیادہ حریص اور زائر کو پریشان کرنے والے ہیں۔ اہل بیت کے مزار پر کوئی شخص جبر یہ نہیں مانگتا +

مزار حضرت امام کے ایک گوشہ میں خاندان شیخ البکری شیخ المشائخ مصر کے بزرگ دفن ہیں اور باہر نکل کر تھوڑی سی دور پر حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ کی درگاہ ہے +

مصر کا عجائب خانہ روئے زمین کی عجیب چیزوں سے فائق ہے۔ یہاں منجملہ ہزارہا اشیاء کے صرف ایک چیز ایسی ہے جس کے دیکھنے کے لئے اگر دس برس کی مسافت طے کی جائے تو زیبا ہے اور وہ چیز

فرعون موسیٰؑ کی لاش

ہے۔ اہل یورپ کے دل مذہبی روایات سے ناآشنا ہیں۔ وہ کیا جانیں کہ ایک مسلمان قرآن شریف میں روزانہ فرعون کا قصہ جگہ جگہ پڑھتا ہے۔ اور اُسکے دل پر فرعون کی حالت نقش ہوجاتی ہے۔ اُسکی خود ستائی۔ اُسکا تکبر۔ اُسکی عظمت وجبروت۔ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ دلچسپ مناظرے ایسے نہیں کہ مسلمان بار بار پڑھ کر ادھر متوجہ نہو۔ پھر جب وہ سُنتا ہے کہ مصر میں بعینہ فرعون کی لاش موجود ہے تو اُسکے شوق میں جسقدر ہیجان ہو کم ہے +

میں عجائب خانہ مصر کو محض فرعون کی لاش کے سبب بار بار دیکھنے گیا اور ہر دفعہ دل پر ایک نیا اثر لیکر آیا +

یوں تو عجائب خانہ میں اہل مصر کے سب زمانوں کی اشیاء رکھی ہیں۔ جن جن قوموں کے دور حکومت یہاں رہے ہیں اُن سب کے بُت اکثر کی لاشیں اور تمدن ومعاشرت کے اسباب دکھائے گئے ہیں۔ مگر قدیم مصریوں کے آثار بہت عبرت خیز ہیں۔ کم از کم چالیس روز قاہرہ میں رہے۔ اور یہ سارا چلہ محض عجائب خانہ کی دید میں صرف کیا جائے۔ تب کہیں ہر چیز کی حقیقت معلوم ہوئی اتنی فرصت کہاں کہ عجائب خانہ کی سب موجودات پر کچھ لکھوں صرف چند لاشوں کی کیفیت عرض کی جاتی ہے +

مصر کے قدیم باشندے ہندوؤں سے مشابہ تھے۔ انکے پُرانے بُت مہاتما بُدھ اور جین مت کی مورتیوں کے ہم شکل ہیں۔ اور ویسی ہی مراقبوں کی صورتیں ہیں۔ بعض کے سروں پر ہندو جوگیوں کے سے چوٹے۔ تالو کے رُخ اوپر کو بندھے ہوئے ہیں۔ تصویروں کے لباس و اسباب معاشرت سے بھی ہندو پن ظاہر ہوتا ہے۔ ایک محقق جب اس حالت کو دیکھتا ہے تو بے اختیار اُس کی زبان سے نکلتا ہے کہ برہمن مصر کے باشندے تھے۔ یہاں سے جاکر ہندوستان میں

آباد ہوئے اور اُنکے جانے کا زمانہ وہی ہے جبکہ فرعون غرق دریا ہو کر مرگیا۔ اور بنی اسرائیل کے ہاتھ سے برہمنوں کو اذیت پہنچنے کا اندیشہ ہوا۔ آپ دیکھ لیجئے کہ ہندوستان میں برہمنوں کو آجتک

مصری

کہتے ہیں جو علامت ہے اس امر کی کہ وہ اہل مصر ہیں +

قدیم مصری ایک مصالحہ جانتے تھے جسکے مل دینے سے لاش خراب نہیں ہوتی اور ہزاروں برس جوں کی توں موجود رہتی تھی۔ وہ اول لاش کے شکم سے اندرونی آلائش نکال ڈالتے تھے (مگر نہیں معلوم کہاں سے نکالتے تھے۔ میں نے متعدد لاشوں کے پیٹ دیکھے اُن میں زخم کا نشان نہ تھا) اسکے بعد مسالہ ملکر ریشمی دہجیوں سے لاش کو خوب کسکر باندہ دیتے تھے۔ اُسکے اوپر ریشمی کفن پہناتے اور لاش کو حسب حیثیت طلائی نقش و نگار کے چوبی صندوق میں رکھتے جسپر مرنیوالے کی شکل ہو بہو پوری صناعی سے بناتے تھے۔ وہ شکل جو زندگی میں تھی۔ تاکہ دیکھنے والا مُردے کی صورت اور اصلی صورت کو سامنے رکھکر عبرت سے تغیر حالات کو دیکھے۔ پھر ایک چوبی صندوق کو ایک بڑے سنگین بکس میں بند کر کے اُس عظیم الشان تہ خانے میں رکھدیا جاتا تھا۔ جو اہرام کے نیچے واقع ہے +

اہل مصر کی رسم تحریر ساری دُنیا سے نرالی تھی۔ وہ جانوروں کی شکل کے حروف بناتے تھے۔ مثلاً لکھنے والے نے طوطا مینا۔ ہاتھی۔ گھوڑا بنایا۔ اور پڑھنے والے نے اُن کو ملاکر مطلب نکال لیا۔ یہ حروف لاش کے کفن۔ چوبی صندوق سنگین بکس سب پر لکھے جاتے تھے +

ایک نیا انکشاف

گو ساری دُنیا مان رہی ہے کہ یہ لاشیں کسی مصالحہ کے سبب آجتک محفوظ

رہیں۔ لیکن میری رائے اسکے خلاف ہے۔ اور میں ایک دوسرے زبردست علمی پہلو سے دعویٰ کرتا ہوں کہ یہ لاشیں ایک

طلسمی عمل

کے سبب محفوظ ہیں۔ میرا یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ چونکہ یہ بات تمام دُنیا کے مسلمہ مسئلہ کے خلاف ہے۔ اسلئے میں اسپر وضاحت سے بحث کرنی چاہتا ہوں +

اوّل یہ غور کرنا چاہیئے کہ اہل یورپ کو مصالحہ کا خیال کیوں پیدا ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لاشوں پر کوئی چیز ملی ہوئی معلوم ہوتی ہے +

مگر مصری عجائب خانہ میں متعدد لاشیں ایسی دیکھی گئیں جو بالکل صاف ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی موم سے بنائی ہیں۔ ان میں ایک ساحرہ کی لاش ہے جسکا حال آگے آئیگا۔ اسکا جسم بالکل دُھلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ سیتی دوم کی لاش ہے جسپر مصالحہ کا مطلق اثر نہیں پایا جاتا +

دوم اگر مصالحہ ہوتا تو اہل یورپ صدہا لاشوں کو اپنے ممالک میں لے گئے ہیں اور مُردوں کے اوپر کے کپڑے اُتار کر اُن کا کیمیائی طریق سے امتحان کیا ہی ناممکن تھا کہ کیمیائی تحلیل کے بعد مصالحہ کے اجزا معلوم نہوتے۔ اور وہ بھی آج اپنے مُردے محفوظ نہ کرتے تو اُنکی تجارتی اشیا ایسی ہزاروں ہیں جنکے مدت تک سلامت رکھنے سے ان کو فائدہ کی امید تھی۔ لیکن برف اور اسپرٹ کے سوائے کوئی چیز ان کو ایسی معلوم نہیں ہوئی جو مدت مدید تک کسی شئے کو اصلی حالت پر باقی رکھ سکے +

لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ مصری لاشیں کسی مصالحہ کے سبب سالم نہیں ہیں انکے **بقا کا راز** خود انکے چوبی صندوقوں پر کندہ ہے۔ مصری باشندے تاثیر کواکب کے عامل تھے۔ اور تاثیرات کواکب پر انکو پوری دسترس حاصل تھی۔ جسکا ذکر

تاریخوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور خود چوبی صندوقوں پر کندہ ہے ✦

مجکو اس خط سے واقفیت نہیں ہے۔ لیکن ان نقوش میں اکثر نقش ہمارے مروجہ تعویذات طلسمی و کوکبی سے مشابہ ہیں۔ اسلئے ہمکو یقین ہوتا ہے کہ یہ لاشیں عمل کواکب کے دائرے میں محفوظ کی گئی ہیں۔ اس امر کی گواہی قرآن شریف سے بھی ملتی ہے کہ فرعون کے زمانہ میں اہل مصر ساحری میں کمال رکھتے تھے۔ اسی واسطے حضرت موسیٰؑ کو جو معجزے دئے گئے وہ ساحرانہ قسم کے تھے جنسے جادوگر عاجز ہوگئے ✦

ان لاشوں میں بکثرت ساحروں کی لاشیں ہیں جن پر کتبے لگے ہوئے ہیں یہ بھی دلیل ہے اس امر کی کہ

اعمال سحر

کو اس معاملہ میں بڑا دخل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے وہ حضرات جن کو فن اعمال سے دلچسپی ہے۔ مصر آئیں تو اس ضروری معاملہ پر ضرور غور کریں۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً ✦

ان لاشوں میں بعض سیاہ ہوگئی ہیں۔ بعض سوکھ گئی ہیں۔ فرعون موسیٰ کے باپ سیس ثانی کا سنگین بُت دیکھکر معلوم ہوا تھا کہ وہ بڑی شان و شوکت اور کلے جبڑے والا بادشاہ ہوگا۔ لاش دیکھی تو جی بھر آیا۔ بیچارہ مشت استخوان پتلی پتلی کلائیاں۔ بالشت بھر کا چوڑا سینہ۔ لمبی سوکھی گردن۔ چہرہ اسقدر خوفناک کہ الٰہی تیری پناہ۔ سیتی اول کا چہرہ بالکل سیاہ ہوگیا ہے حبشی معلوم ہوتا ہے مگر بشرہ پر خوف نہیں ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص پڑا سوتا ہے بال اور ناخن باقی ہیں۔ ان سب لاشوں کے ناخنوں کو غور کرکے دیکھا۔ اکثر کے ناخن بڑھے ہوئے پائے۔ معلوم نہیں یہ لوگ مرتے وقت بیماری کے سبب

ناخن نہ ترشوا سکے یا انکے یہاں اسکا قاعدہ ہی نہ تھا۔ سیتی دوم کا سارا جسم اُجلا اور پاک صاف معلوم ہوتا ہے +

ایک ساحرہ کا بدن اسقدر شفاف اور چمکدار ہے کہ حیرت ہوتی ہے گویا کہ وہ شیشہ کی مورت ہے۔ پر آہ اُسکے چہرے کو نہ دیکھئے۔ بڑا ہیبتناک ہے۔ مرتے وقت سکرات کی تکلیف میں مُنہ کھل گیا ہے اور حد سے زیادہ کھل گیا ہے۔ جس سے مرنے والی کی شکل ڈراؤنی ہوگئی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکو سخت کرب اور بے چینی ہے۔ جسکے سبب مُنہ پھاڑ کر چیخ رہی ہے۔ کیسا ہی سنگ دل ہو۔ اسکا چہرہ دیکھ کر خوف خدا سے پانی پانی ہوجائیگا۔ اس ساحرہ کے صندوق کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ناگہاں چند نقوش آشنا نظر آئے۔ خیال دوڑا کے دیکھا تو بعض وہلاکی دشمن کا منتر تھا +

ہندوستان کے ایک جوگی نے اثنائے سفر تیرتھ جاترا میں مجکو ایسے نقوش کا ایک تعویذ بتایا تھا مگر وہ کہتا تھا کہ اسمیں بعض نقوش کم ہیں جو مجکو معلوم نہیں۔ ساحرہ کے تابوت پر کل نقش مل گئے۔ جنکو میں نے تمام وکمال نقل تو کرلیا۔ مگر جب ایسے عمل کرنے والوں کے انجام کو دیکھتا ہوں۔ جسکی مجسم مثال ساحرہ کی لاش ہے تو دل کانپ جاتا ہے۔ خدا ان تمام خرافات خبیثہ سے ہر انسان خصوصًا ہر مسلمان کو محفوظ رکھے +

خداوند نافرمان

فرعون کو دیکھئے۔ آنکھیں بند کئے پاؤں پھیلائے بیخبر پڑا ہے۔ چہرے کا خرانٹ پنا جوں کا توں موجود ہے +

ان سب لاشوں کے قد آجکل کی مانند ہیں۔ اور اس مشہور خیال کو غلط ثابت کرتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں ستر گز لمبے قد کے آدمی ہوتے تھے۔ فرعون بھی معمولی

قد و قامت کا تھا۔ البتہ جسم کے اعتبار سے پورا ایل شل جگادری تھا اور کیوں نہوتا۔ خدا کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑا ہونے والا معمولی انسان نہیں ہو سکتا +

آج دیکھئے بیکسی اور بے بسی کے عالم میں پچھڑے ہوئے پہلوان کی طرح چاروں شانے چت پڑا ہے۔ ڈاڑھی مونچھ تو ان تمام لاشوں میں کسی کی بھی نہیں ہے غالبًا سب کرزن فیشن کے تھے۔ لیکن فرعون کی ڈاڑھی کی جگہ ہڈی بھی تھوڑی سی ٹوٹ گئی ہے اور آنکھوں کے پاس بھی چوٹ کا نشان ہے۔ برخلاف اور لاشوں کے فرعون کی لاش موٹی تازی اسلئے ہے کہ وہ بھلا چنگا ہٹا کٹا دریا میں ڈوب مرا۔ اور بادشاہ چونکہ بیماریوں میں گھل گھل کر مرے۔ اسلئے ناتواں ہو گئے ہیں +

فرعون کے ہونٹوں کو بار بار دیکھتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ یہی حضرت موسیٰ کے سامنے بولنے کے لئے حرکت کرتے تھے۔ انہی سے وزیر ہامان کو حکم دیا گیا تھا کہ ایک اونچا سا مینار بنا تاکہ موسےٰ کے خدا کو جھانکوں کہ وہ کیسا اور کتنا بڑا ہے۔ او سرکش آدم زاد آج تو نے دیکھا کہ موسیٰ کا خدا کیسا اور کتنا بڑا ہے +

افسوس نہ ہوا تو اس زمانہ میں۔ ورنہ یورپ و امریکہ کے سائنس داں تیرا ساتھ خوب دیتے۔ بشرطیکہ تو شخصی حکومت سے دست بردار ہو کر پارلیمنٹ دیدیتا +

جی اُٹھ فرعون۔ آ چل۔ ہوٹل میں چلکر وسکی کا ایک جام پئیں اور دیکھیں کہ اس مصر میں کتنے کوٹ پتلون والے تجھ سے زیادہ سرکشی کے جذبات میں سرشار جوتیاں کھٹکھٹاتے پھر رہے ہیں +

کیا فرعون تو یہ خیال کرتا ہے کہ موسیٰ کے خدا نے دریا میں ڈبو کے تیرا نام ونشان مٹا دیا۔ نہیں نہیں۔ اُسنے قیامت تک تیرے نام کو زندگی بخشی۔ لوگ

اُن کتابوں کو آنکھوں سے لگاتے اور سر پر رکھتے ہیں۔ جن میں تیرا ذکر ہے۔ تو کہتا ہو گا کہ موسیٰ کا خدا تیرا دشمن تھا۔ نہیں اُسکو خبر نہیں تجھ سے کیا محبت ہے کہ قرآن شریف میں جہاں دیکھو تیرا ذکر۔ عربی مثل ہے۔ من احب شیئاً اکثر ذکرہ۔ جو جس چیز سے محبت رکھتا ہے اُسکا ذکر بار بار کرتا ہے۔ سو یہی کیفیت موسیٰ کے خدا کی ہے۔ جہاں دس پانچ باتیں بیان کیں کہ فرعون و موسیٰ کا قصہ شروع ہو گیا۔ کوئی مقام ایسا نہیں جہاں تیرا ذکر نہ آیا ہو۔ آجکل کے فرقۂ اہل قرآن کو تیرا زمانہ ملتا اور وہ جان سکتا کہ خدا کی دشمنی کے نتیجہ میں قرآن کے اندر ناموری حاصل ہوتی ہے تو وہ تجھ سے زیادہ سرکشی کرتا +

یورپ والے ہر تحقیق کا سہرا اپنے سر پر باندھ لینا چاہتے ہیں۔ اسلئے مشہور کیا جاتا ہے کہ ان مصری لاشوں کو اہل یورپ نے دریافت کیا اور باہر نکالا۔ ورنہ پہلے کوئی قوم جانتی بھی نہ تھی کہ ہزاروں برس کی لاش سلامت و محفوظ رہ سکتی ہے +

انہیں کیا خبر کہ مسلمانوں کے قرآن شریف نے تیرہ سو برس پہلے اسکی خبر دیدی تھی۔ اور سمجھنے والے سمجھ گئے تھے۔ مگر ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ جب وہ آتا ہے تو قدرت اپنا راز کھولدیتی ہے۔ فرعون کی لاش کی نسبت صاف لفظوں میں خبر دی گئی ہے کہ اسکا بدن محفوظ رکھا گیا ہے تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت ہو۔ چنانچہ قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ پس آج ہم تجھکو تیرے بدن کے ساتھ محفوظ کئے دیتے ہیں تاکہ تو اُن لوگوں کے لئے جو تیرے بعد دُنیا میں آئینگے (عبرت کی) نشانی ہو +

یہاں ایک بڑا باریک نکتہ ہے۔ ہزاروں برس تک فرعون کی لاش کا مخفی

رہنا اور ہمارے زمانہ میں ظاہر ہوتا - علامت ہے اس امر کی کہ ہم سے پہلے زمانہ والوں کو عبرت کی اسقدر حاجت نہ تھی - جتنی ہمکو ہے - اسواسطے اس زمانہ میں اسکا انکشاف ہوا - تاکہ وہ قومیں جو آجکل تمام دُنیا پر قبضہ کرنے کی ہوس میں ہیں اور فرعون کی طرح خدا کی ذات کا انکار کرتی ہیں - فرعون کی لاش سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں +

بیشک یہ سچ ہے - مگر اے خداوند! یورپ سے کے ہزاروں آدمی ہر سال قاہرہ میں آن کر اس لاش کو دیکھتے ہیں اور مطلق اثر پذیر نہیں ہوتے - ویسے ہی سرکش وحریص وستم جُو بنے رہتے ہیں - مہربان پروردگار! کسی موسیٰ کے آئے بغیر یہ بیشمار فرعون قابو میں نہیں آئینگے +

قدرتِ خدا کا تماشہ

چونکہ خدا تعالیٰ کو فرعون کی لاش کا بجنسہ موجود رکھنا منظور رہتا - اسواسطے اُسنے عجیب وغریب طریقوں سے اسکی حفاظت کی - عجائب خانہ مصر کی گائڈ بک کے صفحہ ۵۹۴ میں لکھا ہے کہ پہلے یہ لاشیں جنگل میں ایک مکان بنا کر رکھی گئی تھیں - ایک رات قریب کے گاؤں والوں کو خیال ہوا کہ ان لاشوں میں سونا اور جواہرات کثرت سے ملے گا - اسلئے چوری کے ارادہ سے رات کو مکان میں گھس آئے اور جب سونا اور جواہرات نہ پایا تو اوپری چیزوں کو نوچ کھسوٹ کر چلدئے - سب لاشوں کے وسط میں فرعون کی لاش بھی تھی اسکو مطلق ضرر نہ پہنچا - صبح جب لوگوں نے دیکھا تو تعجب ہوا - مگر فرعون کی لاش کو جب قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں ایک قسم کی رطوبت ہے جس سے شدت کی حرارت آرہی ہے چور غالباً اسی حرارت کی وجہ سے ڈر گئے +

اسکا ثبوت کہ یہی فرعون کی لاش ہے

ابتدا میں فرعون کی لاش کا صحیح حال معلوم نہ ہو سکا تھا۔ مسٹر بورہ نے حروفِ تابوت کو پڑھکر قیاس لگایا تھا کہ مرنے والا خونیا تتو بادشاہ ہے۔ مگر مسٹر جرو ف کو اس بیان میں شک تھا۔ آخر پانچ چھ یورپین فاضلوں کی موجودگی میں یہ تابوت کھولا گیا تو کفن کی عبارت سے ثابت ہوا کہ وہ منفتاح ابن رمسیس ثانی بادشاہ کی لاش ہے جو موسیٰ اور اسکی قوم کے خروج کے ایام میں بحر قلزم کے اندر ڈوب کر مر گیا +

سکندر کے زمانہ کی تاریخوں سے منفتاح ابن رمسیس ثانی کا پورا حال معلوم ہوتا ہے کہ یہی وہ فرعون تھا جسکو حضرت موسیٰ سے مقابلہ پیش آیا +

زبیر پاشا سابق بادشاہ سوڈان

مصر کے قریب گھنٹہ بھر کے راستہ پر ایک جگہ حلوان ہے۔ ہر گھنٹہ ریل جاتی ہے۔ یہاں اکثر امرائے مصر رہتے ہیں۔ سُنا کہ زبیر پاشا سابق بادشاہ سوڈان بھی حلوان میں ہیں۔ چونکہ مجکو درویشان سوڈان کے حالات معلوم کرنے تھے۔ اسلئے پاشا کی ملاقات کے لئے حلوان گیا۔ ایک مراکشی مسلمان محمد ادریس البستانی میرے رہبر تھے۔ ہماری بگھی پاشا کے محل کے دروازے پر کھڑی ہوئی تو ایک حبشی دوڑا ہوا آیا اور سلام کر کے کارڈ لے گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پاشا نے علما کی ایک جماعت استقبال کو بھیجی۔ جنہوں نے اپنے ملک کے دستور کے موافق میرے بازوؤں کو پکڑ کر کھینچنا شروع کیا۔ مینے چونکہ مراکشی اور سوڈانی آداب کا ذکر بعض کتابوں میں پڑھا تھا۔ اسلئے اس وحشت خیز استقبال سے نہ گھبرایا اور ورنہ کوئی اجنبی آدمی ہوتا تو پریشان ہو جاتا۔ کیونکہ اُسکو یہ کھینچا تانی عجیب معلوم ہوتی۔ یہ لوگ جس نکتہ خیال سے ان حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں وہ بڑا دلچسپ ہے۔ چونکہ یہ سب عرب ہیں۔ اسلئے مہمان کو ہاتھوں ہاتھ زبردستی کھینچکر

گھر میں لیجانا فخر سمجھتے ہیں +
جب یہ کالی کالی چیونٹیاں میرے وجود دانہ گندمی کو کشاں کشاں قصر کے دروازے پر لے گئیں تو کالے کالے حبشی چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے جو میرے ہاتھوں اور دامنوں کو بوسے دیتے تھے۔ مکان اندر سے خوب آراستہ ہے۔ پاشا کے صاحبزادے سعید بے اٹھارہ سالہ ہیں اور حیلی کالج میں تعلیم پاتے ہیں۔ چونکہ پاشا ابھی اندر کے قصر میں تھے۔ اسلئے سعید بے نے مدارات کے تمام لوازمات پورے کئے اور ہندوستانی مسلمانوں کے حالات بڑے شوق سے دریافت کرتے رہے تھوڑی دیر کے بعد غلام نے خبر دی کہ پاشا ملاقات کے لئے تیار ہیں۔ اب سعد بے نے اور ایک دوسرے عالم نے میرے بازؤں کو پکڑا اور پاشا کے پاس لے گئے پاشا اسی سالہ بوڑھے ہیں۔ دراز قد۔ گندمی رنگ۔ ڈاڑھی خشخاش۔ سر پر چوگوشیا مخملی ٹوپی۔ سفید عربی لباس۔ کبرسنی کے سبب ہاتھ پاؤں میں رعشہ ہے میرے محل میں داخل ہوتے ہی سروقد کھڑے ہو کر تعظیم دی۔ اور بازو پکڑ کر اپنے پاس کوچ پر بٹھایا۔ اسکے بعد حکم دیا کھانا لاؤ۔ فوراً میز پر کھانے چنے گئے۔ میں نے کہا یہ تو کھانے کا وقت نہیں۔ بولے۔ عرب کے گھر سے مہمان بغیر کھانا کھائے نہیں جاسکتا پاشا بھی شریک طعام ہوئے۔ الحمد اس طرح اپنے پنجۂ شیرافگن کو گوشت کی بوٹیوں پہ مارنا شروع کیا کہ افغانی منظر سامنے آگیا +
حبشی غلام شیشے کے گلاس ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔ مینے پانی مانگا تو پاشا نے اشارے سے اپنا پیالہ طلب کیا۔ یہ لکڑی کا بنا ہوا گول برتن تھا جسمیں تاگو بچار بھیگے ہوئے تھے۔ پاشا نے کہا شیشے کے گلاس بھی حاضر ہیں۔ مگر میں ہمیشہ اسی کاٹ کے برتن میں پانی پیتا ہوں۔ اور اپنی گزشتہ تیرہ سو برس پہلے کی بدویت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ میں عباسی ہوں۔ اور ایک عباسی کا فرض ہے کہ وہ اپنے قدیم

اوضاع و اطوار کو باقی رکھے - یہ آلو بخارے کو دفع کرتے ہیں - اگر آپ منظور کریں تو اس پیالے میں پئیں ورنہ گلاس موجود ہے - میں نے کہا جس طرح ایک عباسی اپنے قدیمی اطوار کا حامی ہے - ایک حسینی ہاشمی بھی اسی طرح ان مراسم پر فدا ہے - لا اے عرب کے بادشاہ - میں کاٹ کے پیالے کو ان کانچ کے برتنوں پر ترجیح دیتا ہوں +

پاشا نے جب یہ سنا کہ میں حسینی ہوں تو زور سے اپنی کھرکھرائی ہوئی بوڑھی آواز کو کھینچا - اور گوشت کی بوٹی رکابی سے اٹھا کر مجھکو دی کہ لو اے میرے ابن عم یہ کھاؤ - زبیر پاشا کے چہرے پر اسوقت خوشی کا رنگ تھا - مینے بوٹی لے لی - اور کھا کر کاٹ کے پیالے کا آدھا پانی پی گیا - باقی پانی کو زبیر پاشا کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اٹھا کر غٹ غٹ چڑھا گئے +

اب بات بات میں وہ مجھکو ابن عم کہتے تھے - یعنی چچا کے بیٹے اور میں انکو ملک العرب - بادشاہ عرب کے خطاب سے مخاطب کرتا تھا - مہدی سوڈانی کی بغاوت سے پہلے یہ تمام سوڈان کے بادشاہ تھے - خدیو مصر سابق نے انکو دھوکے سے مصر بلا کر قید کر لیا - بعد میں مہدی نے بغاوت کی اور سوڈان پر قابض ہو گیا لیکن مصر نے انگریزوں کی اعانت سے مہدی کی حکومت کو اُسکے خلیفہ عبداللہ تعائشی سے چھین کر اپنے علاقہ میں شامل کر لیا - اب زبیر پاشا کو چار ہزار روپئے ماہوار خرچ کے لئے ملتے ہیں - انکا بیٹا سعد بیے بڑا ذہین اور ہوشیار معلوم ہوتا ہے - آجکل جمیلی کالج میں زیر تعلیم ہے +

زبیر پاشا انگریزی طرز حکومت کے بڑے مداح ہیں - انہوں نے کہا کہ عرب نہ خوشامد کرتے ہیں نہ حق فراموش ہوتے ہیں - اسواسطے میں آزادی سے کہتا ہوں کہ انگریزی حکومت اگلے زمانہ کے طریق حکومت سے بہت اچھی ہے +

اسکے بعد اُنھوں نے دریافت کیا کہ کیا ہند کے مسلمان سوڈان و مصر کے مسلمین خصوصًا میرے نام سے واقف ہیں؟ میں نے کہا۔ اے ملک العرب! اُنکے پاس کتابیں ہیں۔ وہ مصر و سوڈان کے ہر جزو کل حال سے آگاہ ہیں۔ زبیر پاشا نے کہا تو میرا سب چھوٹے بڑے امیر غریب مسلمانانِ ہند کو سلام کہدینا +

لہذا میں اس نامہ کے ذریعہ سے اپنے ملکی برادرانِ دین کو اس نیک و پرجوش عباسی پاشا کا سلام پہنچاتا ہوں +

اختتام سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ زبیر پاشا کے خصائل میں میں نے بالکل وہ کیفیت پائی جو اگلے زمانہ کے تاجدار عربوں کے حالات میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں۔ رخصت کے وقت باوجود سخت دھوپ کے اپنے قصر سے باہر نکل کر سڑک تک آنا اور بار بار معذرت کرنا کہ اے ابن عم مجھ سے تمہاری کچھ مدارات نہ ہو سکی۔ ایسا نظارہ تھا جسکی نظیر موجودہ تمدن و تہذیب کے ایام میں بالکل ناپید ہے +

۲۲۔ جون سنہ ۱۹۱۱ء

گزشتہ ہفتہ زبیر پاشا کی ملاقات کے حالات میں ادریس البنانی مراکشی کا ذکر آیا ہے اسکی کیفیت ذرا وضاحت سے سُننی چاہئے۔ تاکہ مسافرین مصر اس قسم کے بدمعاشوں سے احتیاط رکھیں +

میں جب یہاں آیا۔ اور مروجہ عربی زبان کے سمجھنے اور بولنے میں دقت ہوئی تو جامع ازہر کے دہلوی طالب علم مولوی عبدالرحمن صاحب کو ساتھ رہنے کی تکلیف دی۔ اور اُنھوں نے مہربانی کر کے ترجمانی وغیرہ ضروریات میں بہت سا وقت مجکو دیا۔ تاہم بعض اوقات تنہا بھی پھرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ایک رات میں رستہ بھول گیا اور ڈاکٹر نصوحی کی دوکان پر گیا۔ تاکہ وہ کوئی آدمی رہبری کے لئے ساتھ کر دیں۔

وہاں اُنھوں نے ایک مراکشی بزرگ سے ملاقات کرائی جو مراکو کے برگزیدہ شیخ ہونے کے علاوہ متموّل تاجر بھی ہیں۔ یہ صاحب بہت بوڑھے ہیں۔ میں ان سے باتیں کر رہا تھا کہ ایک نوجوان ۲۴ سالہ گاڑی لیکر آیا۔ اور شیخ کو بٹھا کر لے چلا۔ چلتے وقت نصوحی سے اس نے میرا حال دریافت کیا۔ اور یہ معلوم کرکے کہ میں راستہ بھول گیا ہوں۔ نہایت اخلاق سے گاڑی میں بٹھالیا۔ اور بولا کہ ان بزرگ کو ہوٹل میں پہنچا کر آپ کو منزلِ مقصود تک لے چلوں گا +

راستہ میں کبھی وہ عربی بولتا کبھی انگریزی۔ اور بیتابانہ اظہارِ عقیدت کرکے میرے کُرتے کے دامنوں کو چومتا اور کہتا ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہندی شیخ کی زیارت میسّر آئی۔ اور یہ سُنکر کہ میں مصر کے مشائخ اور ناموَر عمائد سے ملنا چاہتا ہوں سیکڑوں نام لینے شروع کئے کہ یہ سب میرے دوست ہیں۔ میں ان سے ملاقاتیں کراؤنگا +

اگرچہ وہ گفتگو نہایت مؤثر اور متین پیرایہ سے کرتا تھا تاہم اس فوری میل جول سے مجھکو شک ہوگیا۔ اور جلدی پیچھا چھوڑانے کی فکر کرنے لگا۔ قصّہ مختصر شیخ کی قیامگاہ پر پہنچکر اُسنے تمام حاضرین سے میری بزرگی کی فضول تعریفیں شروع کیں اور سب کو میری دست بوسی پر مجبور کیا۔ ظالم کی باتوں میں عجیب اثر تھا۔ سارا بازار دست بوسی کیلئے ٹوٹ پڑا۔ اسکے بعد نہایت مکلّف خوان میں چا لائی گئی۔ میں حیران تھا کہ یہ آدمی کون ہے اور کیا چاہتا ہے +

چا سے فارغ ہوکر وہ میرے ساتھ ہولیا اور باتیں کرنی شروع کیں۔ مصری پالٹکس پر ایسی برجستہ تقریر کی کہ واہ۔ کہنے لگا۔ آپ کہیں تو گاڑی کرلیں۔ ورنہ رات کا وقت ہے میں ایک ایسے راستہ سے لیچلوں گا کہ آپ بہت جلد ہوٹل پہنچ جائینگے مگر یہ راستہ گلیوں کا ہے۔ گاڑی وہاں نہ جائے گی۔ مینے پیدل جانا قبول کیا +

گیارہ بج چکے تھے۔ اور میں ہوٹل جلدی پہنچنا چاہتا تھا۔ مگر بنیانی خبر نہیں کن تاریک گلیوں میں لئے ہوئے گھسا جا رہا تھا۔ جہاں آدمی کا نشان نہ تھا۔ اس خوفناک راستہ کو دیکھ کر مینے چلنے سے انکار کیا۔ اور واپس ہونا چاہا۔ مگر بنیانی نے یقین دلایا کہ اب بازار بہت ہی قریب ہے۔ تھوڑی دور چل کر اُسنے ایک عالیشان پھاٹک میں دستک دی۔ دروازہ کھُلا اور ایک موٹا ہٹا کٹا عرب سامنے آیا۔ بنیانی نے مجھ سے کہا۔ آئیے یہ ایک بہت بڑے شیخ کا مکان ہے۔ ان سے ملاقات کیجئے مینے انکار کیا۔ اور وقت کی تنگی کا عذر کرکے چلنا چاہا۔ مگر بنیانی نے نہایت اصرار اور خوشامد سے روکا۔ مجبوراً اندر گئے۔ دیکھا کہ ایک برقی لمپ روشن ہے اور کمرہ خوب آراستہ ہے۔ لیکن کوئی شخص موجود نہیں۔ ہم کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں پھاٹک بند کر دیا گیا۔ اس سنسان جگہ کو دیکھ کر مجھے سخت وحشت و دہشت ہوئی۔ لیکن بنیانی پر اپنے خوف کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ بنیانی نے عرب سے دریافت کیا۔ شیخ کہاں ہیں۔ عرب نے جواب دینے سے پہلے مجکو گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا۔ اور بے پروائی سے جواب دیا۔ وہ اسکندریہ گئے ہوئے ہیں۔ اسکے بعد بنیانی نے مجھ سے کہا۔ یہاں ایک مراکشی عرب رہتا ہے جو تعریفیہ (پانچ پیسہ کا مصری سکہ) کو چٹکی میں ملکر اشرفی بنا دیتا ہے۔ مین نے کہا یا بنیانی۔ میں خود یہ ہنر جانتا ہوں۔ مجھے کسی سے ملنے کی ضرورت نہیں میں اپنے ہوٹل پر جاؤنگا۔ مجھ سے یہ فضول باتیں نہ کرو۔ اور فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ بنیانی بھی اُٹھا۔ اور عرب سے سرگوشی کرنے لگا۔ یہ نقشہ دیکھ کر مینے قدم بڑھایا اور پھاٹک کا کھٹکا کھول کر باہر نکل گیا۔ دس پانچ قدم چلا تھا کہ پیچھے سے روپیہ چھنکنے کی آواز آئی۔ مڑکر دیکھا کہ بنیانی عرب کو کچھ دے رہا ہے۔ بنیانی اسکو دیکر قریب آیا اور بولا یہ شخص شیخ کا مہمان ہے اور غریب ہے۔ لہذا اسکی کچھ خدمت

کردی گئی ۔ میں نے اس تقریر کا کچھ جواب نہ دیا ۔ اور تیزی سے چلنا شروع کیا ۔ کوئی ہزار قدم کے بعد بازار کی روشنی نمودار ہوئی ۔ اور دیکھا کہ فاحشہ عورتوں کا بازار ہے بہزار پریشانی اس دوزخ سے نکل کر بڑے بازار میں آئے ۔ گھڑی دیکھی تو ۱۲ بج چکے تھے ۔ مصر میں یہی وقت اوباشوں کی تفریح کا ہے ۔ تمام بازار میں گھماگھمی تھی ۔ ہوٹل پہنچ کر کپڑے اُتارے ۔ اور کھانا کھانے کے لئے دوسرے ہوٹل میں گیا ۔ بنیانی ساتھ تھے ۔ ہر چند ٹالا مگر وہ کب ٹلتے تھے ۔ کھانے میں شریک ہوئے اور پورے چھپر کا لقمہ کھا کر اُٹھے ۔ اور رخصت ہوئے ۔ صبح کو میں تلاوت کلام مجید سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ پھر تشریف آگئے ۔ آج مجھے حلوان میں زبیر پاشا سابق بادشاہ سوڈان کے پاس جانا تھا ۔ چاہا کہ بنیانی کو جدا کروں مگر ناممکن تھا ۔ یہ بلا ساتھ ہوئی ۔ ناظرین کہیں گے کہ ایک آدمی کا علیحدہ کرنا بھی کچھ مشکل ہے ۔ لیکن جب اُنکو ایک کوٹ پتلون دار مہذب صورت شخص سے واسطہ پڑے جو عالمانہ گفتگو کرتا ہو اور بے غرض خدمت کا مدعی ہو ۔ جسکے برتاؤ میں متانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو ۔ اُسکو ناشائستگی سے دھتکارنا آسان نہیں ہے

زبیر پاشا کی ملاقات کے بعد بنیانی نے تین چار اور بڑے بڑے نامی آدمیوں سے ملایا ۔ اور اُنکے گھر میں جا کر میری اس طرح تعظیم کی ۔ گویا وہ میرا غلام ہے ۔ ریل کا ٹکٹ خریدنے اور بگھی کا کرایہ دینے کے بعد جو کچھ باقی بچتا وہ جناب بنیانی اس طرح اپنی جیب میں ڈال لیتے گویا انہیں کا پیسہ ہے ۔ دو چار مرتبہ یہ حرکت کر کے اپنے نصیبہ کا جو کچھ تھا اُنہوں نے مجھ سے ٹھگ لیا ۔ سہ پہر کو میں نے اُنسے یہ کہکر پیچھا چھڑایا کہ کل میں کہیں نہیں جاؤنگا ۔ آپ تکلیف نہ کریں ۔ چنانچہ دوسرے دن وہ غائب رہے ۔ اور میں مولوی عبدالرحمن دہلوی کے ہمراہ سیر کرتا رہا ۔ لیکن بدقسمتی ۔ جب شام کو مولوی عبدالرحمن رخصت ہوئے اور میں ٹرام میں سوار ہو کر ہوٹل

کو چلا تو حضرت البنانی مسکراتے ہوئے پھر تشریف لے آئے اور ٹرام میں
بیٹھ گئے۔ ٹرام ہوٹل کے پاس پہنچی اور میں نے اُترنا چاہا تو بنیانی نے مجکو
پکڑ لیا۔ اور کہا کہ تھوڑی سی دور اور چلئے۔ ٹرام کے مجمع میں جبریہ ہاتھ چھوڑانا
اور ہشت مشت کرنا شائستگی سے بعید تھا۔ مجبوراً ساتھ ہو لیا۔ ریل کے اسٹیشن پر
اُترے اور اندر جانا چاہا۔ مینے انکار کیا۔ بگڑ کر بولا۔ خلوتیہ طریق کے ایک بزرگ
نے آپ کا ذکر اخباروں میں دیکھ کر مجھکو بھیجا ہے اور آپ کو دعوت دی ہے
وہاں اور بھی بہت سے عمائد اور اکابر مشائخ جمع ہیں۔ مینے کہا یہ کوئی طریقہ
دعوت کا نہیں کہ تم کو بھیجدیا۔ اُن کو پہلے ملاقات کرنی چاہئے تھی۔ میں ہرگز
اس دعوت میں نہیں جاؤں گا۔ بنیانی نے آنکھیں نکالیں۔ اور بازار کے انبوہ
سے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میں بازار میں اس سے جھگڑا
نہیں کرسکونگا۔ لیکن اُس کا گمان غلط نکلا۔ اور میں نے نہائت درشتی سے
کلام شروع کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر خلقت کے ٹھٹ لگ گئے۔ بنیانی چپ
ہو کر میرے ساتھ ہو لیا۔ اور ہوٹل تک خاموش چلا آیا۔ ہوٹل کے اندر آکر خوشامد
کرنے لگا۔ کہ اچھا اپنا کارڈ دیدو۔ میں شیخ صاحب کو دیکر آپ کی طرف سے
عذر کر دونگا۔ میں نے کہا تم نہیں جاؤ گے تو میں پولس کو بُلالونگا۔ یہ سُنکر
جلدی سے چلدیا۔ اسکے جانے کے بعد میں نے مالک ہوٹل سے ذکر کیا۔
اُسنے کہا تمنے پہلے سے نہ کہا۔ ہم اسکی خبر لیتے۔ اب آئیگا تو مرمت کر دی جائیگی
چنانچہ دوسرے دن صبح کو ہمارے چلے جانے کے بعد پھر آیا اور دربان نے
جونہی اُسکی صورت دیکھی پکڑ کے مالک کے سامنے پیش کیا۔ جسنے اس جنٹلمین
کے دو چار تھپڑ لگوائے اور باہر نکلوا دیا۔

اس طولانی سمع خراشی سے غرض یہ ہے کہ مسافر کو ان ممالک میں بہت احتیاط

کرنی چاہیئے یہاں بڑے چکنے چپڑے شائستہ ٹھگ ہوتے ہیں جو آدمی کو مختلف ذرائع سے لوٹتے ہیں +

جشن تاجپوشی لندن کی خوشی میں آج مصر میں بھی بڑی دھوم کا جلسہ ہے۔ گورنمنٹ کی جانب سے مجھکو بھی دعوتی کارڈ بھیجا گیا تھا۔ لیکن بسبب چند ضروری مصروفیتوں کے نہ جا سکا۔ اور تحریری مبارکباد بھیجدی +

قاہرہ و اسکندریہ کے تمام مشہور روزانہ اخباروں میں میرا ایک گشتی مراسلہ شائع ہوا ہے جسمیں حلقہ نظام المشائخ کے مقاصد سے اہل مصر کو آگاہ کیا گیا ہے اور مشائخ مصر سے ملنے کی آرزو کا اظہار ہے۔ نیز اُنسے اس مسئلہ میں رائے طلب کی گئی ہے اسلئے روزانہ اہل الرائے اصحاب کے خطوط ہوٹل میں آرہے ہیں۔ مگر افسوس کہ مشائخ کے کم ہیں۔ بعض مشائخ نے رائیں لکھ کر بھیجی ہیں۔ بعض نے رسالے ارسال کئے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ آئندہ پیش کیا جائے گا۔ کل شام کو ایک صاحب کا دعوت نامہ آیا تھا کہ تمہارا مطلب میرے پاس ہے۔ فلاں جگہ مجھ سے ملو۔ چنانچہ سید جیلاں شاہ کو لیکر اُن سے ملنے گیا۔ بڑی پاکیزہ صورت کے شیخ تھے۔ اپنی چند تصنیفات دیں۔ باتوں سے معلوم ہوا کہ جناب اقدس خارجی سلسلہ کے شیخ ہیں۔ تضیع اوقات کا افسوس ہوا۔ تاہم خوارج کے عقیدے کی کئی کتابیں ہاتھ آگئیں یہ لوگ دُنیا میں انہیں لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ جو انکے ہم خیال ہوں۔ ورنہ سب کافر +

آج عبدالکریم صاحب ہندی نے مدعو کیا تھا۔ رات کو خوب دلچسپ صحبت رہی +

۲۳۔ جون ۱۹۱۱ء

اڈیٹر صاحب اللواء سے اگرچہ پہلے بھی ملاقات ہو چکی تھی۔ مگر آج پھر دوبارہ

ملنے گئے۔ اس نوجوان کو صوفیوں کی اصلاح سے بہت دلچسپی ہے۔ کل کے اخبار میں میرے مراسلہ پر ایک بسیط نوٹ شائع کیا ہے۔ جسمیں فلسفۂ تصوف کی بڑی تعریف کی۔ مصر جیسے شہر میں یہ شخص غنیمت نظر آیا۔ جہاں سوائے پالٹیکس کے دوسری بات کرنی کفر ہے۔ دیر تک صحبت رہی۔ مسائل تصوف و مسائل ہند پر مکالمے رہے۔ تیسرے پہر مصری وطن پرستوں کے مقتدائے اعظم

عبدالعزیز شاویش

سے ملاقات ہوئی۔ بڑا تیز طرار۔ ہوشیار اور گہرا شخص ہے۔ مشائخ مصر کے مسئلہ پر دو گھنٹے گفتگو رہی۔ مصر کا مشہور روزانہ اخبار العلم انہی کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے۔ وعدہ کرتے ہیں کہ العلم میں مسائل تصوف پر اپنے خیالات ظاہر کرینگے اور اہلِ مصر کا حلقۃ المشائخ ہند سے تعارف کرائینگے +

عبدالعزیز نوجوان۔ تنومند اور بشاش چہرہ کا آدمی ہے۔ آنکھوں میں ایک قسم کی شوخی ہے۔ مصری قاعدہ کے موافق ڈاڑھی صاف ہے +

۲۴ - جون ۱۹۱۱ء

مولوی عبدالرحمٰن کی معیت میں ایڈیٹر المنار رشید رضا سے ملنے گئے۔ شخص باعتبار شکل و صورت و باعتبار عادت و خصلت بالکل دہلی کا مرزا حیرت ہے صورت تو اس قدر مشابہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ المنار مشہور رسالہ ہے۔ ہندوستان میں بھی بکثرت پڑھا جاتا ہے۔ اہل ہند دور کے ڈھول کی آواز ہمیشہ شوق و دلچسپی سے سنا کرتے ہیں۔ اسلئے المنار کے مضامین بھی پسند کرتے ہیں۔ مصر میں اس شخص کو مغرور متکبر اور خود غرض سمجھا جاتا ہے +

ذاتی تجربہ سے میں رشید رضا کی نسبت کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا۔ کیونکہ

اُسنے میرے ساتھ غیر معمولی اخلاق برتا۔ لیکن اسکی تحریروں کے دیکھنے سے جو ہمیشہ صوفیہ کرام کے خلاف ہوتی ہیں۔ اور اہلِ مصر سے اندرونی حالات سُننے کے بعد فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ رشید رضا مصر کا مرزا حیرت ہے +

اس سے بھی مشائخ مصر کے متعلق گفتگو ہوئی۔ رائے زنی میں اسنے علمی استدلال کو مؤثر طریق سے استعمال کیا۔ اور یہ تو پہلے ہی خیال تھا کہ وہ صوفیوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں دے گا +

شام کو محمود بک سالم بیرسٹر سے سہ بارہ ملاقات ہوئی۔ یہ شخص مصر میں بیمثل ہے تمام قومی و دینی کاموں میں دلی اخلاص سے حصہ لیتا ہے۔ ہر اخبار والے کو معقول امداد خفیہ طور پر دیتا ہے۔ کامیاب بیرسٹر ہے۔ اور اسکے علاوہ ذاتی املاک کی بڑی آمدنی ہے۔ آج دونوں وقت حکیم غلام نقشبند کابلی کے ہاں کھانا تھا۔ یہ قاہرہ میں کئی برس سے آنکھوں کا علاج کرتے ہیں۔ اور خوب کامیاب ہیں۔ جوشیلے دیندار اور صاحب اخلاق ہیں +

۲۵۔جون ۱۹۱۱ء

آج پھر طبیعت خراب ہے۔ شام تک ہوٹل میں رہے۔ عصر کے بعد مولوی عبدالرحمٰن کے ہمراہ مصر جدید کی سیر کو گئے۔ یہ جگہ پیرس کے نمونہ پر موجودہ مصر سے ۴ میل کے فصل پر آبادی کی جا رہی ہے۔ ٹرام وہاں تک جاتی ہے۔ اور مصر کی مروجہ ٹرام سے مصر جدید کی ٹرام گاڑیاں زیادہ خوبصورت بنائی گئی ہیں۔ اور اُن میں صرف سکنڈ اور فرسٹ کلاس درجے ہیں۔ تھرڈ نہیں +

جب ہم مصر جدید میں پہنچے تو واقعی اسقدر پُر فضا اور دلکش سین نظر آیا کہ واہ۔ عمارتیں نہایت خوشنما اور خاص اسلوب کی۔ سڑکیں کشادہ اور صاف۔ جگہ جگہ

پھولوں کی کیاریاں۔ لفظوں میں اسکی تصویر کھینچنی دشوار ہے۔ اگر بیرس ایسی ہی ہے تو یقین ہے کہ ہم اُسکو بھی پسند کرلیں گے۔ وہاں باشندے سب گورے شلجمی رنگ کے ہیں۔ ہم کو پھیکا رنگ بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مصر جدید اس حیثیت میں پیرس سے بڑھ جائیگا۔ یہاں کے باشندے سب شکیل اور سلونی صورت کے ہیں +

یہاں ایک عجیب وغریب چیز دیکھی جسکو اینا پارک کہتے ہیں۔ دو قرش کا ٹکٹ لیکر اندر داخل ہوئے۔ سُرخ رنگ کے عالیشان مصنوعی پہاڑ بنے ہوئے ہیں اور ان میں ریل دوڑتی پھرتی ہے۔ پہاڑوں کی بلندی بالکل اصلی کوہستان کی مثل ہے اسپر ریل کا چکر کھاکر چڑھنا اور اُترنا عجیب لطف دیتا ہے۔ اور جب ریل یکدم نشیب کی طرف آتی ہے تو دیکھنے والے کو سناٹا آنے لگتا ہے +

پہاڑ کے دامن میں مصنوعی جھیل ہے جسمیں مشین کے ذریعہ ہر وقت جوش خروش کے ساتھ پانی بہتا رہتا ہے۔ پہاڑکی ریل چلتے چلتے ایک دفعہ ہی مشین کے پُرزوں پر پھسلتی ہوئی جھیل میں آن پڑتی ہے۔ لیکن پانی ریل کے اندر نہیں آتا۔ ریل کشتی کی طرح تیرنے لگتی ہے۔ ایک پُل بنایا گیا ہے جسکی سیڑھیاں برقی زور سے حرکت کرتی رہتی ہیں۔ اور ان متحرک زینوں پر جب لوگ چڑھتے اُترتے ہیں تو بڑی ہنسی ہوتی ہے۔ بجلی زینے کو ہر وقت جھٹکے دیتی رہتی ہے۔ اور چڑھنے والا اُچکتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور بڑی دقت سے اوپر جاتا اور نیچے آتا ہے۔ سیکڑوں اسپر چڑھتے ہیں۔ اور سیکڑوں نیچے کھڑے ان کی مشکلات پر ہنستے ہیں۔ اسی طرح ایک اور پُل ہے جو بجلی کے زور سے اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے۔ اسپر سے گزرنے میں بھی وہی تماشہ ہوتا ہے +

مصنوعی طور پر پانی کا بھرنا۔ اور چھوٹی چھوٹی نہروں میں کشتیوں کا چلنا بھی ایک عجیب چیز ہے۔ ایک گوشہ میں قد آدم آئینے لگے ہوئے ہیں۔ کسی میں آدمی چھوٹا

معلوم ہوتا ہے۔ کسی میں ٹیڑھا کسی میں سر بڑا۔ کسی میں پاؤں بڑے۔ غرض یہ سب آئینے مضحکہ خیز ہیں +

بجلی کے چراغ ہزارہا روشن ہیں۔ جنکی بہار بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے تمام مصر کے شوقین عورت مرد شام کے وقت اسکی سیر کو آتے ہیں۔ یہ خود اجنبی آدمی کے لئے ایک تماشہ ہیں۔ میں نے صرف آنکھوں سے ان چیزوں کو دیکھا مگر اور کسی تفریح میں حصہ نہ لیا۔ یعنی نہ ریل میں سوار ہوا نہ کشتی میں۔ نہ کسی اور چیز میں یہ تفریح ہم مذاق احباب کی معیت میں لطف دیتی ہے جو مجھے میسر نہ تھی +

اس جگہ ہم اہل مصر کی معاشرت کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں کہ ہر شخص اہل یورپ کی طرح عورتوں کو ساتھ لئے کس طرح آزادی سے سیر کرتا پھرتا ہے۔ کچھ مسلمان فرنچ عورتوں کو بغل میں لئے پھر رہے تھے +

۲۶- جون ۱۹۱۱ء

آج حلوان میں سید احمد بک حسینی سے ملاقات ہوئی۔ یہ مصر کے مشہور ذی علم امیر ہیں۔ اپنی تصنیفات کے چند نسخے مجکو بھی دئے جنکے مطالعہ سے راقم کی فاضلانہ جودت ظاہر ہوتی ہے۔ انہوں نے وعدہ لیا ہے کہ اب کے مصر آنا ہو تو میرے پاس قیام کیجئے گا۔ ہوٹل میں نہ ٹھہرئے گا۔ بہت خلیق اور ملنسار شخص ہیں +

شام کو قاہرہ کے سندھی ہندو تجار نے اپنی سبھا میں مدعو کیا تاکہ ہندو مذہب کی نسبت کچھ بیان کروں۔ ان لوگوں کی سو کے قریب جماعت مصر میں تجارت کرتی ہے سب لوگ خوش حال ہیں۔ ایک سبھا بنا رکھی ہے۔ جہاں آٹھویں دن جمع ہوتے ہیں اور مذہبی گفتگو کے علاوہ اپنے تنازع اور جھگڑوں کو باہم فیصل کر لیتے ہیں۔ سنی الوسع

عدالت میں مقدمہ نہیں جانے دیتے ۔ اسکے صدر ہو تی رام میں جنکی دوکان بہت کامیاب ہے ۔ تیس چالیس لاکھ روپیہ کا سامان ہر وقت موجود رہتا ہے ۔ جس میں ہندوستانی زیورات کپڑے ۔ برتن زیادہ ہیں +

بعد مغرب ہم ان کی سبھا میں گئے ۔ ان کا ڈپوٹیشن ہوٹل پر لینے آیا تھا ۔ شاندار استقبال کیا ۔ اوّل سری بھاگوت کی کتھا ہوئی ۔ اسکے بعد گوبند سنگھ جی کی سوانح عمری پڑھی گئی ۔ جس میں بار بار مسلمان بادشاہوں کے مظالم کا رونا رویا جاتا تھا ۔ میں نے یہ کلام سُنکر سوچا کہ یہی اسباب ہیں جنکے طفیل ہندو مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہو سکتا ۔ مسلمانوں میں ایسا کوئی مذہبی طریقہ نہیں ہے جسکے ذریعہ سے عام خیالات کو دوسری قوم کے خلاف بھڑکایا جاتا ہو ۔ مگر ان لوگوں میں یہ باتیں مراسم دین میں شامل ہیں ۔ اسواسطے ہندو مسلمانوں سے عداوت کرنے میں ترقی کررہے ہیں +

ان مراسم کے بعد جلسہ نے مجھ سے تقریر کی فرمائش کی ۔ مگر میں نے وقت کی تنگی کا عذر کیا ۔ کیونکہ میں اس قسم کے لوگوں سے بات چیت کرنی پسند نہیں کرتا تھا جو دوسرے مذہب کی دل آزاری جائز رکھتے ہوں ۔ میرا مذہب صلح کل ہے سب قوموں سے ملنساری برتنی چاہتا ہوں ۔ لیکن اگر کوئی خواہ مخواہ حملہ کرے تو منصفانہ جواب دہی بھی میرے عقیدے میں ضروری ہے ۔ مجمع نے زیادہ اصرار کیا تو کرشن جی کے اقوال پڑھ کر حاضرین کو گوبند سنگھ جی کا واقعہ یاد دلاکے بتایا گیا کہ مسلمانوں نے اگر کچھ زیادتی کی تو وہ محض ملکی انتظام کے سبب تھی ۔ شریر لوگ بغاوت کرکے اس میں خلل ڈالتے تھے ۔ اسلئے مسلمان مجبوراً سختی سے بغاوت کو روکتے تھے گیتا میں دیکھو ۔ جب ارجن نے مہابھارت کے وقت لڑنے سے انکار کیا اور کہا کہ اپنے رشتہ داروں کو مار کر زندہ رہنا بیکار ہے ۔ زندگی ان لوگوں کی زندگی سے

پر لطف ہی۔ اِنکے بعد اسکا کیا مزا۔ مگر کرشن جی نے ان کو نصیحت کی اور فرمایا کہ یہ بھاگنے والا لشکر اگرچہ تیرے رشتہ داروں کا ہے مگر یہ سب خدا کی نافرمانی کے سبب ناپاک ہوگئے ہیں۔ تلوار انکے کپڑوں کو پاک کرے گی۔ اور مرنے کے بعد انکو دوسرے پاکیزہ جسم ملینگے۔ اسلئے تو ان پر ہتیار چلا۔ چنانچہ ارجن نے کرشن جی کے ارشاد کے موافق جنگ کی اور خوب کشت و خوں ہوا۔ اسپر مسلمانوں کی حماقت کو قیاس کرو کہ اُنھوں نے بھی ناپاک اور پاپی لوگوں کو مار کر پاکیزہ جسم دلوائے وغیرہ وغیرہ۔ حاضرین فوری اثر کے اعتبار سے اُسوقت تو متاثر ہوئے مگر میں یقین نہیں کرتا کہ مسلمانوں کی دشمنی میں یہ چند الفاظ کچھ کمی پیدا کرسکیں گے۔ تقریر کے بعد مکلف کھانا پیش کیا گیا۔ اور بارہ بجے رات کے رخصت ہوئے۔ قاہرہ سے روانگی کے وقت ان ہندؤں نے ایک قیمتی تحفہ بھی نذر کیا ✦

۲۷ رجون ۱۹۱۱ء

آج عباس آفندی عرف عبدالبہا مقتدائے فرقہ بابی کی ملاقات کیلئے دوبارہ زیتون گئے۔ زیتون مصر سے آدہ گھنٹہ کی راہ ہے۔ ہر وقت ریل ملتی ہے۔ عباس آفندی بڑے ذی علم شخص ہیں ان کی باتوں میں بڑی کیفیت آتی ہے۔ مزاج بالکل سادہ ہے۔ اگرچہ مرید تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے ✦

رخصت کے وقت ایک تصوفانہ رسالہ نذر کیا جو اُنکے والد بانی فرقہ بابی کی تصنیف ہے۔ نیز اپنے ہاتھ سے میری سادہ کتاب پر اسلام کی آئندہ بہتری کی تدبیر لکھی جو عربی زبان میں ہے۔ اور جو عنقریب نظام المشائخ میں مذکورہ بالا رسالہ کے ساتھ شائع کی جائے گی۔ اخلاق کا یہ عالم کہ اسٹیشن تک پہنچانے آئے اور ایک اشرفی چلتے وقت نذر کی۔ میں نے لینے میں عذر کیا۔ اور کہا کہ مجھکو اس کی احتیاج نہیں

فرمایا - فقرا کو خیرات کر دینا - قبول کر لو +

۲۸ - جون ۱۹۱۱ء

آج بقیہ فقرا و مشائخ مصر سے ملاقاتیں کیں - جنکا ذکر علیحدہ حلقہ صوفیائے مصر میں آئے گا +

۲۹ - جون ۱۹۱۱ء

آج بابی الحلبی مشرق کے مشہور تاجر کتب سے ملاقات ہوئی - یہ مصر کے بلکہ اسلامی دنیا کے شہرہ آفاق تاجر ہیں - ہر فن کی کتابیں انکے ہاں ملتی ہیں - معاملہ انکا ایسا عمدہ اور صاف ہے کہ ہر شخص اسکی تعریف کرتا ہے - ہندوستان کے جو لوگ مصر آئیں پہلے اِن سے ملیں - ہر طرح کے مفید مشورے حاصل ہونگے - فن قومیات سے بھی آشنا ہیں - اور دل میں مسلمانوں کا درد رکھتے ہیں +

جب سے اخبارات میں میرا ذکر ہوا ہے - بھیک مانگنے والوں نے ناطقہ بند کر دیا - روزانہ ہوٹل پر مہذب صورت کے لوگ مانگنے چلے آتے ہیں +

آج رات کو میں ہوٹل کے دروازے پر بیٹھا تھا کہ ایک نوعمر صاحبزادے نہایت مکلف انگریزی سُوٹ پہنے ہوئے تشریف لائے - اور جھک کر سلام کر کے ہاتھ چومے اور سامنے کُرسی پر بیٹھ گئے - اور نہایت متانت سے فرمایا کہ میرے والد کلکتہ کے تھے - میں یہاں مصر میں پیدا ہوا - اسلئے ہندی زبان نہیں جانتا - آپکا ذکر اخبار میں پڑھا اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ آج مجھے فاقہ ہے - جیب میں صرف ایک پیسہ باقی ہے - کچھ دیجئے تاکہ روٹی کھاؤں - میں نے حیرت سے اس تقریر کو سُنا اور جواب دیا کہ آپ جوان ہیں - محنت کر کے پیٹ پالئے - مانگنا بُرا ہے +

چونکہ کل روانگی کا ارادہ ہے۔ اسلئے جلدی جلدی سب سامان درست کیا جتنے ملنا رہ گیا تھا اُن سے ملاقاتیں کیں۔ افسوس کہ اپنے صوفی مشرب دوست مسٹر حبیب سے (جنکو ہندو ویدانت کا بڑا شوق ہے) نہ مل سکا۔ تاہم مولوی عبدالرحمٰن کے ذریعہ خطاب مکنون مصری اُنکو بھیجدیا۔ کیونکہ وہ ایک خطاب کے مستحق پائے گئے تھے۔ اور نہایت شوق سے خطاب تصوف لینے کے طلبگار تھے۔ ذوالنون مصری کے وزن پر اس فنا فی التصوف ہستی کا مکنون مصری لقب موزوں معلوم ہوا +

رسالہ الہلال کے مشہور اڈیٹر جرجی زیدان سے بھی آج ملاقات ہوئی۔ ۵۰ سالہ بزرگ ہیں۔ اور بڑے ہنس مکھ اور خلیق۔ اپنی تصویر بھی عنایت کی۔ ان کی تاریخ دانی اسلامی دُنیا میں مسلم ہے +

آج قاہرہ کا قیام ختم ہوتا ہے +

۳۰۔ جون سنہ ۱۹۱۱ء

اکثر عمائد مصر کا اصرار تھا کہ روانگی کے وقت سے مطلع کرنا تاکہ ریل پر وداع کرنے آئیں۔ مگر مجھکو یہ رسم پسند نہیں۔ مقتدائے گروہ وطنی عبدالعزیز شاویش اڈیٹر اللوا۔ محمود بک سالم وغیرہ احباب کا خاص تقاضا تھا کہ ہم ضرور ریل تک چلینگے۔ آج روانگی ہے۔ ارادہ ہوا کہ خبر دیدوں۔ مگر چند مصلحتوں کے خیال سے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ مالک ہوٹل کے پاس متعدد پیام ٹیلیفون آئے کہ شیخ الھند کس وقت روانہ ہونگے۔ مالک نے مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے ہدایت کی کہ میرے چلے جانے کے بعد سب کو میرا اسلام اور شکریہ بھیجدینا اور کہنا کہ وہ سوار ہو گئے۔ بالفعل خاموش ہو جاؤ +

آج صبح ساڑھے چھ بجے قاہرہ سے رخصتی ہوئی - امام الدین صاحب خیاط پنجابی اور حافظ عبدالقادر نگینوی ہمراہ ہیں - یہ بھی زیارات بیت المقدس و شام و حجاز کو جائیں گے - ساڑھے سات بجے چپ چاپ ریل پر سوار ہوئے اور گاڑی چلدی +

ڈیڑھ گھنٹہ میں طنطا پہنچے - یہاں حضرت سیدی احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے - جسکا رتبہ ان ممالک میں حضرت خواجۂ خواجگان اجمیری رح کا سا مانا جاتا ہے - تمام مصر، شام و افریقہ کا مرجع ہے - شیخ سنوسی مشہور و معروف بزرگ جنکا ذکر یورپ کے اخبارات میں آیا کرتا ہے انہیں کے سلسلہ میں ہیں +

ریل سے اُتر کر اسباب ایک لوکندہ میں رکھا اور سیدھے حضرت کے مزار پر حاضر ہوئے - بڑی عالیشان عمارت ہے - حضرت کی مسجد میں ایک مدرسہ بھی ہے - جس میں تین ہزار کے قریب طلبہ دینیات پڑھتے ہیں - اس مدرسہ میں حساب و جغرافیہ بھی پڑھا جاتا ہے - چنانچہ ہم مسجد میں پھر رہے تھے - یکایک منبر پر جو نگاہ پڑی - دیکھا کہ انگریزی حروف سے آراستہ ایک سیاہ تختہ منبر پر رکھا ہے - ہم حیران ہوگئے کہ انگریزوں نے ممبر دین پر کیونکر قبضہ کرلیا - دریافت سے معلوم ہوا کہ اُستاد حساب کا درس دیتے وقت کھریا سے یہ نقش بناتے جاتے ہیں - کسی اُستاد نے یہ تختہ منبر پر رکھدیا +

حضرت کے مزار پر عظیم الشان گنبد بنا ہوا ہے جسکے اندر طلائی کام کی گلکاری ہے - مزار کے گرد مصری مزارات کے دستور کے موافق برنجی چھپر کھٹ ہے اور اس پر حضرت کا نسب نامہ کندہ ہے - ہم یہاں دو گھنٹے ٹھہرے رہے - اور خوب دُعائیں مانگیں +

واپسی کے وقت یہاں کے سجادہ نشیں کو دریافت کیا - ایک صاحب ہم کو

اُنکے دولت خانہ پر لے گئے - وہاں سیکڑوں آدمی ہماری طرح شیخ کی زیارت کے انتظار میں چشم براہ تھے - یہ شیخ مصری مشائخ کی عام حالت کے خلاف پابند شریعت اور صاحب نسبت بزرگ ہیں پورے ایک گھنٹہ ہمنے راہ دیکھی مگر شیخ باہر تشریف نلائے مجبورًا لوکندہ کو چلے گئے - اور کچھ دیر آرام کرکے پھر حاضر ہوئے - اب بھی خلقت کا ہجوم تھا - ہمنے اپنا کارڈ شیخ کو بھجوایا - جسکو ملاحظہ کرتے ہی باہر تشریف لے آئے - اور ہم کو خلوت خانہ خاص میں لیجا کر بٹھایا - جہاں اور کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی +

شیخ پچاس ساٹھ کے درمیان سن رکھتے ہیں - بڑی نورانی صورت ہے - اور باتوں میں ایک کیف معلوم ہوتا ہے - دیر تک ہندی مسلمانوں علی الخصوص مشائخ کے حالات دریافت فرماتے رہے - میں نے عرض کیا کہ مجکو بھی بسلسلہ احمدیہ اور سلسلہ شاذلیہ کا فیض پہنچا ہے - تعجب سے فرمایا - کس کے ذریعہ؟ عرض کیا حضرت مولانا شاہ سید بدرالدین پھلواروی کے واسطے سے - اور اُنکو شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر المصری سے یہ سلسلہ پہنچا ہے - شیخ عبدالرحمٰن ابوخضیر کا نام نامی سُنکر شیخ نے ارشاد کیا کہ اوہو یہ تو ہمارے بڑے دوست ہیں - ہم اور وہ مدت تک ساتھ رہے ہیں + اسکے بعد حلقہ کا ذکر آیا - حضرت شیخ نے اسکے مقاصد کو بہت پسند فرمایا اور کامیابی کی دعا فرمائی میںنے عرض کیا کہ سب اہل حلقہ اور فلاں فلاں (چند احباب کے نام لئے گئے) کیلئے دعا فرمائی - چنانچہ سب کے لئے حضرت نے دعا کی + قہوہ اور شربت کی تواضع کے بعد ارشاد ہوا کہ تمہارا کچھ حق میرے پاس ہے - اسکو لیتے جاؤ - میں تمہارے چہرہ پر آثار اجتہاد پاتا ہوں - حضرت الشیخ کے اس فرمان نے میرے بدن میں سنسنی پیدا کردی - آنکھوں میں آنسو آگئے +

قلم دوات اور کاغذ طلب فرماکے چند سطریں تحریر فرمائیں کہ ہمنے حسن نظامی کے چہرہ پر آثار جدو اجتہاد دیکھکر اور یہ معلوم کرکے کہ وہ فقرا کے گروہ کو منظم

کرنے والا ہے اپنے سلسلۂ قادریہ شاذلیہ احمدیہ وغیرہ جمیع سلاسل کی اجازت دی کہ وہ ان سلاسل میں اہلِ ہند سے بیعت لے - اسکے بعد مجکو چند نصائح تحریر فرمائیں - فرمان دستخط و مُہر سے مزین کرکے اس عاجز کو عطا فرمایا - اور ایک خاص کتاب اپنے اوراد و وظائف کی طلب فرماکے عنایت کی اور اُنکے پڑھنے کی اجازت بخشی +

ہمکو آج ہی اسکندریہ جانا ہے کیونکہ کل یافہ کا جہاز چھوٹنے والا ہے - اس لئے رخصت طلب کی - حضرت نے فرمایا - جی چاہتا تھا کہ آجکی رات میرے پاس رہتے مگر خیر جاؤ - خدا حافظ - حالات سے مطلع کرتے رہنا - شیخ سے رخصت ہوکر ریل پر آئے اور ساڑھے پانچ بجے سوار ہوکر آٹھ بجے اسکندریہ پہنچے - راستہ میں دریائے نیل کی نہر ریل کے ساتھ ساتھ چلتی تھی - جسکے سبب جنگل سرسبز اور کیفیت دار ہے +

اسکندریہ میں گاڑی کیا پہنچی قیامت آگئی - چاروں طرف سے ہوٹلوں کے دلال چمٹ گئے - ان میں بکثرت یورپین تھے - اور دو ایک مسلمان - ہر شخص اپنا کارڈ سامنے کرتا اور ہوٹل کی تعریف سُناکر اپنی طرف کھینچنا چاہتا - میں حیران تھا کہ کیا کروں - ہر چند اُن سے کہا کہ صبر کرو - اطمینان سے کارڈ پڑھنے دو - مگر وہ کب مانتے تھے - اسباب کے ٹکڑے کرکے باہم تقسیم کرلیا - اور غل مچانا شروع کیا - مسلمان کہتے کہ یہ حرامی نصرانی ہیں ہمارے ساتھ چلو - تم بھی مسلمان ہم بھی مسلمان - یورپین گو بکثرت تھے - مگر گنتی کے چند مسلمانوں کی یہ گالیاں سُنکر کچھ نہ کہتے تھے - گھبراہٹ میں مجبور ہوکر میں نے ایک ترکی ٹوپی والے دلال کا کارڈ لے لیا - کارڈ لیتے ہی غل مچا کہ یہ حرامی بھی نصرانی ہے - آخر بہزار دقت پلیٹ فارم سے باہر آئے - اور وہاں پولیس کے آگے یہ قصہ پیش ہوا - مسلمان پولیس افسر نے اسباب مسلمان دلال

کے سپرد کر دیا - اور ہم عثمانی لوکنڈے میں آئے جو ایک ترک کا ہے - مالک بہت اخلاق سے پیش آیا - جگہ بھی خاصی اور ۱۲۔ ریو میہ کے کرایہ کی تھی - رات کو کھانا کھا کر لیٹ گئے - مگر کھٹملوں نے سونے نہ دیا - مسلمانوں کے ہوٹلوں میں یہ بڑی کمی ہے - اُنکو صفائی کا سلیقہ نہیں - اسلئے اُنکے ہاں کھٹمل کثرت سے ہوتے ہیں۔

یکم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

آج صبح تمام اسکندریہ کا گشت لگایا - شہر خوبصورت اور شاندار ہے - نہ اتنا جتنی تعریف کی جاتی تھی - اول حضرت دانیال پیغمبر اور حضرت لقمان حکیم کے مزارات پر گئے - نہیں معلوم یہ مزارات سچے ہیں یا مصنوعی - بظاہر قدامت مترشح تھی - دونوں مزار ایک تہ خانہ میں ہیں - یہ زیارت کر کے قصیدہ بردہ کے مصنف امام بوصیری رح کے مزار پر حاضر ہوئے - بڑی دلچسپ اور مؤثر جگہ ہے - عمارت بھی خوشنما اور شاندار - یہاں ایک مدرسہ دینیات کا ہے جسمیں خدام کے بیان کے موافق دو ہزار کے قریب طلبہ تعلیم پاتے ہیں - روضہ کے اندر سُنہری حروف میں قصیدہ لکھا ہوا ہے - بہت دیر بیٹھے رہے - اس مزار کی سی کیفیت سارے سفر میں کہیں نہ دیکھی - واپسی میں ترجمان سکندر ذوالقرنین کے مزار پر لے گیا - جو ایک معمولی بوسیدہ مقبرہ ہے - معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور بزرگ کا نام سکندر تھا ان لوگوں نے ذوالقرنین مشہور کر دیا - مجاور بڑے شریر ہیں - جب ہم غار کے اندر گئے تو باہر سے دروازہ بند کر دیا - اور زبردستی کر کے نذرانہ طلب کرنے لگے - مینے ڈانٹا اور حکومت سے شکایت کی دھمکی دی جب کھولا - بڑی تاریک جگہ ہے ۔
زندہ مشائخ سے ملنے کی خواہش کی گئی - تو ترجمان سید الحبشی نامی ایک بزرگ کے پاس لے گیا - سید صاحب صد سالہ معلوم ہوتے ہیں - ہوش و حواس

سلب ہیں۔ کسی سے بات نہیں کرتے۔ نہ چل پھر سکتے ہیں۔ خدام کندھے پر بٹھا کر گھر سے خانقاہ میں لائے اور مسند پر بٹھا دیا۔ یہ اکثر چیخیں مار کر روتے رہتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ انپر حالت مجذوبی طاری ہے۔ جو زبان سے نکل جائے پورا ہوتا ہے۔ خدام نے ہر چند کان کے پاس مُنہ لیجا کر پکارا کہ یہ لوگ ہندوستان سے آئے ہیں۔ مگر شیخ ہماری طرف ملتفت نہوئے۔ ایک شخص نے آواز دی کہ حضرت اِنکے لئے دعا کرو۔ اسکا بھی کچھ جواب نہ دیا۔ تیسرے نے صدا لگائی کہ جناب انکو انگریزی حکومت سے بڑی تکلیف ہے دعا مانگو کہ یہ تکلیف دور ہو۔ جواب اسکا بھی نہ ملا۔ مگر میں نے خود سبقت کر کے عرض کیا کہ نہیں جناب ہمکو انگریزی حکومت سے کچھ تکلیف نہیں۔ جس امر کی تکلیف ہے وہ دل میں ہے۔ دعا فرمائیے کہ یہ دل کی خلش رفع ہو۔ یہ کہکر میں جُھکا اور شیخ کے ہاتھ پر سر رکھدیا۔ اسپر شیخ نے صرف اَیْوَہ فرمایا یعنے ہاں ایسا ہی ہو گا۔ آیوہ کا لفظ شیخ کے مُنہ سے نکلتے ہی چاروں طرف مبارکباد کا غل مچ گیا۔ اور لوگ کہنے لگے کہ کام پورا ہوا شیخ کا اتنا لفظ کافی ہے وہ کسی کے لئے ہاں نہیں کہتے۔ اور کہتے ہیں تو اُسی کے واسطے۔ جسکا کام ہونے والا ہو۔ اسکے بعد ہم رخصت ہوئے۔ یہ چند ساعتیں بڑے لطف کی تھیں۔ شیخ قادریہ سلسلہ کے بزرگ ہیں +

یہاں سے باہر نکل کر بازار میں آئے۔ ایک قہوہ خانہ قریب تھا۔ وہاں سے ایک عرب اُٹھ کر آیا۔ اور پوچھا آپ سید ہیں۔ مینے کہا ہاں۔ تم کیا چاہتے ہو۔ بولا فاتحہ خیر پڑھو۔ اور دعا مانگو۔ وہیں کھڑے کھڑے فاتحہ پڑھی اور آگے بڑھا۔ مگر عرب نے بڑھنے نہ دیا۔ اور نہایت وحشیانہ طریق سے داڑھی پکڑ کے چوم لی۔ اسکی یہ حرکت دیکھ کر سارا قہوہ خانہ پل پڑا۔ اور داڑھی کے بوسے لینے شروع کئے۔ ان کی اس بدویانہ عقیدت نے میرے اوسان باختہ کر دئے اور جلدی سے گھبی میں

سوار ہو کر بھاگنا پڑا +

ہوٹل پر آ کر اسباب درست کیا۔ اور جہاز پر آئے۔ ٹکٹ پہلے لیلئے تھے معمولی طور پر ڈاکٹری معائنہ ہوا۔ اور خدا لویہ جہاز میں جو یافہ جاتا ہے سوار ہو گئے۔ ٹکٹ تھرڈ کلاس کا لیا تھا۔ کیونکہ یافہ صرف دو رات کا راستہ ہے۔ جہاز میں آ کر ترجمان کے ذریعہ سے ایک کوٹھڑی جہاز کے ملازمین سے چھ روپیہ فی کس زائد دیکر لے لی جسمیں نہائت عمدہ سکنڈ کلاس کے سے پلنگ سونے کیلئے اور صاف فرش موجود ہے۔

ترجمان صاحب نے عادت کے موافق یہاں بھی جھگڑا کیا۔ ہمنے اس کو ایک پال یعنی ۲ پیسے دئے تھے۔ جسپر وہ راضی نہوا۔ اور بگڑنے لگا۔ آخر پانچ قرش اور دئے تماشہ دیکھئے کہ باوجود اس جھگڑے کے سارٹیفکٹ کا طالب ہوا۔ میں نے اُسکی کتاب پر لکھدیا کہ "یہ ترجمان لوگ خدا کی تقدیر ہیں جسکے لکھے کا کسی کو حال معلوم نہیں"۔ سارٹیفکٹ لیکر ترجمان خوشی خوشی چلدیا +

دریا میں تلاطم زیادہ ہے۔ چار بجے لنگر اُٹھتے ہی ساتھی چکروں سے صاحب فراش ہو گئے۔ مگر میں مزے سے کتاب پڑھتا رہا۔ کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔ رات کو نیند بھی خوب آئی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک +

۲۔ جولائی ۱۹۱۱ء

صبح ۷ بجے پورٹ سعید پر جہاز نے لنگر کیا۔ ہم اُتر کر پورٹ سعید گئے۔ بہت آباد جگہ ہے۔ کھانا کھایا۔ اور تھوڑی دیر گشت لگا کے ہندوستان کو خطوط روانہ کئے۔ نہیں بلکہ خط روانہ کیا۔ کیونکہ آج صرف عزیزم واحدی صاحب کو خیریت نامہ بھیجا۔ زیادہ لکھنے کی فرصت نہ تھی۔ تیسرے پہر جہاز پر آ گئے۔ اور جہاز نے شام کو یافہ کی طرف چلدیا +

۳-جولائی ۱۹۱۱ء

آج صبح ۶ بجے یافہ نظر آیا۔ سات بجے جہاز لنگر انداز ہوا۔ چونکہ ہمارا جہاز مصر سے آتا ہے جہاں آجکل طاعون ہے۔ اسلئے ایک دن رات کا جہازی قرنطینہ ہوگا۔ یعنی جہاز ایک دن رات مع مسافروں کے کھڑا رہیگا۔ یہ فضول تضیع اوقات دشوار معلوم ہوئی کہ یافہ سامنے ہے مگر جا نہیں سکتے۔ تیسرے پہر ترکی ڈاکٹر جہاز پر آیا۔ ہمکو اُس شخص نے جس سے کوٹھڑی کرایہ پر لی تھی کوٹھڑی میں مقفل کردیا تاکہ ڈاکٹری زحمت سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ ۳ گھنٹہ گرمی میں حبس دم رہے تھرڈ کلاس کے سب مسافروں کے کپڑے بھپارے سے خراب اور نیلے کرکے ڈاکٹر صاحب چلدیے۔ اور انتظام کی خوبی دیکھیے کہ طبی سارٹیفکیٹ ایسا ارزاں تھا کہ ہمکو بھی مل گیا۔ حالانکہ نہ ہمنے اُنکی صورت دیکھی نہ اُنہوں نے ہماری +

خدیو یہ جہاز یورپین جہازوں کی طرح صاف ستھرا نہیں ہے۔ اور نہ مسافروں کے بھرنے کی کوئی حد مقرر ہے۔ جو آیا گھس گھس میرے کان میں گھس۔ یا اللہ ان مسلمانوں کو انتظام کا سلیقہ کب آئیگا +

رات کو کوٹھڑی والے کا حساب طے کیا۔ چاء کی ۹ پیالیاں تھیں ۵ فی پیالی وصول کئے۔ سالن کی ۳ رکابیوں کے ۱۲ لئے۔ عجب لوٹ ہے +

آج رات کو جہاز میں بیچارہ ایک مصری مسافر مرگیا۔ جسکے بال بچے دوسرے جہاز میں آ رہے ہیں۔ بے درد جہاز والوں نے وارثوں کے انتظار بغیر لاش کو دریا میں پھینک دیا۔ مجھپر اس کی بےکسی نے ایسا اثر کیا کہ غشی کی نوبت آگئی - آہ پردیس +

۴- جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

مصر کے وقت سے یافہ کے اوقات میں تفاوت ہے۔ سورج ساڑھے چار بجے طلوع ہوگیا۔ اور ۶ بجے ہم جہاز سے اُترے۔ حاجی درویش نامی ایک شخص نے جو یافہ میں زائرین کی خدمات کی معاش رکھتا ہے۔ آسانی سے کنارہ تک پہنچایا اور آٹھ بجے بیت المقدس کی ریل پر سوار کرادیا۔ یافہ میں بکثرت اس قسم کے وکلاء ہیں جو زائرین کے لئے آپس میں جھگڑتے ہیں۔ ریل تک پہنچتے پہنچتے بیت المقدس کے وکلاء کا بھی ہجوم ہوگیا۔ ایک وکیل صاحب ہمارے ساتھ ریل میں سوار ہوگئے۔ صورت تو شریفانہ ہے۔ دیکھئے برتاؤ کیسا رہے۔ یافہ سے دو وقت بیت المقدس کو ریل جاتی ہے۔ فاصلہ تو صرف ۴۰ میل کا ہے۔ مگر کوہستان کے نشیب و فراز کے سبب گاڑی بہت آہستہ چلتی ہے۔ اور ۴ گھنٹہ میں پہنچتی ہے پہاڑ سب سرسبز ہیں۔ اور انگوروں کی بیلیں چاروں طرف پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یافہ سے دوسرا اسٹیشن رملہ ہے یعنی ارض فلسطین۔ یہ مشہور تاریخی مقام ہے۔ واپسی کے وقت یہاں اُترنے کا ارادہ ہے +

۱۲ بجے بیت المقدس کی زمین پر قدم رکھا۔ زہے نصیب۔ قلیوں اور گاڑیبانوں کا محشر برپا تھا۔ مگر وکیل صاحب کی مہربانی سے یہ منزل آسانی سے طے ہوگئی۔ اور سیدھے اپنے آقا و مولیٰ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ کے تکئے میں آئے۔ اگرچہ پہلے ارادہ ہوٹل میں ٹھہرنے کا تھا۔ لیکن حضرت بابا صاحبؒ کا نام سُن کر جی بے اختیار ہوگیا ہمیں وہ خاک ہزار ہوٹلوں سے بڑھ کر ہے۔ جہاں ہمارے پیشوا کے قدم پڑے حضرت بابا صاحب کا یہاں چلہ بھی ہے۔ تکیہ بہت صاف ستھرا اور شاندار ہے اسکے متولی شیخ عبدالقادر المدراسی ہیں جو بڑے سلیقہ والے اور منتظم ہیں۔ بہت

اخلاق سے پیش آئے اور ایک مقام پر ٹھہرایا +

یہاں خاصا گلابی جاڑا ہے۔ کہتے ہیں یہی موسم قدس کے سفر کیلئے مناسب ہے۔ نہ گرمی نہ سردی۔ درمیانی حالت۔ سردیوں میں ہم جیسے ناتوانوں کا گزر نہیں خوب برف پڑتی ہے۔ اسی سال سردی کے موسم میں چھ بنگالی حاجی اسی تکیہ میں مر گئے ٹھنڈ کے سبب کوئلے سلگا کر اور کواڑ بند کر کے سو گئے تھے۔ صبح بارہ میں سے چھ زندہ نکلے۔ آج دن بھر کہیں نہ گئے۔ طبیعت پر تکان زیادہ ہے۔ کل سے زیارتیں شروع کرینگے۔ رات کو شیخ التکیہ نے دعوت کی اور خوب مزیدار کھانے کھلائے +

۵-جولائی ۱۹۱۱ء

رات کو نیند صاف نہ آئی۔ ۳ بجے بیدار ہو کر حوائج سے فراغت حاصل کی اور قرآن شریف پڑھتے رہے۔ آٹھ بجے ابراہیم عبدالقادر آفندی مزور بیت المقدس تشریف لے آئے۔ انکو لیکر زیارات کو نکلے۔ بیت المقدس پہاڑ پر آباد ہے اسلئے راستوں میں آسمان زمین کا سا نشیب و فراز ہے۔ حرم تکیے سے بہت دور نہیں ہے۔ جسوقت ہمنے حرم کے اندر قدم رکھا۔ جہاں جوتیوں سمیت جاتے ہیں دل کی حالت دگرگوں ہونی شروع ہوئی۔ کچے صحن کو طے کر کے پختہ صحن کے پاس پہنچے تو جوتیاں اُتار لیں۔ مگر اور لوگ اکثر پہنے پھر رہے تھے۔ اس صحن میں داخل ہونے سے پہلے مزور نے کھڑے ہو کر چند دعائیں پڑھیں۔ جو بڑی موثر تھیں ہم آمین کہتے گئے۔ آخر میں میں نے مزور سے کہا کہ میرے اہل حلقہ اور خاص دوستوں کے لئے بھی دعا مانگو۔ اُسنے خبر نہیں کس قیامت کے الفاظ چھانٹ کر دعا کی کہ جی بے قابو ہو گیا۔ اور بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں۔ اول گنبد صخرہ شریف میں گئے۔ اور نوافل ادا کئے۔ اسکے بعد تمام مسجد اقصےٰ کا گشت لگایا۔ اور ہر چیز

کو غور سے دیکھا۔ یہاں ہر شئے عجیب اور نایاب ہے۔ اسلئے ایک ایک چیز کی تفصیل ضروری ہے تاکہ اہلِ وطن گھر بیٹھے زیارت کا مزا حاصل کریں۔ مگر اس تفصیل کے لئے ایک ہی دن میں گنجائش نہیں۔ حرم میں روزانہ حاضری ہوگی۔ تھوڑا تھوڑا ہر روز لکھ لیا جایا کرے گا +

حضرت سلیمان کی مسجد آجکل بند ہے۔ کیونکہ اس جگہ سے چند انگریزوں نے مخفی گڑھا کھود کر پُرانے تبرکات چُرا لئے ہیں۔ جسکی یہاں بڑی شہرت ہے۔ گورنر معزول کیا گیا ہے اور شیخ الحرم قید ہے۔ مقدمہ کی تحقیقات جاری ہے۔ تا اختتام تحقیق یہ مسجد مقفل رہے گی +

آثار قدس کی زیارت کر کے عیسائیوں کے گرجہ میں گئے۔ جہاں حضرت عیسیٰؑ کی قبر اور دیگر آثار ہیں۔ آج کی تاریخ میں سب سے زیادہ مؤثر یہودیوں کا طریق زیارت تھا۔ یہ لوگ حرم کے اندر نہیں آتے۔ کیونکہ انکے عقیدہ کے موافق چونکہ تورات مسجد کے اندر دفن ہے۔ لہذا اندر آنے سے وہ پامال ہوگی۔ باہر ایک دیوار کو چمٹ چمٹ کر روتے ہیں۔ اُنکا بیتابانہ دیوار کو چمٹنا۔ چومنا اور گریہ وزاری کرنا۔ دل میں نشتر مارتا تھا۔ عورت۔ مرد۔ بچے۔ بوڑھے۔ جوان۔ سب ہی تھے۔ کتابیں ہاتھ میں تھیں۔ دعائیں مانگتے جاتے تھے +

عیسائیوں کے گرجہ کا دربان مسلمان ہے۔ کنجی اُسیکے پاس ہے۔ جناب عالی مع اپنی سفید ڈاڑھی کے مسند پر تکیہ لگائے نصارےٰ کے قبلہ گاہ بنے بیٹھے تھے سیدنا حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانہ سے آجتک اس گرجہ کی کنجی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ جب شام ہوتی ہے۔ کلید بردار پادریوں اور تمام زائرین کو دروازہ بند کرنے کی خبر دیتا ہے۔ اور اُنکو باہر کر کے گرجا مقفل کر دیا جاتا ہے بعض لوگ خاص سفارش و کوشش سے اندر بھی رہ جاتے ہیں جنکو رات بھر

اسلامی قفل کے سبب وہیں محبوس رہنا پڑتا ہے +

عیسائیوں کا حج

عیسائیوں میں متعدد فرقے ہیں جو اپنے اپنے حساب سے قدس کے حج کو آتے ہیں۔ ان کا کوئی مقررہ و متفقہ دن نہیں ہے۔ رومی عیسائیوں کے حج میں مجمع زیادہ ہوتا ہے۔ شہر بیت المقدس میں اُسوقت جگہ نہیں رہتی۔ اس کثرت سے حجاج آتے ہیں۔ ان لوگوں کی مراسم عجیب ہیں۔ بعض فرقے محض اس شہر کی حاضری اور گرجے کے دفتر میں نام لکھوا دینے کو حج سمجھتے ہیں۔ بعض کے ہاں کچھ اور رسمیں بھی ہوتی ہیں۔ جنکا پورا حال ابھی تک تحقیق نہیں ہوا۔ بعد میں تحقیق کرکے لکھا جائیگا البتہ رومی عیسائیوں کا حج عجیب ہے۔ یہ لوگ اس گرجے میں جمع ہوتے ہیں۔ جہاں انکے خیال کے موافق حضرت مسیح صلیب دئے گئے۔ اور جہاں اُنکی قبر بھی ہے وسط میں ایک بلند مقام ہے۔ وہاں کوئی آتشی مادہ رکھا جاتا ہے۔ اور چھت کے اوپر سے گرجا کے خدام ایک شمع خاص ترکیب کے ساتھ آہستہ آہستہ اس آتش گیر مادہ پر لاتے ہیں۔ جونہی شمع قریب آئی وہ مادہ مشتعل ہوجاتا ہے۔ جسکی شعاعیں قبر کے چاروں طرف درخشاں ہونے لگتی ہیں۔ اسوقت ایک پادری جسکو اس خدمت کے لئے کئی ہزار اشرفیاں ملتی ہیں ایک بڑی شمع ہاتھ میں لیکر دوڑتا ہے اور ان شعلوں سے شمع کو روشن کرلیتا ہے۔ اور باہر مجمع میں لیکر آتا ہے۔ یہاں ہزاروں آدمی ہاتھوں میں شمعیں لئے کھڑے رہتے ہیں وہ سب اس شمع سے اپنی شمعیں روشن کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نورِ خدا ہم کو حاصل ہوا۔ اسکے بعد یہ پادری شمع لئے ہوئے سیدھا حضرت مریم کے مزار پر جاتا ہے اور وہاں جاکر شمع کو خاموش کردیتا ہے۔ اور لوگ بھی اپنی شمعیں بجھا کر رکھ دیتے ہیں۔ اور بطور تبرک گھر

لے جاتے ہیں - بس یہاں ان لوگوں کا حج ہے +

بیت المقدس میں ہر قوم اور ہر مذہب کے جداگانہ گرجے بنے ہوئے ہیں ایک فریق دوسرے کے گرجا میں نہیں جاتا - لیکن اس بڑے گرجا میں جہاں حضرت مسیح کو انکے عقیدہ کے موافق صلیب ہوئی - سب یکجہتی سے زیارت کو آتے ہیں - اس بڑے گرجے میں جاؤ تو ہزاروں تصویریں نظر آئیں گی - حضرت کی زندگی کو آخر وقت تک مختلف پہلوں سے تصاویر میں دکھایا ہے - وسط میں صلیب پر کھچے ہوئے مسیح کی مورت ہے - جسکے آگے رات دن موٹی موٹی شمعیں روشن رہتی ہیں اور ہزاروں عیسائی عورت مرد اسکے آگے سجدہ کرتے ہیں - جہاں حضرت مسیح کی لاش کو غسل دیا گیا - وہاں سیکڑوں عیسائی میرے سامنے آکر سجدے کرتے تھے +

رافضی انگریز

یہاں کے اکثر پادری اور بڑے بڑے قسیس انگریزوں کو رافضی کہتے ہیں میں نے اسکا سبب پوچھا - بولے یہ لوگ ہماری اس مذہبی عقیدتمندی پر مضحکہ کرتے ہیں - سارے یورپ کی قومیں ان مراسم پر ایمان رکھتی ہیں - مگر انگریزوں کو ان سے انکار ہے - وہ آتے ہیں مگر بطریق سیر و سیاحت آتے ہیں - ان کے دل پتھر کے ہیں - ہم کو ان حالات میں دیکھ کر ہنستے ہیں - اس گرجا میں ہر قوم اور ہر دولت کا کوئی نہ کوئی مخصوص مقام ضرور ہے - لیکن انگریزوں کا کوئی نہیں وہ اس جھگڑے کو نہیں پالتے +

پادریوں کے نزدیک انگریز رافضی سہی - مگر میرے خیال میں انگریزوں کا یہ طرز عمل پسندیدہ ہے اور اُنکی ہوشمندی پر دلالت کرتا ہے - خدا کا شکر ہے کہ اُسنے ہمپر نصاریٰ کے اُس گروہ کو حاکم بنایا جو بُت پرست نہیں ہے - جس کا دل

توہمات کی غلاظت سے پاک ہے۔

مرقد حضرت مسیح

اس گرجا کے ایک گوشہ میں سنگ مرمر کا چھوٹا سا حجرہ ہے۔ جہاں دن کو تاریکی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بغیر شمع کی روشنی کے قدم نہیں اُٹھ سکتا۔ ایک چھوٹی سی کھڑکی میں کُبڑے ہو کر داخل ہوئے۔ وہاں ایک مختصر سے حجرے میں حضرت مسیح کی قبر ہے۔ قبر پر تعویذ نہیں ہے۔ مرمری چبوترے پر مرمر کی دو سلیں رکھی ہیں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح یہاں ۳ دن دفن رہے۔ اور یہیں سے آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔ یہاں بھی تصاویر مسیح آویزاں ہیں۔ پادری نے کیوڑہ کا تبرک ہمارے ہاتھوں پر ڈالا۔ اور ہمنے اسکے کاسۂ گدائی میں چند سکے ڈالدئے اس گرجا کے حصہ کو توڑ کر حضرت عمرؓ نے مسجد بنا دیا تھا۔ جو ابتک آباد اور موجود ہے۔ یہیں گرجا کی ایک چھت پر معلم کے بیان کے موافق سلطان صلاح الدین نے کسی صوفی درویش کے لئے خانقاہ بنوائی تھی جو ابتک اُن بزرگ کی نسل کے قبضہ میں ہے۔ عیسائی بے شمار دولت دیکر یہ مقام خریدنا چاہتے ہیں۔ مگر درویش زادے اپنے آسن سے ہلنا منظور نہیں کرتے +

شام کو روسی گرجا کو دیکھنے گئے بہت شاندار ہے۔ یہاں قاعدہ ہے ہر قوم کے گرجا میں عالیشان مسافرخانہ و شفاخانہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ تاکہ زائرین آرام پائیں۔ روسی گرجا کے راستہ میں ایک عالیشان قلعہ نظر آیا جسکی بُنیادیں حضرت سلیمانؑ کے زمانہ کی ہیں اور اوپر کا حصہ سلطان سلیمان ترک نے بنایا ہے بیت المقدس کی سڑکوں پر چھڑکاؤ نہ ہونے سے بڑی ویرانی اور وحشت ہے۔ پانی یہاں نایاب ہے۔ برف باری اور بارش کے زمانہ میں لوگ کنوئیں بھر لیتے ہیں پھر تمام سال کام میں لاتے ہیں۔ چھڑکاؤ کیلئے پانی کہاں سے آئے +

۶- جولائی ۱۹۱۱ء

صبح ناشتہ کے بعد مسجد اقصےٰ میں حاضر ہوئے اور محراب حضرت زکریا علیہ السلام میں بیٹھ کر یہ دعا پڑھی۔ اُسوقت بالکل تخلیہ تھا اور پروردگار کی نظر توجہ بھی ملتفت تھی۔

محراب حضرت زکریا علیہ السلام میں دعا[۱]

"زکریا کے رب! اپنے بندے کی ندا کو رحمت سے سننے والے خدا! جب زکریا نے اس محراب میں بیٹھ کر تجھ سے کچھ مانگا۔ تو تیرے قول کے موافق چپکے سے مانگا۔ جسکو تو نے سُن لیا۔ اور زکریا کے دامن مراد کو گوہر مقصود سے بھر دیا۔ بتا کہ میں ندائے خفی سے پکاروں یا صدائے جہر لگاؤں۔ زکریا عمر میں بوڑھے تھے۔ اور میں قوے کے اعتبار سے ضعیف ہوں۔ زکریا کو اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کی شکایت ہے۔ یعنی اس سے نمو کی صفت مفقود ہوگئی ہے +

زکریا ایک وارث کے آرزومند تھے جو آل یعقوب کے ورثہ کو برقرار رکھے اور خاندان کا نام روشن کرے۔ زکریا اپنے دیگر قرابت داروں سے ڈرتے تھے کہ ولی حقدار کے نہ ہونے کے سبب کہیں وہ بزرگوں کے طریقہ کو برباد نہ کردیں۔ میں بھی اے خداوند وارث کا طلبگار ہوں جو اسلام کے ورثہ کو قائم رکھے اور بڑھائے۔ مجکو بھی اپنے نااہل طریقت سے وہی ڈر ہے جو زکریا کو تھا۔ زکریا کو اپنی دعا کے مقبول ہونے کا یقین تھا۔ میرا بھی ایمان ہے کہ تو دعا کو رد نہیں کرے گا۔ تو بس جلدی

[۱] اس دعا کے پڑھنے سے پہلے سورۂ مریم کا پہلا رکوع ناظرین دیکھ لیں جب اصل کیفیت آئیگی ۱۲

میں سے کچھ میرے دل پہ وارد کر۔ میں زکریا کی مثل تیرے ظہورِ قدرت پر تعجب نہیں کرونگا۔ میں بھولے بھالے زمانہ کا آدمی نہیں ہوں جو خلاف عادت کسی بات کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاؤں۔ تیری کرشمہ سازیاں سُنی ہیں۔ دیکھی ہیں۔ زکریا کو ایک فرزند کی بشارت دی۔ اسکا نام بھی خود ہی رکھا میرے لئے کیا ارشاد ہے۔ معنوی فرزند کا متمنی ہوں۔ مگر نام تجھ سے نہیں رکھواؤنگا۔ تیرے مقبول پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کا رکھا ہو نام مُسلم کافی ہے + برکت والی زمین۔ مقبول محراب۔ صاحب الاحترام مسجد۔ سب آمین کہو۔ آج میں اپنے رب کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ بیٹا مانگتا ہوں۔ نسبی نہیں روحانی۔ صلبی نہیں قلبی۔ ایسا کہ دُنیا میں میری خواہش کے موافق خوشی و راحت کو پھیلائے۔ یحییٰؑ کی طرح گریہ وزاری کرنے والا فرزند نہیں چاہتا یحییٰ کی حالت اُسوقت کے لئے موزوں تھی۔ آج ہنس مُکھ ہشاش بشاش اولاد کی ضرورت ہے +

اے رب اس محراب میں دعا کرنے والے زکریا کو کفار نے آرے سے چیر ڈالا۔ اور تیری دی ہوئی نعمت یحییٰ کو خاک و خون میں ملا دیا۔ میں اس سے پناہ مانگتا ہوں۔ دشمن سے زیر ہو کر مرنا گوارا نہیں۔ میرا فرزند میدانوں میں للکارنے والا ہو۔ توپوں کی گاڑیوں سے کھیلے۔ اور آتشبار گولوں کو اُچھالتا پھرے۔ حرارتِ دین اُسکے دل کو گرمائے۔ رافتِ ملت اس کی بات کو نرمائے۔ حق سے شرماتا ہو۔ ناحق سے گھبراتا ہو۔ الحاد و دہریت کی کھال کھینچنے والا۔ جہل و توہم کی موت۔ تساہل و کاہلی کا پیام اجل۔ آگے بڑھنے والا اور بڑھانے والا۔ جاگنے والا اور جگانے والا + آمین +

یہ مجموعی دعا تھی جس میں سب مسلمان شریک ہیں۔ کیونکہ جو بیٹا میں نے مانگا ہے وہ نسبی نہیں ہے میں سب مسلمانوں کا وارث مانگتا ہوں۔ ایسا جو میرے جذبات کا وارث و فرزند ہو۔ چاہے وہ ہند میں پیدا ہو یا کسی اور ملک میں۔ سید کے ہاں ہو یا کسی قوم کے ہاں۔ اس سے بحث نہیں مسلم ہونا چاہئے۔ اسکے بعد دُنیا کے قاعدہ کے موافق دوستوں کے لئے اولاد کی التجا پیش کرتا ہوں +

ہند میں تیرے چند بندے اور بندیاں اولاد کے لئے بیقرار ہیں۔ اس مقبول مقام پر تیری مستجاب جناب میں اُنکا پیام پیش کرتا ہوں +

قدرت والے طاقت والے خدا۔ خالی گودوں کو جیتی جاگتی نیک صالح اولاد سے بھر دے اور اپنے اس بندۂ عاجز کی دعا کو مقبول فرما +

بطفیل اس عزت دار جگہ کے بطفیل حضرت زکریا و جمیع پیغمبرانِ حق کے و بطفیل تقدس اس محراب بزرگ کے۔ محروم نہ رکھ۔ آمین +

آج عبدالقادر صاحب نگینوی نے اپنے ہاتھ سے چٹ پٹا کھانا پکایا۔ اور ہم سب نے سیر ہو کر کھایا۔ بشام کو شیخ التکیہ کے ہمراہ دوبارہ حرم میں گئے۔ اور تمام اماکن کو تفصیل سے دیکھا۔ شیخ کو یہاں کی معلومات تاریخی حیثیت سے بہت اچھی ہے۔ خدام حرم تو یوں ہی گولے لُڑکایا کرتے ہیں +

۷۔ جولائی ۱۹۱۱ء

آج قدس کے قاضی صاحب نے جنکو ضلع کا ڈسٹرکٹ جج سمجھنا چاہیئے ملاقات کا وقت دیا تھا۔ دس بجے ملاقات ہوئی۔ ساٹھ برس کے قریب عمر ہے۔ ذی علم اور متقن ہیں۔ علما و مشائخ ہند کی بابت بہت سے سوال کئے۔ تصویر کے لینے فونوگراف کے مسئلہ میں بھی اُنسے دیر تک بحث کی۔ انکو اس مسئلہ میں مُلا نے خیال کا ہندی عالم پایا گیا۔ چاند کی تار خبر پر بھی گفتگو ہوئی۔

انکی رائے میں اگر تار کا محکمہ معتبر ہاتھوں میں ہو تو خبر پر اعتبار کرنا چاہیئے۔ اختلاف مطالع اُنکے نزدیک قبول خبر سے مانع نہیں +

قاضی صاحب کی عدالت میں چاروں طرف آیات قرآن شریف جنسے فیصلہ کرنیوالے کے دل پر اثر پڑے لکھی ہوئی آویزاں ہیں +

مثلاً ایک طرف لکھا ہے۔ فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ یعنی لوگوں کا فیصلہ حق اور انصاف کے ساتھ کر جسمیں ذاتی کدورت و تعلقات کا دخل نہو دوسری طرف ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اگر تم کو معاملات کی حقیقت کا علم نہو تو واقفکار لوگوں سے دریافت کرو +

الغرض چاروں طرف اسی قسم کی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ قاضی صاحب اپنے منصب قضا کے علاوہ آجکل گورنری کا کام بھی کر رہے ہیں۔ کیونکہ گورنر سابق معزول ہو گیا ہے۔ اور ابتک دوسرا گورنر نہیں آیا۔ قاضی ترک ہیں۔ مگر عربی فارسی آسانی سے بول لیتے ہیں۔ قاضی صاحب سے رخصت ہو کر جمعہ کی نماز کے لئے چلدیا آئے۔ خلقت جوق جوق آرہی تھی +

مسجد اقصےٰ کا جمعہ

ہم چونکہ وقت سے پہلے گئے تھے منبر کے پاس جگہ مل گئی۔ بعد میں دیکھا کہ دور دور کہیں تل رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ نماز سے پہلے مختلف قاری قرآن شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ انکے لئے مسجد میں ممتاز جگہ بنی ہوئی ہیں۔ ایسا ہی مسجد کے بلند منارہ پر نماز سے پہلے ایک قاری زور سے تلاوت کرتا ہے۔ اور نعت بھی پڑھتا جاتا ہے جسکی صدا دور دور جاتی ہے۔ یہ طریقہ مجکو بہت موثر معلوم ہوا کہ کلام خدا اور ذکر رسول کی صدا ان تمام گرجاؤں پر چھا جاتی ہے جو قدس کے چاروں طرف واقع ہیں + منبر پر خطبہ کے وقت دو علم نصب کئے جاتے ہیں جنکے پھریروں پر کلمہ طیبہ

سنہری حروف میں کڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خطیب صاحب شاندار تاج نما عمامہ باندھکر اور سبز چوغہ پہنکر آہستہ آہستہ منبر پر جاتے ہیں اور خطبہ پڑھتے ہیں۔ خطبہ گو حسب معمول عربی زبان میں ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ سامعین اور خطیب سب کی زبان عربی ہے لہذا خطیب نہایت پُرزور اور پُر اثر انداز سے اسکو ادا کرتا ہے۔ خطبہ میں ایک بات اس قابل دیکھی گئی جسکی تقلید ہندوستان میں ضرور ہونی چاہئے۔ اور تمام محب الفقرا مسلمانوں کو اسپر غور کر کے رواج دینا چاہئے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہاں

خطبہ میں حضرت غوث الاعظم رح

اور حضرت سید احمد بدوی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں حضرت خواجہ معین چشتی اجمیری کا نام نامی ہونا چاہئے +

نماز کا سلام پھیرتے ہی مؤذن نے کھڑے ہو کر آواز دی کہ فلاں مقام پر فلاں شخص مر گیا ہے۔ اُسکے واسطے غائبانہ نماز جنازہ ہونی چاہئے۔ یہ سنتے ہی امام صاحب نے وہیں محراب میں کھڑے ہو کر نیت باندھ لی۔ اور سب نمازی بھی شریک اقتدا ہو گئے۔ یہ قاعدہ بھی قابل ترجیح ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ کا دستور ہم لوگوں سے بالکل اُٹھ گیا ہے +

جمعہ کے بعد اُن مقامات کو دیکھا جہاں عیسائی عقائد کے بموجب حضرت مسیح کو یہودیوں نے سخت عذابات دئے تھے۔ یہ متعدد جگہ ہیں مثلاً ایک مقام پر حضرت گرفتار ہوئے وہاں مکان بنا دیا گیا۔ جسکے اندر واقعہ کی ایک مجسم تصویر بنی ہوئی ہے یہودیوں کے سپاہی کھڑے ہیں اور حضرت کو گرفتار کر رہے ہیں۔ اسی جگہ آپ کے کندھے پر صلیب رکھ کر دھکے دیدیکر چلایا جا رہا ہے۔ اور آپ کُرتہ کے دامنوں سے اُلجھ کر اور صلیب کے ناقابل برداشت بوجھ کے سبب گرے پڑتے ہیں۔

ایک جگہ حضرت مریم تشریف رکھتی ہیں۔ اور مسیح کو اُنکے سامنے اس طرح پا بزنجیر

کندھے پر صلیب پیش کیا گیا ہے کہ رونا آتا ہے۔ حضرت مریمؑ بیکسی سے فرزند کی یہ حالت دیکھ کر غمگین ہیں۔ اور مسیحؑ کے چہرے پر خون کی بوندیں سر سے ٹپک رہی ہیں۔ کیونکہ ظالموں نے اِن کو کانٹوں کا تاج پہنایا ہے۔ الغرض اسی قسم کے متعدد مکانات ہیں جنپر نمبر لگے ہوئے ہیں کہ عذاب کی پہلی جگہ۔ دوسری جگہ وغیرہ۔ اسی طرح سے منزل بہ منزل صلیب گاہ تک چلے جاتے ہیں +

آجکل ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ یعنی وہ اصلی محبس دریافت ہوا ہے جہاں حضرت کو قید رکھا گیا تھا۔ یہ مقام ہمارے تکیہ کے قریب پہاڑ میں نکلا ہے۔ ہم بھی اسکو دیکھنے گئے۔ کھدائی اور صفائی کا کام جاری ہے۔ پہاڑ کے اندر عجیب وغریب طریقوں سے کھود کر مکان بنائے گئے ہیں۔ انکے اندر جاؤ تو حمام کی سی بو آتی ہے۔ بہت سے ہیر پھیر کے بعد ہم اُس مقام پر پہنچے جہاں حضرت مقید تھے یہ پہاڑ میں ایک بنچ بنایا ہے جسکے وسط میں دو سوراخ ہیں۔ قیدی کو اُس بنچ پر بٹھا کر دونوں پاؤں اِن سوراخوں میں ڈال کر نیچے قلابہ میں بیڑیاں مقفل کر دیتے تھے۔ چنانچہ سوراخوں کے نیچے آہنی قلابوں کا نشان اب بھی موجود ہے۔ مجھ پر اس جگہ کا بڑا اثر پڑا۔ کیونکہ قدس میں عیسائی یادگاروں میں یہی ایک ایسی یادگار ہے جسکی اصلی صورت موجود ہے۔ اور عیسائی عقیدہ کے بموجب کہہ سکتے ہیں کہ یہاں خاص اس پتھر پر حضرت مسیحؑ نے تشریف رکھی۔ یہ غار بہت چھوٹا سا ہے۔ بمشکل پانچ چھ آدمی سما سکتے ہیں۔ بارہ تیرہ زینے طے کرکے اور نیچے گئے تو دیکھا کہ صفائی ہو رہی ہے۔ وہاں مُردوں کی ہڈیاں اور کھوپریاں مٹی سے نکلی ہوئی ہمنے بھی دیکھیں۔ غالباً یہاں بیچارے قیدیوں کو بند کر دیا جاتا تھا۔ اور وہ گھٹ گھٹ کر مر جاتے تھے +

آج شام کو ابراہیم حسن آفندی نے اپنے مکان پر کھانے کے لئے مدعو کیا۔

آجکل یہ شیخ الحرم مقرر ہوئے ہیں۔ سیرچشم اور بے طمع ہیں۔ خدام قدس کی اصلاح مدنظر ہے۔ رات کے ۱۰ بجے۔ انکے ہاں سے فراغت ہوئی +

۸ر جولائی ۱۹۱۱ء

رات سے انتظام ہوچکا تھا۔ صبح حوائج سے فارغ ہوکر مقام خلیل الرحمٰن کو روانہ ہوئے جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ حضرت یعقوب۔ حضرت یوسف۔ حضرت اسحٰق جیسے جلیل القدر نبی مدفون ہیں۔ یہ جگہ قدس سے ۲۲ میل ہے ۵ گھنٹہ میں بگھی پہنچتی ہے۔ بگھی میں چار آدمی کی گنجائش ہوتی ہے۔ کرایہ ہمیشہ کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ۱۶ روپئے اور کم سے کم دس بارہ روپئے۔ ہم نے ایک گنی یعنے ۱۵ روپئے مع کوچمین کے انعام کے کرایہ دیا۔ رہبری کیلئے ہندی تکیہ کے شیخ عبدالقادر صاحب ہمراہ تھے۔ بگھی جسمیں ۳ گھوڑے جتے ہوئے تھے راستہ میں صرف ایک جگہ ٹھہری۔ بڑے مضبوط گھوڑے ہیں۔ آمد ورفت ۴۴ میل کا سفر۔ پہاڑی راستہ جسکے نشیب وفراز کی کوئی حد نہیں۔ انہی گھوڑوں کا کام ہے جو برداشت کرتے ہیں اور پتھریلی سڑک پر سرپٹ اُڑے چلے جاتے ہیں +

دوپہر کے قریب قصبہ خلیل الرحمٰن میں پہنچے۔ اوّل کھانا کھایا۔ اسکے بعد زیارت کو گئے۔ پہلے دروازہ کے پاس حضرت سلیمانؑ کی بنائی ہوئی دیوار ہے جسکی نسبت کہتے ہیں کہ جنات نے بنائی تھی۔ بہت مستحکم ہے۔ ایک ایک پتھر پانچ پانچ اور چھ چھ گز کا لمبا چوڑا ہے۔ معلوم نہیں کس کاری گری سے اُنکو پیوست کیا ہے کہ آجتک جوڑ نظر نہیں آتا +

حضرت ابراہیمؑ کا مزار مبارک بہت بلند اور شاندار ہے۔ تقریباً ۳ گز بلند اور اسی کے قریب طویل وعریض ہوگا۔ مزار پر آیات کلام مجید سے کڑھا ہوا غلاف

چڑھا رہتا ہے۔ جیسا کہ یہاں سب جگہ دستور ہے۔ مزار کے قریب زائرین نہیں جا سکتے۔ چاندی کے جنگلہ کے باہر جو مقفل رہتا ہے۔ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ حضرت کے مزار کے سرہانے دوسرے علیحدہ حجرہ میں آپکی اہلیہ بی بی سارہ کا مزار ہے۔ دوسری طرف حضرت یعقوب اور انکی اہلیہ بی بی رفقہ کے روضے ہیں مسجد کے اندر محراب کے پاس حضرت اسحٰق اور انکی اہلیہ بی بی لالقہ کے مرقد ہیں۔ یہاں کتبے کثرت سے ہیں مگر ترکی رسم خط کے سبب پڑھے نہیں جاتے۔ سلطان محمد ابن قلاؤن کے کتبے زیادہ ہیں جنپر ۷۲۲ھ کندہ ہیں۔ حضرت سارہ کے مزار پر سلطان عبدالحمید معزول شاہ ترکی کا کتبہ ہے جسپر ۱۳۱۳ھ کندہ ہیں۔ یہاں کے مجاور و خدام کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ زائر کا ناک میں دم کر دیتے ہیں اگرچہ یہاں کوئی جگہ ان خرابیوں سے پاک نہیں۔ لیکن یہ مقام تو سب سے بڑھا ہوا ہی مجکو اطمینان سے لکھنا تو کجا عرض معروض اور دعا دوبھر ہوگئی۔ تاہم کچھ عرض کیا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے +

افسوس حضرت یوسفؑ کا حجرہ مقفل تھا۔ مجاور صاحب باغ کی سیر کو گئے ہوئے تھے اسلئے مجبوراً دروازہ کے روزن سے زیارت کرلی۔ مگر اس تاک جھانک کی زیارت نے بڑا لطف دیا۔ گویا یہ یوسفی معجزہ تھا۔ جسنے عاشقانہ اضطراب کو معشوقانہ روک ٹوک سے نوازا +

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے عرض

یا جد الکل۔ گورے۔ کالے۔ عیسائی۔ موسائی۔ مسلمان سب کے دادا جان۔ میں تم پر قربان۔ جن ستاروں اور آفتاب و ماہتاب کو دیکھ کر آپ نے فراستِ نبوت سے خدا کو پہچانا تھا۔ اُن سے بڑھ کر آج کل سائنس کے آفتاب و مہتاب درخشانی دکھا رہے ہیں۔ اور آپ کے

دین حنیف کے مقلد نبوی فراست کے موجود نہ ہونے کے سبب گمراہ ہوئے جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ برق ۔ یہ بھاپ ۔ یہ طاقتیں بس یہی خدا ہیں۔ آپ نے سورج چاند کو غروب ہوتے دیکھا اور اُس سے نتیجہ نکالا کہ ڈھلنے اور زوال پانے والی چیز خدا نہیں ہو سکتی۔ مگر آجکل ان ہستیوں کے زوال کو اور بے اختیاری کو دیکھنے کے باوجود عقل کی اصلاح نہیں ہوتی ۔ اے مقدس باپ ۔ اب نبوتی تجلی کے بغیر کام نہیں چلے گا۔ پروردگار سے کہئے کہ وہ لمعاتِ رسالت محمدیہ سے کوئی چمکارا جلدی ظاہر کرے اور آپ کے اس دین کو محفوظ فرمائے جسمیں صرف رسم ختنہ اور قربانی باقی رہ گئی ہے جنکو شعائر اسلام میں اوّل درجہ سمجھا جاتا ہے ۔ باقی خیر سلا ہے۔ غضب ہے کہ اسلامی رجسٹری کے لفافہ پر ابراہیمی مُہریں سالم ہیں۔ لیکن اندر کے قیمتی نوٹ غیر محسوس کمال سے چوری ہو گئے۔ محض مکتوب الیہ کی فریاد سے کام نہیں چلتا ۔ بھیجنے والے کو بھی ہیڈ پوسٹ آفس میں درخواست دینی چاہیئے تاکہ یہ چوری برآمد کی جائے ۔ لہذا سمندروں ۔ صحراؤں ۔ اونچے اونچے پہاڑوں کو طے کر کے آپ تک پہنچا ہوں +

اسکے بعد حسب معمول احباب اور اہلِ حلقہ کے حصول مقاصد کی دعا کی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مزار پاک کے دروازے پر آئے۔ وہاں دل کی جو کیفیت تھی اور جس قسم کے جذبات کا ہجوم تھا اور جو کچھ وہاں بیتابانہ زبان سے نکلا ۔ اُسکا یاد رہنا اور قلمبند کرنا مشکل ہے۔ تاہم چند الفاظ اپنی کھٹک کے باعث ذہن میں رہ گئے ہیں اُنکو لکھے دیتا ہوں +

(یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ)۔ دروازہ کیوں بند کیا ہے۔ صورت دیکھنے دیجئے

مطمئن رہیئے۔ مصری عورتوں کی طرح چھری سے ہاتھ نہ کٹیں گے۔ جلوۂ احمدی نے جمال بینی کا عادی کردیا ہے۔ میرے اچھے یوسف! تم سے کیونکر ہمکلام ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ بیباک ہوکر۔ گستاخ ہوکر۔ از خود رفتہ کیف میں۔ مجنونانہ جوش سے خطاب ہو۔ مگر پیغمبری داب مانع ہے۔ ادب نبوت روکتا ہے۔ نہیں نہیں۔ اے عشاق کے مرکز تسلی۔ آج جو مُنہ میں آئے گا۔ کہونگا۔ نہیں مانوں گا۔ کہنے دو اس ظاہری ضوابط کی پولس کو ذرا پرے ہٹادو۔ جو ادب ادب کی برابر صدا لگا رہی ہے +

تم یوسف ہو؟ زلیخا کے ترسانے والے۔ یعقوب کو رُلانے والے بتاؤ جی؟ کیا تم ہی مصری محبت کے دیوتا ہو؟ اس زمین پر کروڑوں ماہ لقا۔ مہر حقیقت کی تجلیوں سے آراستہ ہوکر آتے۔ پر تمہارے حُسن کے آگے سب ماند ہے جب سُنا۔ یہی سُنا۔ کہ فلاں مثل یوسف ہے +

تمہاری ذات فلسفۂ عشق کا نہایت باریک نکتہ ہے۔ جو انسان کو قدرت و فطرت کے اسرار کی جانب لیجاتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ جنس بشر میں مرد کی نوع محبوب بننے کے قابل ہے۔ عورت کے ساتھ جس قسم کا میلان مرد کے دل میں پیدا کیا گیا ہے۔ اُسکی حد تناسل کی ضرورت تک محدود ہے۔ ورنہ عورت کی محبت کو اس ملکوتی بلکہ ربانی جذبے سے کوئی تعلق نہیں جو مرد کی ہستی میں مرکوز ہے۔ تم جس زمانہ میں تھے وہ عقلاء اور فلاسفروں کا عہد تھا۔ آجکل کی سی کیفیت اُسوقت کے عقلا کی نہ تھی جو عورت کو درجۂ محبوبیت کا مستحق تصور کرتے ہیں۔ محض اسلئے کہ اُنکے تخیل نے محبت کا منتہا ولولۂ نفسانی کی تکمیل کو سمجھا ہے +

مشتاقوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والے یوسف! ہندوستانی یوسف کا حال تم سے مخفی نہوگا۔ اُسکا نام کرشن تھا۔ متھرا و گوکل کی رُوحوں میں پریم و محبت

کی آگ بھڑکانے والا - ایسا فلسفی جسکے آگے سارے یورپ کے فلاسفر مات ہیں - اسنے بھی اپنی ذات کو دُنیا کے سامنے مجسم دلیل بنا کر پیش کیا کہ اسرار عشق کا مخزن مرد کی ذات ہے - چنانچہ تمام ہندوستان نے اس خیال کے آگے سر جُھکایا اور ہاں ایران بھی آجتک ادھر جُھکا ہوا ہے +

میں شاہِ مصر - مقبول پروردگار پیغمبر - یعقوب جیسے برگزیدہ رسول کے لختِ جگر کو تم کہکر مخاطب کرتا ہوں - اتنی بڑی گستاخی - نہیں گستاخی نہیں شوقیہ معروضات میں اسکو جائز بتایا گیا ہے +

ہاں ہاں - خواب کی تعبیر بتانے میں جناب الاقدس کو خوب ملکہ تھا - فرمائیے تو اس دُنیا کے خواب کی کیا تعبیر ہے - جہاں کے متحرک نظاروں نے میری نیند برباد کردی - خدا کے لئے کہئے کہ میرا یوسف مجکو ملجائے - ورنہ بازار وحدت کی کثرتی اجناس کا راز فاش کردونگا - اور کسی گاہک کو ادھر نہ آنے دونگا +

حضرت من - آپ کے مزار اقدس کا - آپکی روح مطہر کا وسیلہ لیکر رب العلمین سے صرف ایک چیز مانگتا ہوں - کہ جو باعتبار اسم ایک ہے - وہ باعتبار صفات بھی میرا ہوکر ایک ہوجائے +

ظہر کی نماز پڑھ کے روانہ ہوئے اور پانچ بجے کے بعد بیت اللحم میں پہنچے یہ مقام قدس سے ۶ میل کے فاصلے پر خلیل الرحمن کے رستہ میں واقع ہے - یہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت گاہ ہے - اسکو بیت اللحم کہتے ہیں - نصاریٰ کی بہت بڑی بستی ہے - بڑے گرجا کے سامنے پہنچتے ہی ایک ترک لشکری نے ہم کو روکا اور پوچھا - آپ ہندی ہیں - میں نے کہا ہاں - تمہارا اس سوال سے کیا مقصد ہے - بولا میں پورے تین گھنٹے سے آپ کا منتظر ہوں - ہمارے افسر علی رضا آفندی نے مجکو یہاں اسلئے کھڑا کیا ہے کہ جب آپ آئیں تو پہلے

اُنکے پاس لیجاؤں۔ شیخ عبدالقادر مدراسی نے کہا۔ وقت کم ہے۔ بیت اللحم کی سیر کرکے اُن سے ملیں گے۔ سپاہی دوڑا ہوا بالاخانہ پر یہ خبر دینے گیا۔ وہاں سے ایک اور افسر نیچے آیا اور ہمارے ساتھ ہولیا۔ بیت اللحم کا دروازہ باہر کے رُخ سے اسقدر پست ہے کہ جُھک کر جانا پڑتا ہے۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اندر ایسی عالیشان عمارت ہوگی۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک پورے فوجی مجمع نے دست بستہ ہماری سلامی دی۔ اور نہایت سلیقہ سے ساتھ ہولیا۔ اس فوجی شان کے ساتھ ہمارا داخلہ گرجا کے پادریوں کو عجیب معلوم ہوا۔ اور وہ چاروں طرف سے جمع ہوکر آگئے اور ہمکو دیکھنے لگے +

بیت اللحم کا گرجا اندر سے بہت شاندار اور بہت پُرانا ہے۔ قسطنطین کا بنایا ہوا ہے۔ چھت نہایت بلند اور ایک ڈال کے سنگین ستگزے ستونوں پر قائم ہے۔ دیواروں پر سُنہری گلکاریاں تھیں۔ جن میں نفیس رنگ بھرے ہوئے تھے۔ اب وہ سب جھڑ گیا ہے۔ تاہم جہاں کہیں باقی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے تھال میں موتی جڑے ہوئے ہیں +

جس مقام پر حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے پہاڑ کی محراب سی ہے۔ جسکو زرتار کپڑوں سے منڈہ رکھا ہے۔ وسط میں حضرت مریمؑ کی تصویر ہے جو بچّے کو گود میں لئے ہوئے ہیں۔ اس جگہ کے قریب چند زینے اُترکر وہ مقام ہے جہاں حضرت مریمؑ کو دردِ زہ شروع ہوا تھا۔ جسکا ذکر قرآن شریف نے ان الفاظ میں کیا ہے فاجاءہا المخاض الی جذع النخلة۔ کھجور کے نیچے مریمؑ کے دردِ زہ شروع ہوا۔ اب وہ درخت تو باقی نہیں ہے لیکن سنگ مرمر کے فرش میں ایک سوراخ اُس کی یادگار میں باقی رکھا گیا ہے +

یہاں مختلف اقوام و مختلف عقائد کے گرجا پاس پاس بنے ہوئے ہیں۔ انہیں

رومیوں کا گرجا چوبی نقش و نگار کے اعتبار سے بہت ہی نفیس ہے +

معلوم ہوا کہ عیسائی اقوام میں مذہبی اختلاف کے سبب ہمارے شیعہ سنی سے بڑھکر عداوت ہے - یہاں ہر وقت کشت وخوں کا اندیشہ رہتا ہے - اسلئے ترکی حکومت ایک معقول فوجی پہرہ رات دن قائم رکھتی ہے - بتایا گیا کہ میلے کے ایام میں حکومت کو شب و روز سخت نگرانی کرنی پڑتی ہے - اسپر بھی کوئی سال جنگ و جدل سے خالی نہیں جاتا - جو سال خیر کے ساتھ گزر جائے ترکی افسر استنبول کو مبارکباد کا تار بھیجتے ہیں +

ابھی حال میں گرجا کے اندر مرمت کی ضرورت ہوئی - ہر قوم کہتی تھی کہ مرمت کرانے کا میرا حق ہے - آخر نوبت کشت وخوں کی پہنچی تو حکومت نے اپنے پاس سے مرمت کرا دی +

ہمارے ہندوستانیوں کی جہالت پر انگریز ہنسا کرتے ہیں کہ وہ محرم و عید میں خواہ مخواہ فساد کر کے حکومت کو اذیت دیتے ہیں - لیکن بیت المقدس میں ان کی جاہل برادری کی حالت ہندیوں سے بھی گئی گزری ہے - آئندہ ہنسنا چھوڑ دیں +

واپسی کے وقت علی رضا آفندی کے پاس گئے - بہت احترام سے پیش آئے - معلوم ہوا کہ کل کسی کی زبانی اُنہوں نے سُنا تھا کہ آج سہ پہر کو میں بیت اللحم آؤنگا - اسلئے اُن کو انتظار تھا - فوجی جمعیت کا ساتھ کرنا بھی انہیں کے حکم سے تھا - جسکو یہ لوگ ایک طرح کی بڑی شاندار مدارات سمجھتے ہیں +

علی رضا چہل سالہ اور بہت واقفکار شخص ہے - آغا خانی عقائد کے متعلق دیر تک گفتگو کرتا رہا - اسکو عالمگیر اسلامی اتحاد کا بہت خیال ہے - میں نے اپنے خیالات آزادی سے ظاہر کئے - کیونکہ اب میں عربی صفائی سے بول

لیتا ہوں - قدس میں مصر کی طرح بگڑی ہوئی زبان نہیں ہے - علی رضا نے دانستہ سلسلۂ کلام کو منقطع کر دیا - اور میں حیران ہوا کہ وہ کس مصلحت سے ان باتوں سے گریز کرتا ہے - یہاں سب ترکی ٹوپی والے مسلمان ہیں - علی رضا نے خواہش کی کہ پرسوں رات کو ہماری انجمن اتحاد و ترقی میں آئیے تاکہ سب ممبروں سے آپ کی ملاقات کراؤں - چلتے وقت باہر زینے تک ساتھ آیا اور چپکے سے کان میں کہا کہ حاضرین میں سوائے تین چار کے سب نصارے تھے - اسلئے میں نے اس دینی و قومی ذکر کو ٹال دیا - پرسوں خدا نے چاہا تو آپ سے مفصل باتیں ہونگی +

قریب مغرب قدس پہنچے - مگر اسقدر تھکے ہوئے تھے کہ خدا کی پناہ - نماز پڑھکر کھانا کھایا - اور سونے کی تیاری کی - اتنے میں شیخ ابراہیم عبدالقادر آفندی آئے اور خبر دی کہ دہلی کے کچھ لوگ ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں جو صبح ہی چلے جائینگے - آپ ملنا چاہیں تو اب چلکر مل لیں - تکان کے سبب ایک قدم چلنے کی ہمت نہ تھی - مگر دہلی کے نام نے جرأت پیدا کر دی - گیا - دیکھا کہ حاجی علی جان والوں میں محمد شفیع نامی کوئی صاحب تھے مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں - استنبول کو آئے ہیں مدینہ تشریف لے جائینگے - محمد شفیع صاحب نے دو پان پے در پے کھلائے - اور پورے ڈیڑھ مہینہ کے بعد پان کھاکر میرا جی بہت ہی خوش ہوا +

رات کو نیند اچھی طرح نہ آئی - بڑی بے چینی رہی - اور عبدالقادر نگینوی بیچارے تو آتے ہی بخار میں مبتلا ہو کر پچھڑ گئے +

۹ - جولائی سنہ ۱۹۱۲ء

جسم میں بڑی دکھن ہے - کل کے سفر نے کئی دن کیلئے بیکار کر دیا - عبدالقادر نہوں نے

بیمار ہیں۔ دوپہر کو شیخ ابراہیم حسن آفندی شیخ الحرم نے حرم میں بلایا۔ طاقت تو نہ تھی۔ مجبوراً گیا۔ دیکھا کہ بیچارے وفور محبت میں فوٹو کا کیمرہ لئے بیٹھے ہیں اور خاص حرم کے اندر میری تصویر لینی چاہتے ہیں۔ چنانچہ متعدد تصویریں لیں۔ ایک قبۃ الرسول کے پاس کھڑا کرکے جہاں سے ہمارے حضور صلعم معراج کو تشریف لے گئے تھے۔ تخت رب العلمین یعنی صخرہ شریف کے قبے کے پاس۔ ایک محراب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں کھڑا کرکے۔ ایک مسجد اقصےٰ کے ممبر کے پاس۔ غرض آفندی صاحب کی مخلصانہ نوازش کے سبب تمام حرم کا گشت لگانا پڑا۔ آپ کو اس مسافر کے ساتھ بے غرضانہ محبت ہوگئی ہے۔ روزانہ اصرار ہوتا ہے کہ میرے مکان پر چل کر رہو بہت ہی خلیق اور مسافر نواز ہیں +

واپس آیا تو ہند کی ڈاک آگئی۔ پڑھ کر کھانا کھایا۔ اور سو گیا۔ سارا دن طبیعت خراب رہی +

۱۰۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

آج صبح کتب خانہ خالدیہ دیکھنے گئے۔ موسیٰ شفیق الخالدی مدیر نے سیر کرائی چار ہزار نایاب کتابیں ہیں۔ قلمی سرمایہ زیادہ ہے۔ یہ لوگ حضرت خالد بن الولید مجاہد سیف اللہ کی نسل میں ہیں۔ موسیٰ شفیق آفندی کا چہرہ بڑا شوکت دار ہے۔ ساٹھ برس کا سن۔ مگر شیر کا سا کلہ جبڑہ۔ سرخ۔ آنکھیں جوشیلی۔ چمکدار۔ ابلی پڑتی ہیں۔ یہاں جناب مولانا خلیل جواد الخالدی قاضی القضاۃ دیار بکر سے ملاقات ہوئی۔ میں نے آجتک ایسا نیک فاضل عربوں میں کوئی نہیں دیکھا۔ علوم دین و دنیا پر کافی عبور ہے۔ سیاسی واقفیت کی یہ کیفیت کہ ہندوؤں اور آغا خانی

مذہب تک سے آگاہ۔ ہندوستانی حالات اچھی طرح جانتے ہیں۔ ایک گھنٹہ گفتگو رہی۔ اور بہت سی مفید معلومات دیکر ختم ہوئی +

موسیٰ شفیق آفندی نے چند نفیس کتابیں حلقہ کے لئے ہدیہ دیں۔ واپس آکر لکھتے پڑھتے رہے۔ شام کو شیخ ابراہیم عبدالقادر کے ہمراہ انجمن اتحاد ترقی کے جلسہ میں گئے۔ یہ وہی مشہور انجمن ہے جسنے سلطان عبدالحمید کو تخت سے اُتارا۔ آج انجمن کا غیر معمولی جلسہ تھا۔ استنبول سے تین سو آدمی کی ایک جماعت قدس میں آنیوالی ہے جسکا مقصد ترکوں اور عربوں میں صلح کرانے کا ہے۔ اس گروہ کے استقبال کی تجاویز سوچنے کے لئے یہ جلسہ کیا گیا تھا۔ مجکو بھی ممبران انجمن نے مخصوص دعوت بھیجی۔ اور جب وہاں گیا تو ترکی و اسلامی اخلاق کے موافق پرجوش استقبال کیا +

جلسہ میں یہودی نصرانی اور ترک ممبر سب موجود تھے۔ مگر عرب کوئی نہ آیا۔ کیونکہ عرب ترکوں سے ناراض ہیں۔ اور اس مصلح جماعت کی مہمانی پر آمادہ نہیں ہیں۔ ایک فوجی نوجوان افسر صدر بنایا گیا۔ جسنے ترکی زبان میں نہایت متانت اور شگفتگی سے تقریر کی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک انگریز سولیین بول رہا ہے۔ صدر کی تقریر پر ایک ارمنی عیسائی نے نہایت بیباکی اور شوخ چشمی سے جرح کی۔ جسکا جواب سکرٹری جلال بے نے ملائمت کے ساتھ دیا۔ جسکو ارمنی نے بخندہ پیشانی تسلیم کیا۔ اسکے بعد مختلف ممبروں نے تقریریں کیں جنکا اسلوب سنجیدہ اور پسندیدہ تھا۔ مگر افسوس کہ عرب ممبروں کی غیر موجودگی کے سبب فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور جمعرات کو دوبارہ انعقاد جلسہ کا اعلان کیا گیا +

آجکل تمام اہل عرب میں یہ خیال پھیل گیا ہے کہ ترکی پارلیمنٹ عربوں کو پست کرنا اور نسل ترک کو فروغ دینا چاہتی ہے۔ اسلئے وہ ترکوں کے برخلاف مشتعل

ہو رہے ہیں ۔ دس بجے کے بعد واپس آئے اور سو گئے ۔ نیند صاف آئی ۔

۱۱ - جولائی ۱۹۱۱ء

صبح سے طبیعت نہایت مضمحل اور افسردہ ہے ۔ نیند چلی آتی ہے گیارہ بجے تک بستر سے اٹھا نہ گیا ۔ ۱۲ بجے تکیہ کے قریب مدرسہ روضۃ المعارف کو دیکھنے گئے ۔ یہ جناب شیخ محمد الصالح آفندی نے خانگی طریق سے قائم کیا ہے جسمیں تین سو بیس لڑکے آجکل زیر تعلیم ہیں ۔ دینیات اور تمام ضروری علوم جدیدہ کی تعلیم ہوتی ہے ۔ شیخ موصوف عجیب قابلیت کا شخص ہے ۔ میرا خیال تھا کہ قدس میں کوئی آدمی اہل دین میں میرا ہمخیال نہیں ۔ مگر یہ تو بغل میں سے نکل آیا ۔ آریہ درویشوں کے پیشوا لالہ منشی رام کا ہم شکل ہے ۔ مگر وہ کالے ہیں اور یہ گورا مدرسہ میں عموماً کم سن بچے ہیں ۔ جنکی تعلیم کے چار درجے قائم کئے ہیں ۔ نصاب تعلیم اور طریق تربیت سب اسی کا بنایا ہوا ہے ۔ اور ایسا مؤثر ہے کہ مجکو حیران کر دیا ۔ میں نے متواتر ہر درجہ میں جا کر لڑکوں سے مسائل دین کے سوال کئے اور انہوں نے بیباکانہ تڑ تڑ جواب دئے ۔ خیر جواب کی صحت تو طلبہ کی یادداشت و محنت کی شاہد ہے ۔ لیکن ان کا سپاہیانہ طرز ادا اس چھوٹی سی عمر میں حیران کرنے والی چیز ہے ۔ اور پھر ایک نہیں سب کے سب اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں ۔ شیخ نے ایک مخصوص جگہ ہم کو بٹھا کر ان لڑکوں کی تربیت کا تماشہ دکھایا ۔ اول ایک جماعت آئی اور عربی زبان میں نعت کے گیت گائے پھر سلطان محمد رشاد کی مدح میں ترانہ پڑھا ۔ اسکے بعد رزمیہ قومی گیت گایا ۔ ناظرین میں نہیں کہہ سکتا ۔ اور تم ان الفاظ میں وہ اثر نہیں دیکھ سکتے ۔ جو اس گیت نے طاری کیا ۔ جوش نے بیخود کر دیا ۔ اور بدن کو کپکپا ڈالا ۔ زندگی میں آج پہلا دن

ہے کہ میں نے مسلمان بچوں کو وہ جنگی گیت آزادی سے گاتے سُنا جسکو میری روح باطن میں ہر روز گایا کرتی ہے۔ اور جسکو سُننے کے لئے قیامت تک کئی بار وہ مختلف جنگی اجسام میں منتقل ہوتی رہیگی +

اس گیت کے بعد ایک پانچ برس کا بچہ بیتر ابدل کر صف سے باہر نکلا۔ اور عہد صحابہ کی مثل رجز پڑھا +

"خون پیونگا" "شیر ہوں" "برچھی چلاؤں گا" "دلیر ہوں"

"میدانِ جنگ میری ماں کی گود ہے۔ جسمیں مجکو بڑا چین آتا ہے" +

یہ لڑکا صف میں گیا تو دوسرا آگے بڑھا۔ اور اس نے اُس سے بڑھکر پُرجوش تحت اللفظ پڑھے۔ اور تھیٹر کے پُرانے تجربہ کار ایکٹروں کی طرح ان نوآموز کم سن بچوں نے وہ ایکٹ دکھائے کہ عقل چکرا گئی +

جب یہ رزمیہ اشعار پڑہ اور ایکٹ کر چکے تو میں نے ایک چھوٹے سے بچے سے جو ننھے منے پتلون کوٹ میں بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ پوچھا۔ شو اسمک۔ اپنا نام بتاؤ۔ بولا۔ علی شوکت ۔ میں نے کہا دُنیا کس کی حکومت میں ہے۔ تڑاق سے جواب دیا۔ عثمانیوں کی۔ اُستاد نے ٹوکا۔ اور بتایا کہ تم نے جغرافیہ نہیں پڑھا۔ کہ فلاں ملک میں فلاں قوم حاکم ہے۔ متانت سے اپنے سُرخ چہرے کو ہلا کر کہنے لگا۔ نعم یا سیدی انی اعرف ہاں جناب میں جانتا ہوں۔ غیر قومیں تو بادشاہ ہیں مگر حکومت ہر جگہ ترکوں کی ہی ہے۔ کیونکہ ہمارا ہلال سب کو نور پہنچاتا ہے۔ اور ہمیشہ آسمان پر رہتا ہے۔ صلیب کو ہم نے کبھی آسمان پر نکلتے نہیں دیکھا۔ بچے کے اس پُرجسارت جواب نے سب کو ہنسا دیا +

اسکے بعد دو حبشی بربری بچے آئے اور ان میں مکالمہ شروع ہوا۔ ایک نے دوسرے سے اسکا نام۔ مذہب پوچھا۔ اُسنے بتایا تو مذہبی جزئیات وکلیات ایمان عقائد

صوم - صلوٰۃ - حج وغیرہ سے کے سب مسائل مکالمے کے طور پر طے ہوئے آخر میں خلافت کے مسئلہ کی بحث آئی - تو بچوں نے جو عرب تھے آسان آسان دلیلوں سے ترکی خلافت کو ثابت کیا اور آخر میں سلطان رشاد اور دستوری حکومت کا نعرہ مار کر چلے گئے +

الغرض کس کس چیز کی تعریف کروں - سب کلیں درست ہیں - اور محمد الصالح پر رشک آتا ہے کہ یہاں کیوں پیدا ہوا - ہندوستان میں جنم لیتا تاکہ ہم اور وہ ملکر کچھ کام کر سکتے +

شام کو بعد مغرب شیخ نے پھر بلایا اور رچرڈ شاہ انگلستان اور سلطان صلاح الدین کا جنگی ڈراما دکھایا - جسکو مدرسہ کے لڑکوں اور استادوں نے ملکر کیا - گو ابھی یہ انکی ابتدائی مشق ہے - لیکن نظر اصل مقصود اور اسکی انتہائی گہرائی پر کرنی چاہئے - شیخ کی ان جدید بدعتوں کے سبب پرانے خیال کے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں +

عثمانی حکومت کے مدارس میں سنا ہے - اہل یورپ کی بدگمانی کے ڈر سے یہ بیباکانہ تربیت نہیں دی جاتی - تاہم میں ان کو بھی دیکھوں گا - اسکے بعد فیصلہ ہوسکیگا کہ آیا ان میں اور اس مدرسہ میں کیا تفاوت ہے +

۱۲ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

آج صبح سب جماعت - اول حضرت سلطان حسن ابن حضرت سلطان ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کو گئی - آپ کا مزار ایک بڑی عالیشان پہاڑی پر سائبان کے نیچے واقع ہے - جسپر خلاف معمول بہت موٹے موٹے دانوں کی تسبیح رکھی ہوئی ہے - یہ پہاڑ بھی ایک قدرتی سیرگاہ ہے جو معلق معلوم ہوتا ہے - اور اسکے نیچے

اسقدر وسعت و گنجائش ہے کہ تمام قدس کی میونسپلٹی کی روشنی کے تیل کا گودام یہیں ہے۔ اس زیارت سے فارغ ہوکر حضرت داؤد پیغمبر علیہ السلام کے مزار پر حاضر ہوئے۔ اگرچہ اس مزار کی نسبت صحیح روایت بہم نہیں پہنچی تاہم چونکہ مشہور زیارتگاہ ہے۔ ہم بھی مشرف ہوئے۔ یہاں کے خادم بے ڈھب ڈاکو ہیں۔ امام الدین صاحب خیاط پنجابی نے میرے اشارہ سے انہیں کچھ دینا چاہا۔ ابھی ہاتھ سے چھوڑا نہیں تھا کہ ایک شخص نے ایسا جھپٹا مارا کہ بیچارے کے ہاتھ کی خیر ہوگئی۔ ورنہ خیر نہیں ٹوٹ جاتا یا کیا ہوتا۔ عبدالقادر صاحب نگینوی کو جوش آگیا اور اُنھوں نے خادم صاحب کی مزاج پرسی کردی۔ جونہی اُنھوں نے اُسکی گردن پکڑ کے جھٹکا دیا۔ بزدل آنکھیں بند کرکے چپ کھڑا ہوگیا +

اسکے بعد دیرا ارمن میں آئے۔ یہاں حضرت مسیح کے ایک شاگرد شہید ہوئے ہیں۔ اُنکی یادگار میں یہ عالیشان گرجا بنایا گیا ہے۔ راستہ کے رُخ اس گرجے کی پیشانی پر ایک کتبہ لگا ہوا ہے جو مسلمانوں کی بے تعصبی کی دلیل ہے جسمیں سلطان ملک الظاہر ابومحمد سعید جقمق نے ۸۵۴ھ میں لکھا ہے۔ کہ میں نے اس گرجے کو آزاد کیا۔ اب جو شخص میرے حکم کے بعد اسکو پھر ضبط کرے گا وہ ملعون ہوگا۔

آج قدس کا نیا گورنر بہت دھوم دھام سے شہر میں داخل ہوا۔ عیسائیوں کے تمام بڑے بڑے پادری استقبال کو گئے تھے۔ جنکے آگے آگے انکے شمشیر بستہ نقیب تھے۔ گورنر کی آمد میں دیر تک ایک جگہ رُکا رہنا پڑا۔ اس سے طبیعت خراب ہوگئی۔ اور شام تک درست نہ ہوئی۔ اگرچہ قدس کی آب وہوا اچھی ہے لیکن میں زیادہ پھرنے اور ہر وقت لکھتے رہنے کے سبب اکثر صاحب فراش ہوجاتا ہوں تاہم خدا کا شکر ہے کہ وہ دو چار گھنٹے کے بعد پھر گردش کے قابل بنا دیتا ہے +

۱۳- جولائی ۱۹۱۱ء

کل شام کو بمبئی کے ایک خوش عقیدہ تاجر عبدالکریم حاجی سلیمان مع بال بچوں کے بغداد شریف سے آ گئے ہیں۔ آدمی فیاض اور ذی فہم ہیں۔ آج سید نا حضرت موسیٰؑ کے مزار پر گئے۔ یہ راستہ تمام کوہستانی ہے۔ حضرت کے مزار پر مسجد اور مکانات بنے ہوئے ہیں۔ یہاں ایک خاص مقررہ دن میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ورنہ کوئی اس ہو حق سنسان اور اندیشناک مقام پر نہیں جاتا۔ بیرونی ممالک کے زائر بھی جب جاتے ہیں تو سپاہی ساتھ لے لیتے ہیں۔ کیونکہ راستے میں امن نہیں ہے۔ سیٹھ صاحب بھی سپاہی ساتھ لے گئے تھے۔ تین روپیہ میں دو بگھیاں آمد و رفت کی ہوئیں +

آج ہم امریکن سوسائٹی کی سیر کرنے گئے۔ یہ وقت اُنکی نماز کا تھا۔ اسکی بھی سیر کی۔ اس سوسائٹی کو ایک طرح کی فری میسن برادری سمجھنا چاہیئے۔ عورت مرد بچے بوڑھے سب ایک جگہ رہتے ہیں۔ اور جو کماتے ہیں سب ایک جگہ خرچ کرتے ہیں عقیدے میں یہ لوگ موحد ہیں۔ مسیح کو خدا کا رسول سمجھتے ہیں۔ آپس میں ایسا اخلاص ہے کہ سگے بھائیوں میں بھی ممکن نہیں۔ تجارت ان کا پیشہ ہے گرمی کے موسم میں یہ لوگ مصوری کرتے ہیں۔ جنگل کے پھولوں کو خشک کرکے کاغذوں پر جماتے ہیں۔ آچار۔ مربے بنا کر رکھتے ہیں۔ ترمیوے مصالحہ میں محفوظ کرتے ہیں۔ اور جب یورپین سیاحوں کے آنے کا موسم ہوتا ہے تو ان کو فروخت کر ڈالتے ہیں۔ اس میں اُن کو لاکھوں روپئے کا فائدہ ہے +

عربی اخلاق کا اس ملک کے عیسائی و یہودی بھی استعمال کرتے ہیں۔ وہی تعظیم و تکریم کی اُٹھک بیٹھک۔ وہی مزاج پرسی کے کثیر الفاظ۔ جو یورپین یہاں آکر

آباد ہو گئے ہیں۔ صاف عربی بولتے اور اخلاق عرب کے پابند ہیں۔ جب میں اس امریکن سوسائٹی میں گیا۔ تمام زن و مرد سرو قد تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور ہر فرد نے آکر مزاج پرسی کی۔ گو ان میں کوئی سکرٹری یا صدر نہیں ہے۔ سب سادی رہنا پسند کرتے ہیں۔ تاہم بعض کے افکار و تخیلات اعلیٰ ہیں۔ بعض کے ادنیٰ ہیں۔ ان میں ایک شخص اُردو بھی خوب بولتا ہے۔ ہندوستان میں رہا ہے۔ اسنے ایک صاحب الرائے ممبر سے ملاقات کرائی۔ جسنے ہندوستانی پالٹیکس کے متعدد سوال کئے۔ آخر میں میں نے دریافت کیا کہ تمہارے نزدیک ایشیا کس طریق سے یورپ کے ہم پلہ ہو سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اسکا مذہبی میلان اور روحانی زندگی باقی رہے +

جواب دیا۔ یورپ کی زندگی کو خوب غور سے دیکھو۔ اس میں جو عیب ہیں انکو ترک کرو۔ باقی اختیار کرلو۔ یورپ سے بڑھ جاؤ گے۔ اور یہ نظر ایشیائی آنکھ سے ہونی چاہیئے +

ان سے مل کر فریمین ہیکل دیکھنے گئے۔ یہ نہایت بلند پہاڑ ہے جسکے اندر مکان ہے۔ مگر مکان اسقدر تاریک اور وسیع ہے کہ بغیر برقی لیمپوں کے اندر جانا مشکل ہے۔ کہتے ہیں یہی جگہ ہے جہاں حضرت سلیمانؑ نے فریمین لاج کی بنیاد رکھی۔ اس پہاڑ کے اندر سے اتنا پتھر باہر گیا ہے کہ بیت المقدس کے سے دو شہر تعمیر ہو سکتے ہیں۔ غار کے اندر عجیب خاصیت ہے۔ چاقو سے پتھر کو تراشیں تو وہ بہت آسانی سے کٹ جاتا ہے۔ بالکل نہیں معلوم ہوتا کہ یہ پتھر ہے۔ لیکن جب غار سے باہر نکلیں اور پتھر کو ہوا لگے تو وہ سخت ہو جاتا ہے۔ اسی کے قریب یہودی بادشاہوں کا قبرستان ہے۔ یہ پہاڑ کا ایک غار ہے۔ جسمیں نہایت صنعت سے مکان کھود کر بنائے ہیں۔ انکے اندر تابوت رکھے جاتے تھے۔ مگر اب خالی

مکانات کے سوا کوئی چیز موجود نہیں +

چونکہ ایام حج قریب ہیں۔ ہندی مسافر روزانہ بکثرت چلے آتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکی روک تھام کا انگریزی سرکار نے بارہا انتظام کرنا چاہا۔ مگر یہ باز نہ آئے۔ اوّل بغداد شریف کی زیارت کا بہانہ کر کے وہاں جاتے ہیں۔ اسکے بعد پیدل دیار بکر حلب ہوتے ہوئے دمشق دیکھ کر بیت المقدس آتے ہیں اور یہاں سے مدینہ شریف چلے جاتے ہیں۔ عرب مہمان کی مدارات میں مشہور ہیں۔ انکو راستہ میں کھانے پینے کی کچھ تکلیف نہیں ہوتی۔ تاہم ان کی غربت اور محتاجی اہل ہند کی عزت پر عربوں کی نگاہ میں ایک بُرا دھبہ لگاتی ہے۔ اسکے انتظام کی ہم لوگوں کو فکر کرنی چاہیے پنجاب کے لوگ زیادہ آتے ہیں۔ انکی میلی کچیلی صورتیں اور مصیبت زدہ احوال دیکھ کر ترس بھی آتا ہے اور غصہ بھی کہ کیوں بغیر خرچ کے نکل پڑتے ہیں اور تکلیفیں اُٹھاتے ہیں +

ایک سمجھدار درویش سے جو بغداد سے پیدل آیا ہے میں نے دریافت کیا کہ اس ملک میں فقرا اور مشائخ کی بھی کچھ قدر ہے یا نہیں؟ اُسنے کہا مطلق نہیں۔ یہ لوگ اہل ہند کی طرح نہیں ہیں۔ یہاں خلاف شریعت فقیروں کا گزارہ نہیں۔ بصرہ تک تو لوگ مجھ سے تعویذ مانگتے تھے۔ اسکے بعد پھر کسی نے بات نہیں کی +

۱۴ر جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

علی الصباح لوگ اپنے اپنے کاموں کی طرف تفکرات میں غرق جارہے تھے۔ میں نے بھی حرم قدس کا رخ کیا اور سیدھا قبۃ الصخرا کے پاس پہنچا۔ لمبا چوڑا پتھر۔ شاندار اور خوبصورت قبہ میں دیکھا۔ اسی کو تخت رب العلمین کہتے ہیں۔ یہی وحی و تجلیات کا مہبط تھا۔ یہی عہد سلیمان سے لیکر آجتک بیت المقدس کی سب سے

بڑی نشانی سمجھا جاتا ہے یہیں قربانیاں ہوتی تھیں جنکو آتش غیب آسمان سے نازل ہوکر جلا ڈالتی تھی۔ اور مقبولیت کا سارٹیفکٹ دے جاتی تھی +

اے رب العلمین کے مجازی تخت! کہتے ہیں کہ تیرے پایہ کو پکڑ کر جو کچھ مانگا جائے وہ دیا جاتا ہے۔ اسلئے آج میں وہ مانگتا ہوں جو آدم کی نسل میں کسی نے نہیں مانگا۔ اُس نامعلوم جوش سے مانگتا ہوں جو کسی انسان کو نہیں دیا گیا۔ جو کچھ کہوں وہ زیبا ہے۔ کیونکہ اسوقت میری شان اعلی ہے۔ سُن! اگر تو سُن سکتا ہے نہیں تو میں اُسکو مخاطب کرونگا۔ جسکو تیرے واسطے کی ضرورت نہیں۔ جو سمیع و بصیر ہے جو دانا و بینا ہے +

اے دینے کی طاقت رکھنے والے! ذرا میری جرأت و ہمت کو دیکھ۔ بُلبلا سمندر سے بڑھنا چاہتا ہے۔ ذرہ آفتاب کو گھن لگاتا ہے۔ دُھواں آگ پر غالب ہونے کی فکر کرتا ہے۔ تیری دی ہوئی دلیری سے۔ تیری بخشی ہوئی طاقت سے۔ اس حقیقت لدنی سے جسکا اسوقت تیرے اور میرے سوا کوئی رازدار نہیں +

لکھا ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ خدا ہر چیز پر قادر ہے تو آج اپنی قدرت کے کمال کا امتحان دے۔ دیکھوں تجھ میں کتنی قدرت ہے۔ معلوم کروں تو کس کس چیز پر قدیر ہے؟ عبدیت کی چادر سے پاؤں نکالتا ہوں۔ اسرار وحدت کے حجرہ میں داخل ہوتا ہوں +

میرا حکم ہے کہ تار کے کھمبے اوکھاڑ دئے جائیں۔ تار کاٹ ڈالا جائے۔ بے تار کے برقی اشاروں کو بھی مسدود کیا جائے۔ میں آمنے سامنے ہوکر اُس ہنر سے جو آج مجھے حاصل ہے۔ اُس فن سے جسکو میرے سوا کوئی نہیں جانتا تجھ سے ہمکلام ہونگا +

موسیٰؑ کو کوہ طور کے ایک درخت پر جلوہ دکھا کر بُلایا۔ میں اس صخرہ کے ستون

میں اپنی تجلی دکھاکر تجکو پکارتا ہوں ۔ آ۔ اور جوتیاں اوتار کرآ ۔ اس مقدس زمین کا ادب کر ۔ فرعون کی طرف تجکو نہیں بھیجا جائیگا ۔ اُسکا کام تمام ہوچکا ۔ تجکو خود تیری ہستیٔ ناپیداکنار کا رسول بناتا ہوں ۔ جا ۔ اور اُسکو میرا پیام پہنچا +

اے سمجھ میں نہ آنے والے وجود ! کب تک یہ حجاب صبرشکن قائم رہے گا اُٹھادے ۔ آجا ۔ معبودیت کے سب جلوے دیکھ لئے ۔ خدائی کے کل تماشے ملاحظہ کر لئے ۔ کبریائی وجبروت کی ہرشان نظر سے گزرگئی ۔ اب ذرا عبدیت کی سیر بھی کر ۔ اور چالیس دن کے واسطے تخت ربوبیت سے دست بردار ہوکر بندوں کی صف میں آن بیٹھ ۔ اور دیکھ کہ اس شان میں تونے کیا اثر کیا سوز ۔ کیا کیف پیدا کیا ہے ۔ تیرے دل تماشہ پرست کی قسم ۔ تو اپنے بندوں کی کیفیاتِ بندگی میں اثرات الوہیت سے زیادہ لطف دیکھیگا +

تخت خالی مت چھوڑ ۔ چلہ بھر کے لئے میں یہ بوجھ اُٹھا سکتا ہوں ۔ ہاں ہاں مجھ میں اس بار کے تحمل کی ہمت ہے ۔ تو دیکھیگا کہ میری چالیس روزہ خدائی کس آن بان کی ہوتی ہے ۔ تاج پوشی الوہیت کے بعد میرا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ تیرے دل کو محبت کے نشتر سے زخمی کیا جائے ۔ اور زخم پر تصور کی نمک پاشی ہو خوب ترساؤں گا ۔ اپنی صورت نہیں دیکھنے دونگا ۔ وعدہ وعید میں ٹالوں گا ۔ یہانتک کہ تیری بیقراری ۔ تیرا اضطراب حد سے گزرجائے ۔ آنسو اُبلیں ۔ کلیجہ اُچھلے ۔ منہ کو آئے ۔ اور تو جانے کہ بے بس بندہ خود مختار خدا کی دی ہوئی محبت سے کیسی اذیت پاتا ہے ۔ فراق اسپر کتنے ظلم توڑتا ہے ۔ معبود کا پردے میں رہنا بندہ کے تخیلات کو کیسے کیسے اوہام میں غلطاں پیچاں رکھتا ہے

میری خدائی کا زمانہ مساوات کا زمانہ ہے ۔ سب کی زبان ایک کردوں گا ۔ سب کے رنگ یکساں بنادونگا ۔ عمر کے مدارج باقی نہیں رکھوں گا ۔ مرض اور موت

میرے ایام الوہیت میں فنا کے پردے میں رہینگے۔ غم۔ فکر۔ غصہ کو اپنی طاقت ایزدی سے مٹادونگا۔ نصیحت اور بندوں کے خود عملدرآمد کا منتظر نہیں ہونگا+ کھانے پینے اور حصول معاش کے تفکرات ناپید کردئے جائینگے۔ رات دن کان کا فرق۔ سردی وگرمی کا تفاوت۔ تری وخشکی کا امتیاز میرے ہاں مفقود ہوگا۔ نیند کیسی۔ میں اپنے بندوں کو ہروقت ہوشیار رکھوں گا۔ نیند کی غفلت بے اختیاری۔ سنسانی۔ یہ سب مجکو استبدادی حکومت کی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ انکا میرے آزاد دَوْر میں کچھ کام نہیں +

توکیا تو سمجھتا ہے کہ یہ انقلاب تکلیف دہ ہوگا۔ نہیں نہیں۔ میں خدا کس کام کا ہونگا جو میرے افعال سے تکلیف پیدا ہو۔ ہر دُکھ کو اپنے دست توانا سے مٹاؤں گا +

جب میرے خدائی کے دن پورے ہونگے تو عین چالیسویں دن عرب کے ایک بشر محمدؐ بن عبداللہ کے گھر میں اتروں گا۔ اور تختِ خدائی تیرے حوالے کردونگا۔ اور فوراً اس نیک ومقبول بندے۔ شفیع وامت نواز رسولؐ سے عرض کرونگا کہ وہ تیری درگاہ میں میری خطاؤں کی معافی چاہے۔ اور میری گستاخیوں کی معذرت کرے اور کہے۔ کہ اے حقیقت شناس پروردگار! اپنے اس حد سے گزرنے والے بندے کی مجذوبانہ باتوں سے ناراض نہو۔ تو خدا ہے اور بندہ وہ چھوٹا ہے اور تو بڑا۔ از خورداں خطا و از بزرگاں عطا +

جمعہ کی نماز آج پھر مسجد اقصےٰ میں نصیب ہوئی۔ گورنر بھی شریک ہوا تھا مسجد میں گورنر اور قاضی ومفتی کے لئے ممتاز اور اونچے اونچے تخت بچھے ہوئے ہیں یہ دستور برا معلوم ہوتا ہے۔ خدا کے گھر میں امیر غریب سب کو یکساں رہنا چاہئے امرا کے واسطے نماز میں بھی یہ امتیاز کسی صورت پسندیدہ نہیں +

نماز کے بعد سیٹھ عبدالکریم حاجی سلیمان بمبئی والے زیارت قبۃ الصخرا میں مع عیال و اطفال کے گئے - چونکہ خدام حرم میں آجکل سخت عناد پھیلا ہوا ہے - ایک دوسرے کی جان کا دشمن ہو رہا ہے - اسلئے ان زائرین کی نذر نیاز پر جنگ شروع ہوگئی - خاص گنبد کے اندر اسقدر غل مچا کہ قیامت کا میدان برپا ہوگیا - ہندوستانیوں کو یہ لوگ ہنود کہتے ہیں - چیختے تھے - ہنود - ہنود - شور چونکہ زیادہ تھا - اطراف کے باشندوں نے ہنود کے لفظ کو یہود سمجھا - اور خیال کیا کہ شاید یہود حرم کے اندر گھس آئے ہیں اور جبراً تبرکات انبیا لوٹنا چاہتے ہیں - بس پھر کیا تھا بجلی کیطرح یہ خبر شہر میں دوڑ گئی - اور مسلمان تلواریں - بندوقیں - پستول - لٹھ لئے ہوئے دین پر قربان ہونے کو گھس آئے - باشندوں کا یہ اضطراب دیکھ کر پولیس اور فوج بھی مسلح ہو کر دوڑی ہوئی آئی - اور مفسدین خدام کو گرفتار کر کے لے گئے اس نظارہ سے جہاں خدام کی حالت تاسفناک معلوم ہوئی - وہاں اس امر سے خاص خوشی بھی ہوئی کہ مسلمان زندہ ہیں - اور کس پھرتی سے مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں ÷

تیسرے پہر کو شہر کے مفتی صاحب ملاقات کو تشریف لائے - یہ سید طاہر آفندی سابق مفتی کے فرزند ہیں - جنکا ذکر مولانا شبلی نے کیا ہے اور لکھا ہے کہ جو اثر مفتی صاحب کا یہاں ہے وہ گورنر کو نصیب نہیں - یہی عالم موجودہ مفتی صاحب کا سمجھنا چاہیئے - نہایت سنجیدہ متین اور روشن خیال ہیں - اخلاق اور مسافر نوازی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ میری خبر سنکر خود ملنے تشریف لائے علما و مشائخ ہند خصوصاً حلقۂ نظام المشائخ کی نسبت ڈیڑھ گھنٹہ گفتگو رہی +

شکر ہے کہ اب عبدالقادر نگینوی تندرست ہیں - جب سے سیٹھ عبدالکریم حاجی سلیمان آئے ہیں - تکیہ میں خاصکر میرے کمرہ میں بڑی چہل پہل ہے - رات کے بارہ بجے تک بزرگان دین کے ذکر اذکار رہتے ہیں +

۱۵- جولائی ۱۹۱۱ء

آج سیٹھ عبدالکریم حاجی سلیمان نے حضرت باباشکر گنج کی نیاز کرائی ہے۔ حلوا اور روٹی سالن پکایا گیا ہے۔ امام الدین صاحب پنجابی اور عبدالقادر صاحب اہتمام میں مصروف ہیں۔ تکیہ کے درویشوں اور مستحقوں کے علاوہ سیٹھ صاحب نے خواہش ظاہر کی ہے کہ اپنی مرضی سے قدس کے اور جن اشراف واکابر کو مدعو کرنا ہو بلالیا جائے تاکہ باباصاحب کے لنگر سے سب فیضیاب ہوں۔ چنانچہ میں نے متعدد حضرات کو مدعو کیا۔ اور سب بزرگوں نے ملکر بڑے لطف سے ایک جگہ کھانا کھایا +

آج نئے گورنر کے تقرر کا اعلان ہوا۔ مجکو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ دارالحکومۃ میں شہر کے تمام شرفا۔ اُمرا۔ مذہبی پیشوا جمع ہوئے۔ اس ترتیب سے کہ ایک صف میں گورنر اسکے بازو پر کمانڈر فوج۔ قاضی۔ مفتی۔ خطیب۔ علما ومشائخ۔ دائیں پہلو کی صف میں عیسائی ویہودی پیشوایانِ مذہب۔ سامنے کی صف میں فوج۔ بائیں صف میں امرائے شہر +

گورنر کی اور کمانڈر کی وردی خوب زرق برق تھی۔ گورنر نے ایک ریشمی تھیلے سے فرمان نکال کر چوما۔ اور اپنے میر منشی کو دیا۔ منشی نے فرمان جھک کر لیا۔ اور ادب سے بوسہ دیا۔ اور پھر حاضرین کو پڑھ کر سنایا۔ جسمیں نئے گورنر کے تقرر کا ذکر تھا اور لوگوں کو اطاعت فرماں برداری کی تاکید کی گئی تھی۔ فرمان پڑھے جا چکنے کے بعد فوج نے قومی ترانہ بجایا۔ اور "پادشاہم چوق یشا" کے تین نعرے لگائے۔ اسکے بعد ایک نصرانی قصیدہ پڑھنے کو آگے بڑھا۔ جسکو ایک مسلمان مولوی نے دھکا دیکر ہٹادیا اور خود سامنے آن کھڑا ہوا۔ مولوی کی اس حرکت سے دل پر چوٹ لگی۔ بیچارا نصرانی

کھسیانا ہوکر اپنی جگہ چلا گیا - یہ تکبر حکومت کا جبلی فعل ہے - ہم اپنے ملک میں گوروں کی ٹھوکریں اور انگریز فوجیوں کی بدسلوکیاں دیکھ کر سمجھتے تھے کہ یہ انکا مخصوص ظلم ہے مگر اسلامی ملک میں جگہ جگہ نظر آتا ہے کہ ہر مسلمان اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا ہے اور یہود نصاریٰ سے اس سے کنیاتے ہیں +

جناب مولانا غریب نصرانی کو دھکیل کر گورنر کے سامنے آن کھڑے ہوئے انکے بوسیدہ کپڑوں اور پریشان صورت کو دیکھ کر کسیکو گمان نہ تھا کہ یہ شخص کچھ بول سکیگا مگر واہ - لب کشائی کی دیر تھی - بحر قلزم اُبل پڑا - اس بیباکی اور جرأت سے عربی زبان میں اُس نے گورنر کی خبر لی کہ سناٹا طاری ہو گیا - چہرے زرد تھے - اور سمجھا جا رہا تھا کہ اب عنقریب اس کی گرفتاری کا حکم دیدیگا - مگر گورنر نے نہایت متانت سے مولوی کی ساری تقریر سُنی +

مولوی نے کہا - اے متصرف (گورنر) تو یہ کیا چمکدار کپڑے پہنکر کھڑا ہوا ہے ہمارے دل اس دھوم دھام کے قائل نہیں - انصاف کی چمک دکھا - تجھ سے پہلے بہت سے ظالموں نے ہمارے گلے دبائے - وہ بھی اس شان شوکت سے آئے تھے - اب بول تیرے دروازے پر ظلمکدہ لکھا جائے گا - یا معدلت خانہ شخصی اور استبدادی حکومت کے زمانے میں ہم لوگ جکڑے ہوئے تھے - اب حریت و مساوات کا دور ہے - ہم چاہتے ہیں کہ خلفاء راشدین کے عہد کی مثل حکمرانی ہو - اسلئے آج میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اپنے فرض کو پہچان اور انصاف کر - ورنہ قوم تیرا اسارابل نکال دیگی +

اسکے بعد شہر کی ضرورتوں مثلاً ترویج علوم دین وتعمیر و مرمت مسجد اقصےٰ وغیرہ کی جانب توجہ دلائی +

مولٰنا کا پیرایہ تقریر بڑا پرجوش تھا - گورنر پر پلے پڑتے تھے - آستین چڑھاتے

چوغے کے دامن سمیٹتے اور گورنمنٹ کی طرف لپکتے ۔ یہانتک کہ آخر میں گورنر کا ہاتھ پکڑ لیا اور خوب جھٹکے دیکر سمجھایا ۔ یہ تمام حرکات گو وحشیانہ تھیں لیکن ان سے خلوص پایا جاتا تھا ۔ اور تقریر کی صفائی و شستگی تو ایسی اعلیٰ تھی کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی ایسا مسلسل لکچر نہیں سُنا +

آخر میں گورنر نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور اطمینان دلایا کہ میں مسلمانوں کی طرح ان کی نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرونگا +

دول کے سفراء اور تمام بڑے بڑے بشپ اور پادری اس نظارے سے بہت متاثر ہوئے ۔ اسکے بعد بیچارے قصیدہ گو نصرانی صاحب صف سے پھر نکلے ۔ اور گورنر و حکومت کی تعریف میں قصیدہ پڑھا ۔ جس میں آرزو ظاہر کی گئی تھی کہ خدا دین اسلام کے طفیل ترقی کا مقصود عطا فرمائے ۔ میں نہیں جانتا کہ گورنر کے دل پر اس قصیدہ کا کیا اثر ہوا ہوگا ۔ دیگر سامعین کے چہروں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس قصیدہ کو ویسا ہی خوشامدانہ سمجھتے ہیں ۔ جیسے ہمارے قصائد کو ہندوستان میں انگریز خوشامدانہ تصور کیا کرتے ہیں +

۱۶ - جولائی ۱۹۱۱ء

کل شام کو سرکاری مدرسے کے جلسہ کی دعوت آئی تھی ۔ صبح ہی حوائج سے فارغ ہوکر گئے ۔ اس مدرسے میں ڈیڑھ سو کے قریب طلبہ پڑھتے ہیں ۔ گویا ہائی سکول ہے ۔ تقسیم انعام کا جلسہ ہر سال ہوتا ہے ۔ تمام قدس کے اعیان و اکابر شریک تھے ۔ ان لوگوں میں رسم ہے کہ جب محفل میں کوئی شخص آتا ہے تو سب لوگ اُسکی تعظیم کو کھڑے ہوتے ہیں جب بیٹھ جاتا ہے تو فرداً فرداً سب کو سلام کرتا ہے ۔ سلام کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہیں ۔ اسکے بعد ماتھے پر گو یہ رسم ایشیائی مذاق میں اچھی

ہے۔ لیکن گھڑی گھڑی کھڑے ہونے اور ہزاروں سلاموں کا جواب دینے سے جی گھبرا جاتا ہے ✦

گورنر کے آتے ہی جلسہ شروع ہوگیا۔ قاضی۔ مفتی۔ کمانڈر اور مشائخ کیلئے صدر میں جگہ مخصوص ہوتی ہے۔ چنانچہ مجکو کمانڈر اور مفتی کے برابر جگہ دی گئی ✦

یہاں ہندوستان کی طرح جلسوں کا افتتاح قرآن شریف سے نہیں ہوتا۔ اول قومی راگ گایا جاتا ہے۔ اسکے بعد کارروائی شروع ہوتی ہے۔ کارروائی کے درمیان میں بھی تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد فوجی بینڈ بجایا جاتا تھا۔ اور اہل جلسہ خاموش ہوکر اسکو سُنتے تھے۔ بات تو تفریح کی ہے لیکن کام کرنے والوں اور وقت کے عزیز رکھنے والوں کے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی لغویت نہیں ہوسکتی

بعض طلبہ نے مضمون پڑھے۔ عربی میں۔ ترکی میں۔ فرانسیسی میں۔ یہ سب زبانیں زیر نصاب ہیں۔ ایک دہ سالہ لڑکے نے بحری جھنڈا ہاتھ میں لیکر اس دلکش انداز سے جنگی رجز پڑھا اور حرکات سے اپنے جوش کو ظاہر کیا کہ سامعین بے اختیار ہوکر آفریں آفریں کا غل مچانے لگے۔ ایک شخص نے کھڑے ہوکر ایک اشرفی اس بچے کو دی جسکو اسنے فوراً گورنر کے نذر کردیا۔ اور درخواست کی کہ میری طرف سے سلطان کے بحری کارخانہ کو دیدی جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکوں کی فوج کو کمان کرتا ہوا اس خوشنمائی سے جلسہ میں لایا کہ سبحان اللہ۔ اب کے گورنر نے کچھ دینا چاہا۔ مگر اس اندیشہ سے کہ پھر کسی اور مد میں نہ دیدے ایک کاغذ پر یہ لکھدیا کہ فلاں دوکاندار اسکو اتنا اتنا کپڑا اور کتابیں وغیرہ دیدے ✦

تقسیم انعام کا یہ قاعدہ ہے کہ ایک میز پر کتابیں چنی جاتی ہیں۔ جنپر نمبر اور نام لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ سکرٹری کھڑے ہوکر پکارتا ہے۔ فلاں لڑکے کو فلاں فن کے امتحان کی جزا میں فلاں کتاب دی جاتی ہے۔ وہ لڑکا آتا ہے اور کتاب لیکر صدر

میں گورنر کو سلام کرنے جاتا ہے - اور میز کا طواف کرکے باہر نکل آتا ہے پھر دوسرے لڑکے کو آواز ملتی ہے - اسکے بعد پھر پہلا لڑکا پکارا جاتا ہے اور دوسرے کسی علم و فن میں جزا ملتی ہے - جسکی نسبت سکرٹری کہتا ہے - دو دفعہ مذکور یہاں تک کہ بعض لڑکے بیس بیس دفعہ پکارے گئے - انعام لیکر ہر دفعہ اُنکو میز کا چکرا اور گورنر کا سلام لازمی ہوتا ہے - یہ چکر گھنی کا تماشہ بیچارے گورنر کے لئے ایک آفت ہی - سلام کا جواب دیتے دیتے تھک جاتا ہے - ڈیڑھ سو لڑکوں کا انعام اور پھر ہر لڑکے کا متعدد بار آنا ہزاروں سلام کی اوسط پڑتی ہے - سب سے زیادہ انعام لینے والا ایک یتیم لڑکا یوسف رجائی نامی تھا - جب وہ اٹھارہ دفعہ آچکا اور اُنیسویں بار پھر اسی کا نام پکارا گیا تو بے اختیار میرے مُنہ سے نکلا - وَاللہِ رَجَائِیْ اَقْوٰی - خدا کی قسم رجائی (میری امید) بہت قوی ہے - حاضرین ہنسنے لگے - اور مفتی صاحب نے جواب دیا کہ آپ کے قول میں امید سے بڑھکر لطافت ہے - خاتمہ پر اُن شیخ عبدالقادر نے جو کل گورنر کے سامنے بولے تھے تقریر کی - اور اعتراض کیا کہ مدرسہ کے سکرٹری اپنے لڑکوں کو امریکن سکول میں بھیجتے ہیں - اور اس مدرسہ میں نہیں پڑھاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی تعلیم درست نہیں +

شیخ کے اعتراض کا سکرٹری نے جواب دینا چاہا - مگر گورنر نے روک دیا - کیونکہ جلسہ میں شورش پیدا ہونے کا اندیشہ تھا - ہل چل شروع ہوگئی تھی +

۱۷ - جولائی ۱۹۱۱ء

علی الصباح شیخ التکیہ کے ہمراہ سب جماعت سیدہ مریم کے مزار پر حاضر ہوئی - یہ حرم کے قریب پہاڑ کے دامن میں واقع ہے - عمارت نہایت بوسیدہ اور پرانی ہی کہا جاتا ہے کہ حضرت مریم کے زمانہ کی ہے - عجب نہیں کہ درست ہو - کو اٹدوں پڑتا

قدامت بالکل نمایاں ہیں - جب اس دروازے میں داخل ہوں تو گمان ہوتا ہے کہ کسی ویران کھنڈر میں گھُسے ہیں - گو یہ مقام تمام یورپ اور تمام اسلامی وعیسائی دُنیا کا ادب گاہ ہے - لیکن پادریوں نے دانستہ اسکو ایسا خراب کر رکھا ہے ورنہ ساری عمارت سونے اور جواہرات کی بن سکتی تھی - یروشلم یعنی بیت المقدس عیسائیوں کی جہالت - توہم پرستی اور شیطنت کا ایک مجسم نمونہ ہے - ہم اپنے ملک میں جب انگریزوں اور دیگر ممالک کے شائستہ عیسائیوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں یہ لوگ بھی ہماری طرح وحشی - جاہل اور غیر مہذب تھے - لیکن یروشلم میں آکر نظر آتا ہے کہ اس روشن زمانہ میں بھی بے شمار عیسائی قدیمی اوہام پر قایم ہیں اور ان کی حالت ہم لوگوں سے ہزار درجہ گئی گزری ہے - سوائے دو ایک مخصوص گرجاؤں کے یروشلم میں جس گرجا کو دیکھنے گیا وہاں بُت پرست ہندوؤں کے مندروں سے زیادہ خرافات نظر آئے - سیکڑوں عورت مرد مسیح و مریم کی تصاویر کے آگے سجدے کرتے ہیں - مندروں کی مثل ہر وقت یعنی رات دن ان بتوں کے سامنے چراغ روشن رہتے ہیں - راہبوں کی صورتیں ہندو جوگیوں کی سی ہیں - لمبے لمبے بال رکھتے ہیں - اور گدی پر انکا چوٹا باندھتے ہیں - دن کے وقت ان سب گرجاؤں میں اسقدر اندھیرا ہوتا ہے کہ باوجود متعدد چراغوں اور شمعوں کی روشنی کے راستہ دکھائی نہیں دیتا اور لوگ ٹھوکریں کھا کر گرتے ہیں - زیتون کا تیل عموماً یہاں جلایا جاتا ہے - جسکی ٹمٹماتی ہوئی روشنی کا عدم وجود برابر ہے پوچھو کہ یورپ ہر جگہ بجلی کی روشنی جاری کرنے اور تمدن پھیلانے کے بہانے سے خونریزیاں کرتا - اور ملک فتح کر رہا ہے - اپنے قبلہ کی تاریکی کا علاج کیوں نہیں کرتا تو جواب دینگے بولاست یہ مذہبی معاملہ ہے +

القصہ جب ہم غار کے اندر گئے تو پوجا ہو رہی تھی - گھنٹے بج رہے تھے - پادری

اشلوک پڑھ رہا تھا۔ اور عورت مرد خشوع و خضوع سے بُتوں کو سجدے کر رہے تھے۔ جبتک یہ پوجا ہوتی رہی۔ ہم کو ٹھہرنا پڑا۔ فراغت کے بعد مریم دیوی کے پجاریوں نے شمعوں کی آرتی کی اور شعلے پر ہاتھ وار کے چہروں پر ملا۔ پھر یہ لوگ بڑے پادری کے پاس گئے۔ اور اُسکے ہاتھوں کو بوسے دئے۔ پادری نے اُن کو مٹھائی کا تبرک عنایت کیا۔ جسکو ان سفید احمقوں نے ایک دم مُنہ میں رکھ کر نگل لیا +

حضرت کا مزار ایک تنگ غار میں ہے۔ جہاں تین آدمی بمشکل سما سکتے ہیں۔ ہمنے مراقبہ کیا تو پادریوں کو عجیب معلوم ہوا۔ اور حیرت سے دیکھنے لگے۔ فاتحہ پڑھکر حسب ذیل دعا مانگی +

الٰہی! تیرا شکر کہ پاک و مقدس مریم کی تربت تک پہنچایا۔ مگر اے طاہر و مطہر خدا! جس روشن اور منور جسد میں تیری روح نازل کی گئی۔ آج وہ تاریک دل لوگوں کے ہاتھوں میں پڑا ہے تیری روح پاک مریمؑ کے جسم میں دُنیا سے کفر و شرک مٹانے کیلئے داخل ہوئی تھی تو پھر کیوں نہیں اس وجود اطہر کی حفاظت کرتا۔ اور نادان کفار کے دست جہالت سے نجات دیتا۔ اس مقام کے ہم حقدار ہیں۔ ہمارا حق ہمکو دے۔ یا دلوا۔ آمین +

حضرت کے مزار کے پاس سے اوپر پہاڑ پر راستہ گیا ہے۔ جہاں سُنتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ نامور اصحاب مدفون ہیں +

واپسی کے وقت فرانسیسی گرجا کے پاس سے گزرے۔ پہلے یہ سلطان صلاح الدین کا مدرسہ تھا۔ جسکا کتبہ ابتک صدر دروازہ پر موجود ہے۔ بعد میں ویران و خراب ہو گیا۔ عیسائی تو تاک میں لگے ہوئے تھے۔ استنبول میں جاکر عرضی دی کہ ایک ویران جگہ پڑی ہے ہمکو مل جائے تاکہ وہاں شفاخانہ بنالیں۔ استنبول سے گورنر قدس کے نام حکم آیا کہ تحقیق کرے کہ آیا یہ مقام حرم کے قریب تو نہیں ہے اور اسکے فروخت کرنے میں کچھ نقصان تو نہیں ہوگا۔ گورنر پہلے ہی سُنہری سکے جیب میں ڈالکر تحقیقات

چکا تھا۔ رپورٹ کی گئی کہ یہ جگہ حرم سے بہت دور ہے۔ فرانس کو دینے میں کچھ حرج نہیں +

چنانچہ مدرسہ صلاحیہ کفار نے لیکر گرجا بنایا۔ مدرسہ کی عمارت جوں کی توں موجود ہے۔ یہانتک کہ کتبہ بھی باقی رکھا گیا ہے تاکہ مسلمان دیکھیں اور جلیں کہ انکے فاتح کی یادگار کو اپنے مکر و تدبیر سے ہم یوں پامال کرسکتے ہیں۔ کتبہ حسب ذیل ہے:-

هذه المدرسة المباركة وقف ملك الناصر صلاح الدنيا
والدين سلطان الاسلام والمسلمين ابو المظفر يوسف
ابن ايوب محى دولة امير المؤمنين اعز الله انصاره وجمع
له بين خير الدنيا والآخرة على الفقهاء من اصحاب الامام
عبد الله بن محمد ادريس الشافعي رض سنة ثمان وخمسين وخمسمائة

یعنی اس مبارک مدرسہ کو ملک الناصر سلطان صلاح الدین نے جو دولۃ امیر المومنین کا زندہ کرنے والا ہے۔ اُن فقہا کے لئے وقف کیا جو امام شافعی کے اصحاب ہیں۔ ۵۵۸ ہجری +

پولٹیکل پیشبندی کے خیال سے اس مدرسے کے ایک گوشہ میں حضرت مریم کا مولد بنا دیا گیا ہے۔ یعنی کہتے ہیں کہ حضرت مریم اس جگہ پیدا ہوئی تھیں۔ چنانچہ پادری ہم کو بھی غار کے اندر لے گیا۔ دیکھا کہ پہاڑ کی کھوہ میں حضرت مریم ایک بچہ کی صورت میں سُنہری مہد میں لیٹی ہیں +

ظہر کے بعد گورنر سے ملنے گئے۔ بہت اخلاق و تپاک سے پیش آیا۔ جودت بے نام ہے۔ بہت ہی لاغر اندام۔ ہندی مسلمانوں اور مشائخ کا دیر تک تذکرہ رہا۔ میری خواہش پر اُس نے وعدہ کیا کہ پرسوں خود اُس مقام پر لے چلوں گا جہاں نقب لگی ہو تاکہ اصل حقیقت سے آگاہی ہو۔ گورنر سے ملکر فیض اللہ آفندی رئیس البلدیہ

اسکرٹری میونسپل کمیٹی) سے ملاقات کی۔ بہت ذی علم اور گہرا آدمی ہے +
آج رات کو مشائخ حرم نے اپنے ایک خانگی جھگڑے کے تصفیہ کیلئے بلایا ہرچند انکار و عذر کیا گیا۔ مگر وہ نہ مانے۔ قصہ بس وہی تھا جو ہندوستان کی درگاہوں میں جگہ جگہ موجود ہے۔ یعنی زوار کی نذر نیاز +
یہ میری خوش قسمتی ہے کہ حرم القدس کے مشائخ نے مجھ پر فیصلہ کا انحصار کر دیا رات کے بارہ بجے تک اجماع رہا۔ مگر تسلی بخش صورت نہ نکلی۔ اسلئے آئندہ کسی وقت کے لئے ملتوی کیا گیا۔ فریقین کی شکایتیں اس کثرت سے ہیں کہ نتیجہ کی حد تک عرصے کے بعد پہنچنا ہوگا +
صبح سے ابر کے ٹکڑے آسمان پر دوڑ رہے ہیں۔ ہوا تیز چل رہی ہے بغیر کمبل اوڑھے باہر نکلنا دشوار ہے۔ رات کو تو خاصی سردی ہو گئی۔ میووں کا یہی موسم ہے۔ انگور آنے شروع ہو گئے ہیں۔ چھ پیسہ سیر بکتے ہیں +
آج میں ہندوستانیوں کا ایک قافلہ اور آیا۔ ان بیچاروں کو دس دن بیروت میں قرنطینہ کرنا پڑا۔ اور سخت تکلیف اوٹھائی۔ رجبی تک ہم اور یہ سب قدس ہی میں ٹھہرینگے +

۱۸۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

سردی کے سبب آج کہیں نہ گئے۔ تیسرے پہر مفتی صاحب کے دونوں بھائی فخرالدین فخری آفندی اور امین آفندی شیخ محمد الصالح کے ہمراہ تشریف لائے اور مجھکو مفتی صاحب کے پاس لے گئے۔ مفتی صاحب کا مکان تکیہ سے ذرا فاصلہ پر ہے۔ اور پہاڑ کی چوٹی پر ہونے کے سبب نہایت ہوادار اور پُرفضا ہے۔ یہ مفتی صاحب سید طاہر کے فرزند ہیں اور والد صاحب سے بڑھکر صاحب اوصاف ہیں۔ مفتی صاحب کے چھوٹے بھائی امین آفندی ہندوستان دیکھنے کے بہت شائق ہیں۔ عنقریب مصر جانیوالے

ہیں۔ وہاں مُفتی بننے کی سند حاصل کرینگے +

نئے ہندوستانی قافلے میں ریاست مانگرول کے ایک مولوی صاحب بھی ہیں میں نے یہ خیال کرکے کہ عربی داں ہیں۔ شیخ محمد الصالح کے مدرسہ میں لڑکوں کے رزمیہ اشعار سُن کر خوش ہونگے۔ انکو لیجا کر قصائد ورجز سُنوائے۔ مولوی صاحب بہت متاثر ہوئے اور فرمایا کہ کیا یہ قصیدہ بُردہ پڑھتے تھے۔ مولنا کے بھولپن پر بے اختیار ہنسی آگئی۔ اِن پُرانے لوگوں کے دماغ میں نئے ولولے سمانے مشکل ہیں وہ بیچارے ہر آگ کو طور کا شعلہ تصوّر کرتے ہیں +

اس قافلہ میں ایک اور بزرگ منشی محمد عبداللطیف خاں ہیں۔ ریاست رتلام کے رہنے والے دس برس سے سیٹھ عبدالکریم جمال رنگون والوں کے مدرسہ جام نگر میں مدرس اوّل ہیں۔ ان کی روشن خیالی سے خوشی ہوئی کہ حسب موقع داد دیتے رہے اور رائے بُک پر برجستہ رائے لکھی +

شام کو امریکن سوسائٹی نے اپنے کلب میں ڈنر پر مدعو کیا۔ اور چار گھنٹے خوب دلچسپ صحبت رہی۔ کھانے میں پچیس تیس عورت مرد شریک تھے۔ یورپین قاعدے کے موافق کھانے کے آخر میں صدر نے میری نسبت حسب ذیل تقریر کی +

طورزیتا کے اس مقدس پہاڑ کے سامنے آج ہم لوگ جمع ہوئے ہیں۔ جسکا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ ایک بے تعصب روشن خیال ہندی مسلمان ہم میں موجود ہے۔ جسکی دلچسپ باتوں کو ہم سب نے ابھی بہت شوق سے سُنا تھا۔ وہ جماعت ہمیشہ آرام سے رہتی ہے جسکی نظریں وسیع ہوں۔ اور جو کسی مذہب۔ قوم۔ رنگ سے سروکار نہ رکھتی ہو۔ اور سب میں حق اور سچائی کو تلاش کرتی ہو۔ ہم خدا کے شکر گزار ہیں کہ اُس نے ہم کو شراب نوشی وغیرہ اشیاء سے محفوظ کیا ہے۔ اسلئے ہم اپنے مہمان کا وہ جام صحت نوش نہیں کرسکتے جس سے خود ہماری صحت کو ضرر پہنچے۔ بلکہ

بلکہ محبت کے اس ازلی جام کی گردش چاہتے ہیں جو اہلِ دُنیا کی باہمی کدورتوں کو دور کرنے والا ہو (چیئرز) اگر ہم تاریخ کے صفحات چند صدیاں پیچھے ہٹ کر دیکھیں تو اس مہمان کی وہ صورت بڑی ڈراؤنی ہو جائے۔ جسنے اسوقت ہم سب کو اپنی طرف متوجہ کر رکھا ہے (قہقہہ) میں خداوند کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں جسنے ہم کو ایسی پُرلطف صحبت عنایت فرمائی - اور ہندی مسلمان کو ملایا۔ (چیئرز) +

یہ تقریر عربی میں تھی۔ جسکا جواب ٹوٹی ہوئی عربی میں میں نے یہ دیا میز کی اس چھُری کی قسم جس سے میں نے محبت کے گوشت کو ابھی کاٹ کاٹ کر کھایا ہے۔ ہم سب ایک ٹھنڈے وقت میں یکجا ہوئے ہیں۔ تاریخ کے جن صفحات کا ذکر آیا ہے وہ زمانہ آج ہوتا تو اسی قسم کی چھُری دشمنی سے گوشت کاٹتی ہوتی (قہقہہ) ہم سب نے اپنے حالات کو بدل دیا۔ چھُری نے اپنی کاٹ نہیں بدلی۔ وہ گوشت پہ برابر چل رہی ہے (چیئرز اور پُرزور قہقہہ) انہیں مقدس پہاڑوں میں ہمارے اور آپ کے بزرگوں نے بہشت کی خاطر خون بہلائے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور بہشت میں گئے ہونگے۔ لیکن خدا نے آج ہمکو بھی وہ صحبت عنایت کی ہے جسکو جنت سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ چیئرز۔ (فارسی کا ایک شعر ہے عربی میں اسکا مفہوم بیان کیا گیا) ؎

بہشت آنجاکہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

پس یہی کیفیت آپ لوگوں کی ہے۔ اسلئے میں آج کی رات کو بہشتی رات کہتا ہوں گو یہاں بوڑھے لوگ زیادہ نظر آتے ہیں۔ اور اسلامی تخیل کے بموجب بہشت میں سب نوجوان ہونگے۔ (قہقہہ) +

تاہم جب میں باعتبار بصیرت نظر کرتا ہوں تو حاضرین میں کسی کو بوڑھا نہیں دیکھتا اور بہشتی رات کی تشبیہ موزوں ہو جاتی ہے +

مجھے معلوم ہے کہ آپ کی سوسائٹی کو اُسکے موجودہ طرزِ عمل اور موحدانہ عقائد کے سبب متعصب عیسائیوں سے بہت سی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن جس صاف اور پاکیزہ راستہ کی جانب آپ نے قدم اوٹھایا ہے اور جیسا کہ نوٹ کیرکٹر آپ نے اختیار کیا ہے۔ وہ انجام کار دشمن کے ہر حربہ پر فتحیاب ہوگا۔ چیرز۔ اور آمین +

آخر میں آپ لوگوں کی مہربانی و مسافرنوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپنے حرام اور مضر صحت شراب کو ترک کردیا ہے۔ اسلئے آپ جامِ شراب نہیں پی سکتے یہ نہیں تو براہ عنایت چاء کے اس نقشین پیالے کو پی لیجیے۔ جو جامِ کوثر کی ہمشکل ہے تاکہ بہشتی رات کا نظارہ پورا ہوجائے۔ (چیرز) +

۱۹۔ جولائی ۱۹۱۱ء

آج گورنر سے پھر ملاقات ہوئی۔ بیروت کے قرنطینہ میں ہندی زائرین کو جو تکلیف ہوئی تھی اُسکی اطلاع دی اور چاہا کہ اسکا مناسب تدارک ہونا چاہئے۔ گورنر نے فوراً نوٹ بُک میں اس شکایت کو درج کرلیا۔ اور وعدہ کیا کہ ضرور ان تکلیفات کو دور کرنے کی کوشش کرینگے +

آج متعدد شرفا و اعیان بیت المقدس ملاقات کو تشریف لائے۔ رات کو شیخ محمد الصالح مدیر مدرسۂ روضۃ المعارف نے دعوت دی۔ اور سب جماعت کے یکجا کھانے اور بات چیت کے لطف نے رات کے گیارہ بجا دیے +

۲۰۔ جولائی ۱۹۱۱ء

رات کو چونکہ منشی عبداللطیف صاحب جام نگری دیر تک مدح خوانی کرتے رہے تھے

اسلئے سونا دیر میں ملا۔ صبح سے طبیعت خراب ہے +

آج شام کو گورنر نے حرم کی نقب دکھانے کو مدعو کیا۔ قریب عصر سب جماعت حرم میں گئی۔ اور جب تک گورنر کا انتظار رہا۔ ایک بخاری بزرگ سے باتیں ہوتی رہیں یہ عرصہ دراز سے مکہ معظمہ میں رہتے ہیں۔ ضعیف العمر ہیں۔ ایسی پُر دردگفتگو تھی کہ رونے دھونے کی نوبتیں آگئیں۔ آئندہ زمانہ کی نسبت عجیب حوصلہ افزا خبریں دیں +

بعد العصر گورنر مع جمیع اسٹاف کے تشریف لائے۔ حرم کے مشائخ اور شہر کے اعیان پہلے سے موجود تھے۔ صخرہ شریف کا مقفل دروازہ کھولا گیا۔ اور سب لوگ صخرہ کے اوپر گئے۔ یہیں گوشۂ شمال میں نقب لگائی گئی ہے۔ نقب کے دہانہ پر پتھروں کا کچا پارہ چنا ہوا تھا۔ اسکو ہٹا کر گورنر نے مجکو اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ اور خود تمام اکابر وجماعت مشائخ کے ہمراہ دہانہ پر کھڑا رہا۔ میں شمع لیکر اندر داخل ہوا۔ جگہ اسقدر تنگ ہے کہ بیٹھ کر گھسنا پڑا۔ نقب کے وسط میں پتھر کی آڑ دار لگی ہوئی ہے۔ اس میں سے اندر جانا بہت دشوار تھا۔ تاہم اڑ کچنس کر آگے بڑھ گیا بائیں پہلو میں ایک دوسری نقب دیکھی۔ جسکا طول عرض ایک گز مربع تھا۔ اور پہلی نقب ۲۲ فٹ + انچہ طویل اور ایک گز عریض تھی۔ اسوقت دل پر عجب کیفیت طاری تھی۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں آجتک کوئی مسلمان داخل نہیں ہوا۔ میری قسمت میں خدا نے یہ نعمت رکھی تھی۔ اندرونی نقب سے رومال میں مٹی اور کنکر باندھ لئے +

اسی نظارہ سے معلوم ہوا کہ نقب غیر مکمل ہے۔ کھودنے والے قبل از وقت بھاگ گئے اور کوئی چیز چرا نہ سکے۔ الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے آثار اور اپنے مقبول پیغمبروں کے تبرکات کی حفاظت کی۔ اور چوروں کو محروم جانا پڑا +

نقب کی پیمائش میں امام الدین صاحب خیاط امرتسری نے جو میرے رفیق

سفر ہیں۔ دہانہ پر بیٹھ کر مدد دی۔ پیمائش کا فیتہ اُنکے ساتھ تھا +

باہر آیا تو گورنر کو اندر کی مٹی دکھا کر لینے کی اجازت چاہی۔ اُسنے رومال کھلوا کر سب حاضرین کو مشاہدہ کرا کے لیجانے کی اجازت دی +

شام ہو گئی تھی۔ اسلئے وہ اپنے مکان کو تشریف لے گئے۔ اور حضرت سلیمان کی مسجد والی نقب کا دیکھنا آئندہ پر ملتوی رہا۔ باہر نکل کر میں نے گورنر کا شکریہ ادا کیا جسکے جواب میں اُسنے مفصل تقریر کی جس میں بتایا کہ حکومت اس واقعہ سے غافل نہیں ہے۔ تحقیقات ہو رہی ہے۔ اور امید ظاہر کی کہ میری اس تحقیق و تفتیش سے مسلمانانِ عالم خصوصاً مسلمانانِ ہند کو تسلی ہو جائیگی اور وہ یقین کرینگے کہ چوری کی خبر محض دشمنوں کی اُڑائی ہوئی ہے +

معائنہ نقب کی خبر سارے شہر میں مشہور ہو گئی ہے۔ اسلئے بکثرت لوگ آتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں۔ ان میں بعض لوگوں کو اب بھی یقین نہیں اور کہتے ہیں کہ چوری ضرور ہوئی۔ رات کو منشی عبداللطیف صاحب وغیرہ احباب کے ہمراہ امریکن سوسائٹی میں پھر گئے۔ اور ایک گھنٹہ کے بعد واپس آکر نعت خوانی کی مجلس سُنتے رہے اور سو گئے +

۲۱۔ جولائی ۱۹۱۱ء

آج معائنہ نقب کی کیفیت قلمبند کر کے ہندوستان بھیجی۔ اور مسجد اقصےٰ میں تیسرا جمعہ پڑھا۔ بعد نماز جمعہ شیخ محمد صالح آفندی کے مدرسہ روضۃ المعارف کے سالانہ جلسہ میں آئے۔ گورنر۔ قاضی۔ مفتی اور سب اعیان و علما و مشائخ موجود تھے۔ بچوں نے اپنی تقریروں اور نظموں سے خوب محظوظ کیا۔ ایک پانچسالہ بچے احمد صائم کو منبر پر کھڑا کیا گیا۔ جسنے نہایت جوش کے ساتھ حربیہ خطبہ پڑھا

حاضرین عش عش کرگئے اور میں نے اس ترکی ٹوپی والے ننھے سے جنگی مولوی کے سر پر اپنا عمامہ رکھدیا عمامہ پہنکر احمد صائم اکڑتا ہوا گورنر کو سلام کرنے گیا۔ اور حاضرین نے اس مجنونانہ خروش سے تالیاں بجائیں کہ پانچ منٹ تک اور کچھ کام نہ ہوسکا۔ جب یہ بچہ دوبارہ انعام لینے آیا تو عمامہ کو اپنے گلے میں بطور پرتلہ کے ڈالکر آیا۔ پھر چیرز کا شور ہوا۔ چار پانچ دفعہ انعام لینے کی نوبت ہوئی۔ ہر بار اہل جلسہ اس ذراسی مورت کا پرجوش خیر مقدم کرتے تھے۔ اور یہ مسکراتا ہوا دونوں ہاتھوں سے سلام کرتا پہلوانوں کی مثل بازؤں کو ہلاتا ہوا باہر نکل جاتا تھا۔

گورنر نے اطلاع دی تھی کہ میری ملاقات کو جلسہ کے بعد تکیہ میں آئیں گے مگر جلسہ خلاف امید بہت دیر میں ختم ہوا۔ اسلئے اُنھوں نے وہیں جلسہ میں معذرت کردی۔ اور دوسرے مدرسہ کے جلسہ میں چلے گئے۔ قربت رمضان کے سبب آجکل سب مدارس میں امتحان و جلسے ہیں۔ اسکے بعد تعطیل ہو جائے گی۔ آج طبیعت کچھ خراب ہے۔ رات کو بڑا کرب رہا۔ اور نیند صاف نہ آئی۔

۲۲ جولائی ۱۹۱۱ء

امریکن سوسائٹی میں ایک صاحب مسٹر مائیرس ہیں۔ بمبئی کی پیدائش۔ اُردو خوب بولتے ہیں۔ انکے ہمراہ انگریزی کونسل جنرل سے ملنے گئے۔ اُس نے دریافت کیا۔ آپ کتنے عرصہ سے یہاں ہیں۔ جواب دیا۔ بائیس دن سے۔ مگر بیس دن تک آپکا دشمن تھا۔ اسلئے ملنے نہیں آیا۔ دو دن سے دوستی ہوئی ہے لہذا آج آگیا کونسل نے ہنسکر پوچھا۔ دشمن کیوں تھے۔ کہا واقعۂ نقب حرم کے سبب۔ کیونکہ یہ نقب انگریزی جماعت نے لگائی تھی۔ جس سے مجکو بہت افسوس

تھا - لیکن بست روزہ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ انگریز پارٹی کا کچھ قصور نہیں - خود ترکی حکومت نے قتل کرایا - اسکے بعد جب نقیب کو اندر جاکر دیکھ لیا تو مکمل اطمینان ہو گیا کہ کوئی چیز چوری نہیں ہوئی +

کونسل صاحب نے مفصل واقعات سنانے پر کہا ہے - اور کہا کہ سب خطا ترکی حکومت کی ہے - میں نے کہا - سنئے صاحب - ترکوں کو کچھ نہ کہئے - جو ہونا تھا ہو چکا - ہم ہندوستانی مسلمان اپنے انگریز بادشاہ کو دل سے چاہتے ہیں لیکن اسکے ساتھ ہی ہم ترکی حکومت سے بھی مذہبی محبت ہے - لہٰذا نہیں چاہتے کہ ان دونوں کی نسبت کوئی برا کلمہ سنیں - ایسے نازک زمانہ میں جبکہ ہم کو انگریزوں کی دوستی اپنے زندہ رہنے کے لئے لازمی ہو گئی ہے - نقب حرم کا واقعہ بڑا خطرناک واقعہ تھا - جسنے مسلمانوں کے دل زخمی کر دئے تھے - لیکن تحقیق نے ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کے دوست انگریز بے خطا ہیں - اور ترکی حکومت بھی بحیثیت سلطنت بے قصور ہے - الزام رشوت خوار افسروں پر قائم ہوتا ہے - سو اس سے بھی چشم پوشی کرنی چاہیئے - کیونکہ حکومت اُن کو سزا دینے پر آمادہ نظر آتی ہے +

نوجوان کونسل جنرل فہمیدہ معلوم ہوتا ہے - بہت دیر تک اخلاق سے بات چیت کرتا رہا - یہاں سے رخصت ہوئے تو ڈاکٹر ابوالشدید یہودی سے ملاقات کی - یہ یہودی جماعت کے روشن خیال لوگوں میں ہیں - اور یہودیوں کو ترکی حکومت سے متحد کرنے کی اسی طرح کوشش کر رہے ہیں - جس طرح ہند میں مسلمانوں کو انگریزوں سے ملایا جاتا ہے +

انہوں نے یہودیوں کی بیداری و ترقی کے بہت سے افسانے سنائے اور امید ظاہر کی کہ مسلمان اور یہودی متحد ہو کر ایک قوم بن جائینگے +

تیسرے پہر روٹر ایجنسی کے ایجنٹ تلاش کرتے ہوئے کوک کمپنی کے

دفتر میں ملنے آئے۔ کیونکہ میں پھر پھرا کر ڈاک لینے یہاں آگیا تھا۔ یہ ایجنٹ انگریز تھے۔ نقب کا واقعہ دریافت کرتے تھے۔ میں نے سارا قصہ من و عن سُنا دیا۔ کہتے تھے کہ ہم ابھی روٹر کے ذریعہ تمام دنیا کے اخباروں کو آپ کی اس تحقیقات کی خبر بذریعہ تار بھیجینگے۔ انکے سمجھانے میں بڑی دقت پیش آئی۔ کیونکہ یہ عربی سے نابلد اور میں انگریزی سے بے بہرہ۔ آخر کوک آفس کے منیجر نے ترجمانی کی۔ اور میرا مطلب انکو انگریزی میں سمجھایا۔ ایجنٹ کیا تھے گویا کسی ہائیکورٹ کے وکیل تھے۔ فقرہ فقرہ پر جرح قدح کرتے تھے +

میری اس عدم موجودگی کی حالت میں قاضی شہر تکیہ میں میری ملاقات کے لئے تشریف لائے اور ایک گھنٹہ انتظار کرتے رہے۔ یہ لوگ بڑے مسافر نواز ہیں۔ راستہ میں ملاقات ہوگئی۔ فرمایا۔ اب ہمکو حکومت میں کام ہے۔ ہمارا فرض تھا کہ آپ سے ملنے آپ کی قیام گاہ پر آئیں۔ سو وہ پورا کردیا +

رات کو مدرسہ روضۃ المعارف میں سلطان صلاح الدین اور جنگ صلیبی کا ڈراما تھا۔ عیسائی بھی بکثرت تماشہ دیکھنے آئے تھے۔ رچرڈ اور صلاح الدین کا پارٹ کرنیوالے دو سگے بھائی تھے۔ دونوں نے اپنے فرض کا حق ادا کردیا۔ ڈرامے کی زبان فصیح تھی۔ اسلئے ہم اسکو بخوبی سمجھتے تھے۔ اس تماشہ نے جسمیں صلیبی لڑائیوں کا ہو بہو نقشہ لباس وغیرہ دکھایا گیا تھا۔ بہت ہی محظوظ کیا +

۲۲- جولائی ۱۹۱۱ء

آج کی صبح رات کے جاگنے کے سبب بڑی تکلیف دہ صبح ہے۔ تمام دن میں دردِ سر میں گرانی۔ ۹ بجے گورنر نے عید دستوری کے دربار میں مدعو کیا ہے دیکھئے کیونکر جانا ہوگا +

شیخ ابراہیم عبدالقادر آفندی آ گئے۔ انکے ہمراہ اول تکیہ وچلہ گاہ حضرت بایزید بسطامی کی زیارت کی جو ہمارے تکیے کے بالکل قریب ہے اس تکیہ میں حضرت کے خاندان میں سے کسی بزرگ کا مزار بھی ہے۔ کہتے ہیں اس تکیہ کے متعلق معقول وقف ہے۔ جسکو متولی اپنے صرف میں لاتا ہے اور تکیہ میں کچھ صرف نہیں کرتا ✦

۹ بجے دربار میں گئے۔ آج اس ملک میں دوہری خوشی ہے۔ ایک شب معراج کی۔ دوسرے پارلیمنٹ ملنے کے دن کی۔ تمام بازاروں میں ہلالی نشان لہرا رہے ہیں۔ گورنر کے مکان میں بڑی چہل پہل ہے۔ دس بجے صحن میں سب لوگ جمع ہوئے۔ اور خطیب نے دعا مانگی۔ سارا مجمع آمین کہتا گیا۔ اسکے بعد گورنر نے تقریر کی اور قومی ترانہ بجنے پر دربار ختم ہوا۔ یہاں سے سب لوگ فوجی کمپ میں گئے۔ کمانڈر کی جانب سے شربت وقہوہ کی تواضع کی گئی۔ گورنر کو یہاں کچھ دیر لگی۔ اسلئے ہم انجمن اتحاد ترقی کو دیکھنے گئے۔ وہاں بھی خوب دھوم تھی ✦

تیسرے پہر جیلخانہ میں اُس افغان قیدی کو دیکھنے گئے جسنے چند امرکین لوگوں پر پستول چلایا تھا۔ یہ شخص صخرہ شریف کے نیچے نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں چند امرکین عورت مرد اندر گھس آئے۔ اُسنے سلام پھیر کر اُن کو منع کیا اور کہا کہ نماز کے آگے نہ آؤ۔ وہ لوگ نہ مانے۔ اور عیسائی ترجمان نے افغان کو دھمکایا۔ جس سے یہ غضبناک ہوگیا اور پستول نکال کر پے در پے کئی فیر کر دئے دو عورتیں زخمی ہوئیں باقی غل مچاتے ہوئے بھاگ گئے اور افغان پکڑا گیا۔ امرکین سفیر نے افغان کو بے قصور بتایا اور کہا کہ خطا امرکین لوگوں کی تھی وہ کیوں نماز کی حالت میں اسکے آگے آ گئے۔ تاہم ترکی حکومت نے ازراہ محبت اسلامی اپنے

اس دینی بھائی کو نو برس کے لئے جیلخانہ میں ڈالدیا - اور پھر لطف یہ کہ جیل خانہ سے اس کمبخت کو صرف تین سوکھی روٹیاں ملتی ہیں کپڑا وغیرہ کچھ نہیں +

یوں تو ترکی حکومت کی کوئی کل سیدھی نہیں مگر جیلخانہ کی حالت سب سے بدتر ہے - قیدی کچھ کام نہیں کرتے - رات دن ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے ہیں - قیدیوں کو اپنے وارثوں سے بات چیت کرنے اور جیل میں ملنے جلنے کا حق حاصل ہے - ان کو یہ لوگ ہر قسم کا کھانا کپڑا دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں - جس غریب کا کوئی وارث نہو اُس کے لئے جیل دوزخ ہے - ورنہ بہشت کا ٹکڑا - ہمنے اس افغان سے ملاقات کی - چالیس سالہ ہے - بچارہ قریب کابل کا رہنے والا ہے +

بچارا روتا تھا کہ ۹ برس کی قید میں پھنس گیا - تین چھوٹے چھوٹے بچوں بوڑھیا ماں اور بی بی کی کون خبر گیری کرے گا - جو اس امید میں ہونگے کہ میں حج کر کے واپس آنے والا ہوں - جیل سے صرف تین روٹیاں ملتی ہیں نہ اوڑھنا ہے نہ بچھونا - نہ پہننے کو کپڑے - اور قیدیوں کے وارث آتے ہیں اور کھانے پینے کو دے جاتے ہیں - میرا اس پردیس میں کوئی نہیں - جیل کے افسر مسلمان ہیں مگر سب بیرحم - ان کو مجھ پر کچھ ترس نہیں آتا - میرے پاس پانچ اشرفیاں تھیں وہ بھی ان لوگوں نے ہضم کرلیں +

میں نے کہا - بھائی گھبراؤ نہیں - ہندوستان کے مسلمان تمہارے وارث ہیں - بے رحم ترکوں کا شکوہ نہ کرو - خدا پر بھروسہ رکھو - تم نے جو کچھ کیا دین کی محبت دین کی حرارت سے کیا - یہ چند روزہ تکلیف ہے - اسکے بعد راحت ہی راحت ہے - اگر ہم تمہیں کچھ دیں تو وہ تمہارے پاس باقی رہے گا - یا چھن جائے گا - بولا - نہیں - اب مجھ سے کوئی نہیں لیگا - اگر آپ میری مدد کرسکتے

ہیں تو دریغ نہ کیجئے۔ یہ سنکر میں تکئے میں آیا۔ اور ہندوستانی جماعت سے ذکر کیا۔ آخر میں میرے ہندوستانی بھائیوں پر ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق لاکر میرے آگے ڈھیر کر دیا۔ جسمیں کپڑا اور نقدی شامل تھی۔ حافظ عبد القادر نگینوی نے اپنی قیمتی شال دیدی۔ مانگرولی مولوی صاحب نے کپڑا بھی دیا اور نقد بھی۔ سیٹھ حاجی عبد الکریم سلیمان بمبئی والون نے معقول نقدی۔ امام الدین صاحب خیاط پنجابی نے معقول نقدی۔ ایک غریب کاٹھیا واڑی مسلمان نے کپڑا۔ راقم الحروف نے علاوہ تھوڑی سی نقدی کے وہ کمبل دیا جو چلتے وقت میرے مخلص دوست حبیب اللہ خاں صاحب جالندھری نے اس سفر کے لئے نذر کیا تھا۔ اس افغان کا نام بھی حبیب اللہ ہے۔ گویا جالندھری حبیب اللہ نے افغانی حبیب اللہ ہی کے لئے یہ تحفہ بھجوایا تھا +

یہ سب چیزیں افغان کے حوالے اُسوقت کی گئیں جبکہ میرے ہمراہ امریکن سوسائٹی کے دو ممبر بھی تھے۔ ان نیک عیسائیوں نے بھی حسب حیثیت افغان کی خدمت کی اور مسلمان ترکوں سے زیادہ خدا ترسی دکھائی +

ان امریکن لوگوں نے وعدہ کیا ہے کہ ہم امریکن سفیر کے ذریعہ سے ترکی حکومت کو لکھینگے کہ اس غریب پر رحم کیا جائے۔ کیونکہ جس جماعت کا یہ قصور وار ہے وہ امریکن تھی۔ اسنے پہلے بھی دعویٰ نہیں کیا۔ اور اب بھی اسکو کچھ دعوےٰ نہیں بلکہ اسکی معافی اور بریت کی درخواست کرتی ہے +

بعد مغرب مسجد اقصےٰ میں حاضر ہوئے۔ راستہ میں کہیں کہیں روشنی نظر آئی + سرکاری محکموں میں باجے بھی بج رہے تھے۔ بعض مقامات پر آتش بازی بھی چھوٹ رہی تھی۔ مگر وہ عام خوشی جو آجکی رات ہندوستان میں منائی جاتی ہے نہ تھی۔

خبر نہیں ان لوگوں کے دل اس مسرت سے کیوں متاثر نہیں ہوتے جو قدرتاً اُنہیں میسر ہے یعنی معراج خاص اسی مقدس زمین سے ہوئی تھی ؎

مسجد اقصےٰ میں خطیب صاحب معراج کا بیان کرتے ہیں۔ اور قبۃ الصخرا میں جہاں سے ہمارے سرکارؐ آسمان تشریف لے گئے مفتی صاحب ذکر فرماتے ہیں۔ ہمنے قبۃ الصخرا میں بیان سُنا۔ مفتی صاحب منبر کے اوپر تھے اور نیچے زینوں پر نعت خواں۔ مفتی صاحب تھوڑا سا بیان کرکے خاموش ہوجاتے تو یہ لوگ ملکر نعت خوانی کرتے تھے۔ بڑا مؤثر نظارہ تھا۔ لیکن مفتی صاحب کا اوپر بیٹھنا اور نیچے نعت کا پڑھا جانا۔ ادب کے خلاف تھا۔ منبر کے سامنے ایک تخت بچھایا گیا تھا جسپر گورنر اور قاضی جلوہ افروز تھے۔ گورنر نے اصرار کرکے مجھکو بھی اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا۔ مگر مجھکو یہ امتیاز پسند نہ آیا۔ اختتام ذکر کے بعد میں نے گورنر سے خواہش کی کہ خاص اس منبر پر مجھکو بھی ذکر معراج کی اجازت دی جائے تاکہ اہل ہند فخر کریں کہ اُن کی زبان میں خاص قبۃ المعراج کے اندر ذکر رسولؐ ہوا۔ گورنر نے خوشی سے اجازت دی اور میں نے منشی عبداللطیف صاحب رتلامی کو جن کا ذکر اوپر آیا ہے اور جن کو پہلے سے اس کام کے لئے تیار کرکے لے گئے تھے۔ منبر پر بھیجدیا۔ منشی صاحب نے جنکو آئندہ میں اپنے مقرر کردہ لقب میاں صاحب سے یاد کروں گا۔ اُردو زبان میں نعت خوانی کی۔ ماشاءاللہ میاں صاحب کا لحن اول تو یوں ہی پر اثر ہے اسپر یہ خاص موقع۔ چاروں طرف سناٹا ہوگیا۔ اور عرب حاضرین بھی باوجود زبان نہ سمجھنے کے بہت محظوظ ہوئے خاتمہ پر گورنر نے اس زبان اور لحن کی بہت تعریف کی۔ اور کہا کہ اُردو زبان ترکی کے بہت مشابہ ہے۔ حامیانِ اُردو اس واقعہ پر جسقدر ناز کریں کم ہے کہ اُن کی پسندیدہ زبان اُردو کی معراج شب معراج میں کس اعلیٰ

مقام تک ہوگئی - الحمد للہ - دس بجے یہ سب رونق ختم ہوگئی - اور حرم کے دروازے بند کر دئے گئے - آجکی رات ہم لوگ سوچکر آئے تھے کہ ساری رات بیدار رہینگے مگر شائخ حرم کو نیند زیادہ آگئی - اسلئے اُنہوں نے جلدی سے حرم کو بند کر کے آنکھیں بند کرلیں - اور نہ جانا کہ انکے ایسے جلدی سوجانے سے کتنے ارمان کشتہ ہوجائینگے اور کتنے نصیب سوجائینگے - روشنی بھی شاندار نہ تھی زیتون کے تیل کے قمقمے ٹمٹما رہے تھے - یا دو ایک میلے کچیلے جھاڑوں میں موم بتیاں جل رہی تھیں - کل میں نے ایک خادم حرم سے پوچھا تھا کہ یہ جھاڑ اسقدر گرد آلود ہو رہے ہیں - کبھی صاف نہیں ہوتے - بولا کہ حکومت میں درخواست کی گئی ہے کہ شب معراج کی قربت کے سبب جھاڑوں اور قبہ کی صفائی ہونی چاہیئے وہاں سے منظوری ہوگئی تو صاف کر دئے جائینگے +

سبحان اللہ - فرمانبردار - حکم پر چلنے والے ایسے ہوتے ہیں - خدا ہمکو ایسے کاہل وجود اطاعت گزاروں کے سایہ سے بچائے +

تکیہ میں آئے اور یہاں خوب نعت خوانی کی گرما گرمی رہی - و ذالک فضل اللہ تعالیٰ +

۲۳ جولائی ۱۹۱۱ء

آج روانگی کا دن ہے - صبح سے لوگ ملاقات کیلئے آرہے ہیں - ان میں ایک نئے صاحب عبد السلام آفندی بھی آئے - بوڑھے ہیں - مگر ہٹے کٹے چونچال کسی جگہ عہدہ گورنری پر مامور ہیں - یہ وہی عبد السلام آفندی ہیں جنکی مولانا شبلی نے اپنے سفرنامہ میں بہت تعریف کی ہے اور جنکے ابن عم شاکر آفندی کا دلخراش فسانہ لکھا ہے - میں نے عبد السلام آفندی کو مولانا کی تحریر عربی میں ترجمہ

کر کے سُنائی - بہت خوش ہوئے اور دیر تک مولانا شبلی کی تعریف کرتے رہے +

۹ بجے گورنر نے حرم میں بُلایا تاکہ مسجد حضرت سلیمان علیہ السلام کی نقب دیکھیں اور خاص دہانہ نقب پر ہماری تصویر بھی لی جائے - گئے - آج تمام مشائخ و اعیان قدس موجود تھے - مسجد و اخذ نقب کے بعد سے مقفل رہتی ہے +

یہ وہ مقام ہے جسکو عیسائی دُنیا ہیکل سلیمان کے نام سے یاد کرتی ہے - اور مسلمان کہتے ہیں کہ اسکو جنات نے بنایا تھا - اب یہ موجودہ مسجد اقصےٰ کی عمارت کے شرقی رُخ تہ خانے میں ہوگئی ہے - یعنی اسکے اوپر مسجد اقصےٰ کی عمارت ہے - اس میں جانے کے لئے ایک طویل زینہ سے نیچے اُترنا ہوتا ہے - مسجد کی چھتیں تابوتی ہیں اور اسقدر بلند ہیں کہ اگلی صناعت پر حیرت ہوتی ہے - پتھر ایسے بڑے بڑے لگائے ہیں کہ بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ جنات نے نہیں تو اُن انسانوں نے اسکو ضرور بنایا - جن میں مافوق العادت طاقت تھی - اور فن عمارت میں کامل تھے اسکی دیواروں میں کہیں کہیں حلقے بنے ہوئے ہیں - ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ جنات ان سے باندھے جاتے تھے +

نقب جہاں لگائی گئی ہے وہ غربی حصہ ہے - یوں تو متعدد جگہ نقب کے نشانات ہیں - مگر سوراخ ایک ہی ہوا ہے +

جب ہمنے نقب کے سوراخ کو جھانک کر دیکھا تو اندر سے بہت گہراؤ پایا نیز نقب کا دھانہ اسقدر مختصر تھا کہ اندر داخل ہونے کی کوئی آسان صورت نظر نہ آتی تھی - اسکے علاوہ ایک طرح کا خوف بھی تھا - کیونکہ غار نہایت تیرہ و تاریک تھا تاہم خدا کا نام لیکر کرتہ و عمامہ اُتار ڈالا - اور لیٹ کر پیٹ کے بل گھسٹتے ہوئے سوراخ میں گھس گئے - باہر سے لوگ ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ہم اندر نقب میں پاؤں

سے زمین ٹٹولتے تھے۔ مگر وہ نہ ملتی تھی۔ یعنی بہت گہرائی تھی۔ بہزار دقت پاؤں ٹکے۔ اور شمع لیکر آگے بڑھے۔ بعد میں شیخ محمود آفندی خادم حرم بھی شمع لیکر داخل ہوئے +

غار اندر سے بہت وسیع ہے۔ تقریباً ۵۰ قدم طویل ہے عرض کہیں چوڑا ہے کہیں سکڑا۔ نمی اور ٹھنڈک کے سبب ہاتھ پاؤں میں درد ہونے لگا +

اوّل سے اخیر تک ہر حصہ غار کو نہایت اطمینان و غور سے دیکھا۔ اس غار کی حالت اسقدر خراب ہے۔ اور پہاڑ کی اندر ایسی بے قرینہ ہیئت ہے، اور ایسے اونچے نیچے پتھر نکلے ہوئے ہیں کہ یہ گمان ہرگز نہیں ہوسکتا کہ یہاں کوئی اسباب رکھا ہوگا۔ یہ مقام مصنوعی نہیں ہے قدرتی غار ہے۔ جسکو غالباً حضرت سلیمان ع کے ایام میں تیغہ لگادیا گیا ہوگا۔ اس لئے خیال ہے کہ یہاں سے بھی کوئی چیز چوری نہیں ہوئی +

اگر متقدمین نے قیمتی آثار کو ایسے بے ڈھنگے گڑھے میں ڈالدیا تو اور کیا ہوگا تو ممکن ہے کہ چوری کا قصہ صحیح ہو۔ کیونکہ یہ نقب خوب اطمینان سے ٹٹولی گئی ہے۔ جسکا ثبوت یہ ہے کہ یہاں سے مجکو شراب کی بوتلوں کے کاک ملے جنکو میں نے جیب میں ساتھ لے لیا۔ غالباً سردی کے سبب سارقین نے شراب پی پی کر مال کی تلاش کی ہے۔ نقب کے دہانہ کے قریب اندر کے رُخ چھت کے پتھر پر شمع کے دھوئیں سے نام لکھے ہوئے ہیں۔ ایک نام فرانسیسی یا کسی ایسی زبان کے حروف میں تھا جسکو میں پڑھ نہ سکا۔ یہ نام دہانہ نقب کے اندر داخل ہوتے ہی ایک گوشہ میں ہے۔ دوسرا ذرا آگے بڑھکر ہے۔ اوّل حرف سی ہے اسکے بعد عربی خط میں کامل حسینی ۱۳۲۹ھ لکھا ہے۔ نہیں معلوم یہ کامل حسینی کون شخص ہے اور آیا اصلی کامل حسینی ہے

یا کسی نے فرضی نام لکھدیا ہے +

نقب سے باہر نکلتے وقت بھی بڑی دقت ہوئی اور لوگوں نے ہزار مشکل باہر کھینچا۔ امریکن فوٹوگرافر تیار تھا۔ نقب کے دہانہ پر ایک رُخ مجکو کھڑا کیا گیا۔ اور دوسری طرف گورنر۔ تمام مشائخ حرم کو لیکر کھڑا ہوا۔ میں نے اپنی برابر ہندی تکیہ کے شیخ عبدالقادر کو کھڑا کر لیا۔ اور باقی ہندی برادران مثلاً سیٹھ عبدالکریم حاجی سلیمان بمبئی والے امام الدین صاحب امرتسری عبدالقادر صاحب نگینوی گورنر کی جماعت میں کھڑے ہو گئے اور مصنوعی روشنی کے ذریعہ فوٹو کھنچ گیا۔ اسکے بعد مقام پرورش حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس جو اسی مسجد کے اندر ہے۔ دوسرا فوٹو اور لیا گیا۔ اس میں بھی گورنر کے برابر کھڑا کیا گیا ہوں +

رخصت کیوقت گورنر سے کارڈوں کا تبادلہ ہوا اور شکریہ کے معولی الفاظ کام میں لائے گئے +

تکیہ میں آنے سے پہلے حرم قدس کے وسط میں کھڑے ہوکر یہ دعا مانگی +

الوداع اے پاک و بابرکت زمیں! جو آیا تھا۔ وہ جاتا ہے۔ تو بھی عدم سے آئی ہے۔ چل۔ آنے والے کیلئے جانا لازم ہے۔ کب تک ان پہاڑوں کی گودمیں سوئے گی +

قدرت والے۔ کرم و فضل والے خدا۔ تیرا یہ عاجز بندہ مقام مقدس سے رخصت ہوتا ہے۔ اب شاید یہ شاداب و دل آویز نظارہ میرے جسم کی آنکھوں کو میسر نہ آئے۔ تیرے گھر کی خیر۔ میرے گھر کی خیر۔ تیرے بندوں کی خیر۔ میرے دوستوں بزرگوں پیاروں کی خیر۔ جسکو تو چاہتا ہے۔ اُس کی خیر۔ جسکو میں چاہتا ہوں۔ آمین +

تکیہ میں آکر شیخ عبدالقادر صاحب شیخ التکیہ کی خواہش کے موافق اُن کو اجازت سلسلہ چشتیہ کی دی گئی۔ یہاں قدس میں ایک چشتی بھی نہیں۔ خاصکر چشتیوں کے تکیہ میں۔ ایک چشتی شیخ ہونا ضروری معلوم ہوا۔ اسلئے شیخ عبدالقادر کو مجاز بنایا گیا کہ وہ چشتیہ طریق میں لوگوں سے بیعت لیں +

ریل پر آئے۔ باوجودیکہ سب احباب کو منع کردیا تھا کہ کوئی صاحب ریل پر پہنچانے نہ آئیں۔ کیونکہ میری طبیعت ان ایام میں نہ استقبال کو پسند کرتی ہے نہ مشایعت کو۔ مگر اہل قدس کب مانتے تھے۔ مسلمان وعیسائی سب ہی جمع ہو گئے اور اپنی مہمان نوازی ومسافرپروری کا ثبوت دیا۔ رملہ ٹھہرنے کا ارادہ تھا۔ وقت کی کمی کے سبب پورا نہو سکا۔ مگر منشی عبداللطیف خانصاحب عرف میاں صاحب صبح کی گاڑی میں رملہ چلے گئے تھے۔ عصر کے قریب ہماری گاڑی رملہ سے گزری تو انکو اسٹیشن پر موجود پایا۔ رملہ کی زیارات کی یادداشت لکھتے لائے ہیں جو زیارات سفر کی فہرست میں درج ہوگی۔ یافہ میں حاجی درویش کے آدمی سٹیشن پر موجود تھے۔ ان کے ہمراہ لوکندہ میں آئے۔ حجاج اکثر لوکندوں میں ٹھہرنا پسند نہیں کرتے۔ حاجی درویش جیسے دلالوں کے پاس متعدد مکان ہوتے ہیں جن میں نہ صفائی کا انتظام ہے نہ فرش وپلنگ کا۔ انہی میں اُنکو ٹھہرایا جاتا ہے جنکو بھی حاجی سمجھ کر ان دلالوں نے بہت حیران کیا۔ اور متعفن گلی کوچوں میں مکان دکھاتے پھرے۔ آخر جب میں نے ڈانٹ کر کہا کہ میں ان کثیف مقامات میں رہنا نہیں چاہتا۔ صاف ہوٹل میں لے چلو تو بمشکل نصرانی کے لوکندے میں جو بہت صاف ستھرا اور دس آنہ روز کرایہ کا جامع مسجد کے قریب ہے لے گئے رات تکان کے سبب تکلیف سے گزری +

+

۲۴-جولائی ۱۹۱۱ء

صبح بیدار ہو کر سب سے پہلے انگریزی کونسل کے پاس گئے کیونکہ رات کو خبر ملی تھی کہ جو مسافر دمشق و بیروت سے آتے ہیں۔ اور پورٹ سعید جانا چاہتے ہیں۔ انکو ترکی حکومت جبراً یافہ اُتار لیتی ہے۔ اور پورٹ سعید نہیں جانے دیتی۔ اس ظالمانہ خبر نے ساری رات بے چین رکھا۔ اللہ۔ میرے اہل وطن ایسے ناتواں کمزور و ذلیل ہو گئے کہ ہر گورے رنگ کا آدمی انکو ٹھکرانا چاہتا ہے۔ ترک پہلے حکومت کرنی تو سیکھیں۔ اسکے بعد ہم غریبوں کو ستائیں*

انگریزی کونسل بیماری کے سبب دفتر میں نہیں آیا تھا۔ اسکے نائب نے اطمینان دلایا اور کہا کہ ہمنے استنبول وغیرہ مقامات پر تار بھیجے ہیں کہ یہ ظالمانہ کارروائی مناسب نہیں۔ امید ہے کہ وہاں سے اچھا حکم حاصل ہوگا*

یہاں سے حضرت علی بن علیم کی زیارت کو روانہ ہوئے۔ آپ کی زیارت یافہ سے تین گھنٹہ کے راستہ پر ہے۔ گھوڑا گاڑی جاتی ہے۔ مگر راستہ اسقدر خراب ہے کہ گاڑی سے پیدل چلنا بہتر سمجھا جاتا ہے۔ دوسرا راستہ کشتی کا ہے۔ مگر اسمیں بھی بعض خوف ہیں۔ یافہ کا سمندر ہر وقت متلاطم رہتا ہے*

چونکہ حضرت علی بن علیم کی اس علاقہ میں بڑی شہرت ہے۔ کہتے ہیں۔ انکے مزار پر جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ اور سات پشتیں اگلی پچھلی بخشی جاتی ہیں۔ ہماری جماعت کی کشش کے لئے یہ خبر بڑی مؤثر ہوئی۔ اور اُسنے چلنے پر مستعدی ظاہر کی۔ سوا روپیہ فی کس کے حساب سے کشتی ٹھہرائی گئی۔ اور ہم سب دس آدمی روانہ ہوئے۔ آخر وہی سامنے آیا جسکا ڈر تھا۔ دریا اسقدر جوش میں تھا کہ الاماں۔ سوائے میرے اور میاں صاحب و احمد بمبئی والے کے سب

چھوٹے بڑے سے قے کرتے کرتے پریشان ہوگئے۔ شکر ہے کہ مجھکو بچائے چکر و تکلیف کے پانی کی اس ہل چل میں بڑا لطف آیا۔ اسپر طرہ یہ کہ میاں صاحب نے نعت خوانی شروع کردی۔ ڈیڑھ گھنٹہ میں حضرت کے مزار پر پہنچے۔ یہاں دریا کے کنارے چھوٹا سا بازار لگا ہوا ہے۔ یہ تربوزوں کا گھاٹ ہے۔ لاکھوں تربوز اطراف و جوانب سے لاکر جمع کئے جاتے ہیں اور کشتیوں میں بافہ مصر و اسکندریہ بھیجے جاتے ہیں۔ بڑی معقول تجارت ہے۔ ہماری کشتی کنارے پر آئی تو عجب بیحیائی کا منظر دیکھا۔ بیسیوں نوجوان لڑکے ننگے نہا رہے تھے۔ جب ہم کنارے پر اُترے تو وحشیوں کی طرح پانی سے نکل کر ہمارے گرد جمع ہوگئے۔ ان کا شرمناک ہجوم۔ اور ہمارے ساتھ عورتیں۔ آخر ایک سمجھدار عرب کے سمجھانے سے یہ جانور پرے ہٹے ✦

صحرائی عرب ابتک ایام جہالت کی تاریکی میں مبتلا ہیں۔ حضرت کا مزار ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ہے۔ چڑھکر گئے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ اور بہت دیر تک مزار شریف کے پاس بیٹھے رہے۔ یہ مزار گنبد میں نہیں ہے کھلا ہوا ہے۔ حضرت علی بن علیم حضرت عمر فاروق رضؓ کی چوتھی یا پانچویں پشت میں ہیں۔ واقعی مزار پر کیف و پُر اثر ہے بہت جی لگا ✦

واپسی کے وقت بھی چکروں کی پریشانی رہی۔ تاہم میں اور میانصاحب اب بھی محفوظ رہے۔ رات بھر لوگوں کو چکروں کی تکان نے بے آب و دانہ رکھا ✦

۲۵- جولائی ۱۹۱۱ء

آج دن بھر ہوٹل میں رہے۔ بعد ظہر بیروت جانے والے جہاز میں سوار ہوئے یہاں سے حافظ عبدالقادر رنگینوی سے جدائی ہوگئی وہ عدن کو واپس جاتے ہیں ✦

آسٹرین کمپنی کا الگڑا جہاز ہے۔ بیروت تک تھرڈ کلاس کا سوا مجیدی یعنے ساڑھے چار روپے کرایہ لیا۔ قریب مغرب جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ بعد مغرب میں کسی ضرورت سے اُٹھا تو دیکھا۔ جوتی ندارد ہے۔ چاروں طرف دیکھا۔ پتہ نہیں۔ ساتھیوں نے اپنے اپنے اسباب کی تلاشی لی۔ سب ٹھیک تھا۔ مگر سیٹھ عبدالکریم حاجی سلیمان کے انڈے جو وہ راستہ کے لئے بہت سے لے آئے تھے۔ چوری گئے۔ مشورہ ہوا کہ یہ کام جہاز کے نوکروں کا ہے۔ ساری رات ہوشیار رہنا چاہئے۔ باری باری سے ایک ایک آدمی جاگے۔ پچھلی رات چور پھر آئے۔ اور متعدد مسافروں کی جیبیں کتریں۔ اسباب چُرایا۔ تربوزوں کے ایک تھیلے کو کاٹ رہے تھے کہ میاں صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ اور وہ بے تحاشہ چیخکر پکڑنے کو دوڑے۔ دیکھا کہ جہاز کا یوریین خلاصی تھا۔ سب مسافر جاگ اُٹھے اور خلاصی بھاگ گیا۔ اُسیوقت امام الدین صاحب امرتسری نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو بولے کہ میری جیب کی اشرفیاں بھی چوری گئیں۔ اوپر چھت پر سے ایک عرب روتا ہوا آیا۔ کہ اُس کی جیب کاٹ کر پچاس اشرفیاں نکال لیں کٹی ہوئی جیب بھی دکھائی +

۲۶۔ جولائی ۱۹۱۱ء

یہ طوفان دیکھ کر صبح کو ان سب فریادیوں کو لیکر کپتان کے پاس گئے۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ مگر اُسنے ٹال دیا۔ اور کہا تھرڈ کلاس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ ہرچند میں نے سمجھایا لیکن مغرور آسٹرین نے تحقیقات سے صاف انکار کیا۔ بیروت میں جاکر انگریزی کانسل سے داد چاہیں گے۔ ان ممالک میں انگریز اپنی رعایا کی بڑی حمایت کرتے ہیں۔ یہانتک کہ اگر کسی کے پاس خرچ نہ رہے تو کرایہ وغیرہ کی مدد بھی دیتے ہیں +

آج صبح جہاز نے حیفہ پر قیام کیا۔ اور ہم اسکی سیر کو گئے۔ پرانی طرز کا میلا کچیلا شہر ہے۔ حجاز ریلوے کے دفاتر یہیں بنے ہوئے ہیں۔ ہمنے ان سب کو جا کر دیکھا اور کھانا وغیرہ خرید کر جہاز پر چلے آئے۔ یہاں ایک جامع مسجد بھی ہے۔ جسکی مرمت سلطان عبدالحمید خاں نے کرائی تھی۔ اسکے کتبے سے سلطان موصوف کا نام کاٹ دیا گیا ہے۔ میرے لئے یہ پہلا موقع تھا۔ ایک عرب سے جو غالباً حیفہ کے ممتاز شرفا میں تھا۔ دریافت کیا تو اُسنے نہایت خشم آلود لہجہ میں کہا کہ یہ ہماری حریت مآب پارلیمنٹ کی کارستانی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ سلطان عبدالحمید کا نام کسی جگہ لکھا رہے۔ مینے کہا آپ لوگ عبدالحمید خاں کو پسند کرتے ہیں؟ بولا پسند کیا معنے ہم اُنکے لئے آنسو بہاتے ہیں اگر ہم کو رونے دیا جائے تو کبھی نہ تھمیں۔ اسقدر ہمارے دل اُس نیک مرد کو چاہتے ہیں۔

حیفہ سے عکہ قریب ہے۔ جہاں بابی فرقہ کے سرگروہ عبدالبہا آفندی نظر بند ہیں۔ دو گھنٹہ میں گھوڑا گاڑی پہنچ جاتی ہے۔ راستہ خام ہے ٭

شام کو بعد مغرب بیروت میں داخل ہوئے کشتی سے کنارے پر قدم رکھا تو مسٹر انوارالحق کو استقبال کے لئے کھڑا پایا۔ یہ خان بہادر مولوی عبدالحامد صاحب مجسٹریٹ دہلی کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ اسکے بڑے بھائیوں عبدالستار صاحب اور عبدالجبار صاحب نے بیروت میں ایک دارالعلوم کھولا ہے جس میں عربی و انگریزی پڑھائی جاتی ہے ٭

کنارے پر آتے ہی پولس نے گھیر لیا اور کہا کہ قرنطینہ جانا ہوگا۔ ہم نے بیس دن سے زیادہ قدس میں قیام کر لیا تھا۔ قانوناً ہم پر قرنطینہ لازم نہ آتا تھا مگر پولس نے ایسی بیرحمی کا برتاؤ کیا اور دو گھنٹہ ایسی اذیت دی کہ پناہ بخدا۔ رات کا اندھیرا۔ عورتوں اور بچوں کا ساتھ۔ ڈاکٹر کے نامعلوم گھر کی طرف پولس دھکے

دیدے کر ہانکنے لئے جارہی تھی - گاڑی میں سوار ہونے کی کسیکو اجازت نہ تھی - رات کے گیارہ بجے فرانسیسی ڈاکٹر کے پاس پہنچے اور اس نیک مرد نے رہائی بخشی - پولس کی یہ شرارت رشوت خواری کی ہوس میں تھی بارہ بجے بھوکے پیاسے ہوٹل میں آکر پڑ رہے +

۲۷ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

علی الصباح انگریزی کانسل کے پاس گئے - اور امام الدین صاحب کی چوری کا قصہ سنایا - اُسنے ہمدردی کا اظہار اور امام الدین صاحب کو مصر پہنچا دینے کا وعدہ کیا - اسکے بعد مسلمانان ہند کی نسبت سوال کرتا رہا +

کونسل سے واپس آکر جمعہ کی نماز کو گئے - جامع مسجد میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ کا مزار ہے - نیز ایک موے مبارک حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہے +

جمعہ کے بعد عبدالستار صاحب الخیری دہلوی نے اپنے دارالعلوم میں مدعو کیا اور سیٹھ عبدالکریم کو بھی مع اُن کی اہلیہ کے بلایا - عبدالستار صاحب کی زوجہ دہلی سے آئی ہیں - اور مدت سے کسی ہندی عورت کو نہیں دیکھا سیٹھ کی اہلیہ سے ملکر بہت خوش ہوئیں - یہ یہاں عرب کے دستور کے موافق برقع اوڑھ کر بازاروں میں پھر سکتی اور سودا خرید لاتی ہیں +

عبدالستار صاحب نے کلیہ سوریہ کی سیر کرائی - مگر آجکل یہاں تعطیل ہے - یہ بیروت کی مشہور امریکن یونیورسٹی ہے - مولانا شبلی نے اس یونیورسٹی کے جسقدر حالات لکھے ہیں وہ غلط ہیں - انہوں نے کسی اور کالج کو کلیہ سوریہ سمجھ لیا - کیونکہ اُنہوں نے کلیہ سوریہ کی جو کیفیت لکھی وہ یہاں نہیں پائی جاتی - کلیہ سوریہ بڑے فضا

موقع پر واقع ہے۔ سرسبز پہاڑ پر اسکی عمارتیں ہیں۔ جنکے نیچے سمندر موجیں لے رہا ہے۔ اس یونیورسٹی کے مفصل حالات سفرنامہ کے دوسرے حصہ میں درج کئے جائیں گے +

تمام پارٹی نے بڑے لطف سے دارالعلوم کی عمارت میں جمع ہوکر کھانا کھایا اور ہوٹل واپس آئے +

۲۸-جولائی ۱۹۱۱ء

صبح ساڑھے سات بجے بیروت سے روانہ ہوئے اور عصر کے وقت دمشق پہنچے تمام راستہ پہاڑوں کا ہے جو اسقدر سرسبز ہیں کہ بہشت کے ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں۔ اِن پہاڑوں کو لبنان کہتے ہیں۔ یہاں بکثرت نصارے آباد ہیں اور فرانسیسی حکومت کا اثر زیادہ ہے۔

بیروت سے دمشق تک جو پہاڑ ہیں ان کی دلفریبی کا کیا کہنا۔ جب ریل کسی اونچی چوٹی پر چڑھتی تو غاروں اور وادیوں کی سرسبزی۔ انگوروں کی بیلوں کا لہلہانا۔ بادلوں کا نیچے گھرا ہوا نظر آتا۔ سامنے کوسوں سمندر کی سطح۔ ایسے نظارے ہیں کہ جی سیر نہیں ہوتا۔ یہی وہ شامی پہاڑ ہیں جنکے تذکرے توریت انجیل قرآن میں جگہ جگہ مذکور ہیں۔ ہندوستان کے ہریالے پہاڑ بھی مینے دیکھے سبحان اللہ اپنی شان میں یہ بھی نمونہ قدرت ہیں مگر شامی پہاڑوں میں غالباً خدا نے اپنے مخفی حسن کا جلوہ بکھیر دیا ہے۔ درخت اور سبز پتے تو درکنار جنگلی کانٹوں تک کی رنگینیاں اور شوخیاں آنکھوں میں کھبی جاتی ہیں۔

آب و ہوا کا یہ عالم کہ اس سرزمین میں ریل کا داخل ہونا تھا کہ دماغ میں طرح طرح کے ولولے اور جذبے پیدا ہونے لگے۔ ایک جگہ ریل ٹھری

بیسیوں عورتیں بچے دوڑے ہوئے آ گئے۔ ہاتھوں میں بڑی بڑی روٹیاں پنیر۔ اُبلے ہوئے انڈے۔ کسی کے ہاتھ میں تازہ اخروٹ کی گری۔ کوئی سیب مشمش اور آلوچہ انجیر سے لبریز ٹوکریاں لئے ہوئے۔ دو پیسہ کا ہلیلہ یا متلیک دیا اسنے میوہ کی ٹوکری قدموں میں خالی کر دی۔ یاالٰہی یہ زمین ہے یا بہشت۔ میوہ اتنا سستا۔ کون کھا سکتا ہے۔ ہمارے ہاں جو سیب دو پیسہ اور چار پیسہ عدد آتا ہے اسکی وہاں دو پیسہ کو ایک دوسیر کی لبریز ٹوکری دستیاب ہوتی ہے اور پھر ذائقہ کی تو پوچھئے۔ انجیر رنگ سبز درمیانی سیب کی برابر اور اسقدر شیریں کہ دو مشکل سے کھائے جائیں۔ یہی حال اور میووں کا سمجھئے۔ کاش ترک ان کی تجارت کرتے حفاظت کے ساتھ غیر ملکوں میں بھیجتے اور لاکھوں کروڑوں روپیہ سے خزانہ بھرتے۔ تاہم دوسرے پہلو سے ملک والوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ملک کی چیز ملک میں رہے۔

ان پہاڑوں میں جگہ جگہ آبادیاں ہیں۔ جن میں عموماً عیسائی آباد ہیں مسلمان بھی ہیں۔ امیر لوگ گرمی کے موسم میں یہاں آکر رہتے ہیں۔ شاندار ہوٹل اسٹیشنوں کے قریب بنے ہوئے ہیں۔

ایک اسٹیشن پر گاڑی ٹھہری۔ چند بچے لڑکے لڑکیاں پیسے مانگنے کو آگئے ایک لڑکی بولی۔ محمدؐ کے نام کا صدقہ مجھے کچھ دو۔ اس معصوم کی زبان سے ان اونچے اخضری پہاڑوں میں یہ نام کیسا بھلا لگا۔ مینے کہا میں اس نام پر کیا قربان کروں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی یہی گو نجنے آیا۔ جو کچھ جیب میں تھا بچی کے آگے رکھدیا۔ آنکھیں آنسو برسانی تھیں۔ آواز بے قابو تھی۔ دل سینہ میں پھڑکا جاتا تھا۔ لڑکی یہ سماں دیکھ کر دعائیں دینے اور درود شریف کے اشعار پڑھنے لگی۔ زخموں پر نمک پاشی تھی۔ اسی اثنا میں ایک

اور لڑکا آیا۔ اسنے بھی مانگا۔ اور دوسرے بچوں سے واقعہ شکر اس ظالم نے بھی وہی نام لیا۔ مسافر پر کتنا ظلم تھا۔ مجکو یہ فتنے کسقدر ستاتے تھے۔ حاجی عبد الکریم سیٹھ بمبئی سے مانگ کر اسکے بھی کچھ حوالہ کیا۔ کیونکہ بے نوا کی جیب خالی تھی۔ یہ دیکھ کر لڑکی بولی۔ یا حاجی۔ واللہ ہذا النصرانی خدا کی قسم یہ تو عیسائی ہے۔ آپ نے اسکو کیوں دیا۔ مینے کہا نادان عیسائی ہے تو ہوا کرے۔ سُنتی نہیں اسنے نام کسکا لیا۔ اس نام کے دربار میں عیسائی موسائی مسلمان سب برابر ہیں۔ قربان اس نام کی ٹھنڈک کے۔ صدقے اس نام کی نشتر اندازی کے۔ نثار اس نام کی نامعلوم زخم آفرینی کے۔

عصر کے وقت دمشق کے اسٹیشن پر پہنچے۔ حاجی عبد اللہ ہندی استقبال کو موجود تھے۔ یہ ہندوستانی مسافروں کی رہبری کا پیشہ کرتے ہیں۔ ہوٹل والوں کی تھوڑی سی کش مکش یہاں بھی ہوئی۔ مگر ہم لوگ ندوہ قدس الشریف میں ٹھہرے۔ اسکے مالک سید درویش نوجوان اور ملنسار آدمی ہیں انکے والد کا ایک قدیمی ہوٹل مدینہ منورہ کے نام سے قائم ہے۔ اب انہوں نے اپنا ذاتی ہوٹل قدس الشریف کے نام سے کھولا ہے۔

دمشق پہنچتے ہی ڈاک کا خیال آیا۔ حاجی عبد اللہ ہندی نے بیان کیا حسن نظامی کے نام سے بہت سے خطوط آئے تھے۔ ڈاکخانہ نے ایک ایرانی تاجر کو جسکا نام حسن نظامی ہے وہ خطوط دیدئے ہیں۔ وہ تاجر مجھ سے کہتا تھا کہ یہ ڈاک کسی ہندی کی ہے میری نہیں ہے۔ مینے امانت رکھ چھوڑی ہے۔ اس نام کا کوئی شخص آئے تو مجکو خبر کرنا۔

مجکو اس خلفشار سے ایک گونہ اُلجھن تو ہوئی اور کئی ہفتہ کے انتظار کے بعد اپنے ملک کی حالت معلوم کرنے کا جو شوق تھا اُسکو صدمہ پہنچا۔ لیکن اس

لطف نے کہ میرا ہمنام اس شہر میں ہے غم غلط کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ ہندوستان میں میرا ہمنام کوئی نہیں ہے۔ تاریخ فرشتہ میں ایک مورخ کا نام حسن نظامی بچپن میں دیکھ کر میں نے یہ لقب اختیار کیا تھا اور علی حسن کی جگہ حسن نظامی نام رکھا تھا۔ مگر دمشق میں ہمنام نکل آیا۔

وہ رات خاموشی میں گزاری۔ کھانا دوسرے ہوٹل سے منگا کر کھایا اور سو گئے۔

۲۹ر جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

صبح بیدار ہو کر سب سے پہلا کام ڈاک لینا تھا۔ حاجی عبداللہ کے ہمراہ دمشق کی گلیاں چھانیں۔ گندی گلیاں ہیں۔ مگر بعض مقامات پر دہلی کا لطف آتا ہے پُرانے شہروں میں ہر جگہ یہی منظر نظر آتے ہیں۔ ایرانی تاجر کے مکان پر پہنچے تو دروازہ نہایت پست اور بھدا معلوم ہوتا تھا۔ خیال تھا کہ مکان اندر سے نہایت مختصر اور معمولی ہوگا۔ لیکن جونہی اندر داخل ہوئے اسکو بہشت کا ٹکڑا پایا۔ چمن لگے ہوئے تھے۔ فوارے چل رہے تھے۔ سنگ مرمر کا فرش تھا۔ چھوٹی چھوٹی مرمری نہروں میں پانی بہ رہا تھا۔ تاجر صاحب دروازہ تک لینے آئے اور اندر کمرہ میں لیجا کر بٹھایا۔ یہ کمرہ سیپ کی پچی کاری سے جگمگا رہا تھا۔ دمشق میں سیپ کی پچیکاری مکانوں کے اندر بہت کی جاتی ہے اور صدہا قسم کے سامان سیپ کے نقش و نگار سے تجارت کے لئے بنائے جاتے اور بازار میں بکتے ہیں۔

ایرانی صاحب نے گرم گرم میٹھی چا پلائی۔ اور نمکین ڈاک مرحمت کی۔

اُدھر میزبان منتظر کلمہ وکلام۔ اِدھر مہمان کاغذی پُرزوں کی دید میں بےچین متانت کہتی تھی۔ غیر ملک والے کے سامنے وقار کو قائم رکھ۔ ڈاک ہوٹل پہنچ

دیکھو۔ شوق کہتا تھا - دیوانہ شدی - صبر محال ہے۔ دیکھ کر خط کیا کہتے ہیں سمندروں پہاڑوں کو طے کر کے ہند سے آئے ہیں ۔

آخر کچھ یوں - کچھ دوں صحبت ختم ہوئی۔ علیق ایرانی کی گردن خم - سینہ پر ہاتھ - چہرہ پر تبسم - ہندی کی گردن اکڑی ہوئی اور کچھ یوں ہی سی جھکی ہوئی - ہاں لبوں پر شکر گزاری کی مسکراہٹ - اسی کش مکش اخلاق میں رخصت ۔

ہوٹل کے کونہ میں - دریچہ کے برابر جہاں سے پیاری نہر جو سڑک کے وسط میں بہتی ہے نظر آتی تھی - بیٹھ کر ہندوستان والوں کی باتوں کو سنا خطوط کی زبانی -

دیکھو اس واحدی کو - مجکو بلاتا ہے - زیادہ ٹھہرنے سے روکتا ہے اور اپنی کیفیت انتظار دکھانے کو انشا پردازی کرتا ہے ۔

خطوط کو طے کر کے رکھا - اور سیر دمشق کا پروگرام بنانا شروع کیا - حاجی عبداللہ مشیر تھے ۔

مرقد بلال

قرار پایا کہ پہلے صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات پر حاضری دینی چاہیئے - دو گاڑیاں منگائی گئیں - جن میں حاجی عبدالکریم سلیمان انکے اہل عیال اور ہم مل کر سوار ہوئے اور مقابر میں پہنچے - خدا کی شان نظر آتی ہے - ہمارے ملک میں معمولی معمولی بزرگوں کے آستانے شہنشاہوں کے مقبروں سے زیادہ شاندار ہیں - مگر یہاں اہل بیت اور جلیل القدر صحابہ کے مزارات کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں - اگرچہ بعض مزارات پر قبے ہیں - تعویذ مرقد پر غلاف بھی ہے لیکن گردو پیش کے منظر - اور روضہ کی اندرونی

حالتیں ظاہر پرست دل کو بے چین و افسردہ کر دیتی ہیں۔ جس ہندوستانی نے ساری عمر محرم کے ایام میں کروفر کی مجلسیں دیکھی ہوں اور اہل بیت کے نام پر امام باڑوں کی لکھو کھا روپیہ کی روشنی اور خیر خیرات مشاہدہ کی ہو اور وہ ایک خاص تصور دل میں عظمت اہل بیت کا لیکر ان ممالک میں آئے تو اسکو جسقدر صدمہ ہو کم ہے۔ شامی مسلمانوں نے ان مزارات کے ساتھ کیسی بے قدری کا برتاؤ روا رکھا ہے۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ اسکے دل میں وہ غائبانہ عظمت اہل بیت کی باقی نہ رہیگی جو ہندوستان میں تھی +

شامیوں کے ذاتی مکانات دیکھو تو جنت کے محل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر جن بزرگوں کے طفیل ان کو یہ گھر نصیب ہوئے اُنکے مزارات کا ان خود غرض شامیوں نے یہ حال بنا رکھا ہے کہ گورغریباں کی حالت بھی بہتر ہوتی ہے۔

کاش میں یہاں سے حضرت بلال یا اہل بیت میں سے کسی ایک مزار کو آنکھوں میں چھپا کر لیجا سکتا۔ اور ہندوستان میں چاندی سونے کا روضہ جواہرات سے مرصع کرا کے بنواتا +

حضرت بلال کا چھوٹا سا قبہ ہے۔ مزار پر جو غلاف ہے اسمیں آیات بنی ہوئی ہیں۔

آپ کے مزار کی دائیں طرف سیدنا عبداللہ بن جعفر طیارؓ کا مزار ہے گویا اسلام کی مساوات مرنے کے بعد بھی دکھائی گئی ہے کہ حضرت بلال اپنے آپکو جس گھرانہ کا غلام کہتے تھے اس گھرانہ کا شہزادہ انکے پہلو میں آرام کر رہا ہے۔

اس مزار کے علاوہ محمد لطیف پاشا والی شام المتوفی ۱۳۰۰ھ۔ بی بی سائرہ بنت حاجی شندین آغا متوفی ۱۳۰۳ھ۔ حفصہ بنت شیخ حسن الجزائری ۱۳۱۱ھ کی قبریں

بھی ہیں۔ رسول نے کہا یہ مقام اعلیٰ تھا۔ یہاں دُنیا داروں کو کیوں جگہ ملی۔ مگر کسی نے جواب دیا گنہگار ایسے سائے نہ ڈھونڈیں تو کہاں جائیں ؎

جونہی مرقد بلال پر نگاہ پڑی۔ آنسو سامنے آ گئے۔ اور پلکوں کو ہلانے لگے۔ کھاری پانی کی چادریں رخ چشم کے آگے تنتی تھیں اور گر پڑتی تھیں۔ بے ادب ہاتھوں نے اپنے باپ کے محبوب بلال کا قبر پوش تھام لیا۔ اسمیں بھی ایک بجلی تھی۔ ہاتھ کانپتے تھے۔ زبان لرزتی تھی۔ فاتحہ کے بدلے والضحیٰ مُنہ سے نکلنے لگی۔ حیران تھا کہ الٰہی یہ کیوں۔ دو چار بار پڑھ چکا تو عرض مدعا شروع ہوا جو یہ تھا ؎

مزار حضرت بلال پر دعا

اُٹھو بلال۔ اُٹھو بلال۔ بابا جان تک لے چلو۔ جاگو بلال۔ جاگو بلال۔ اذان کا وقت آگیا۔ میں تمہاری چادر کھینچ لوں گا۔ میں تمہارے پاؤں میں گدگدیاں کروں گا۔ اب تمہارا سونا دشوار ہے۔ آنکھ کھولو۔ تمہارے "کسی" کا نواسہ تم کو آواز دیتا ہے۔ اسکا ہاتھ پکڑو۔ اور اس گھر تک پہنچا دو جہاں پچھلی رات نور کے تڑکے آواز دیا کرتے تھے۔

الصلوٰۃ الصلوٰۃ یارسول اللہ

تمنے وہ ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھے ہیں جنسے یا بلال کی صدا نکلتی تھی۔ جو تم کو اذان اور اجتماع مومنین کا حکم دیتے تھے۔ تم نے وہ آنکھیں دیکھی ہیں جو تمہارے چہرہ پر محبت سے نظریں ڈالا کرتی تھیں۔ تمنے وہ پُشت دیکھی ہے جو تمہارے آگے کھڑی ہوکر امامت کرتی تھی۔ تمنے وہ آواز سُنی ہے جسکو تم سب آوازوں سے بڑھ کر مانتے تھے۔ بلال۔ بلال۔ بلال۔

تم نے "کسی" کی موجودگی میں اشہد ان محمد رسول اللہ کہا ہے۔ تم نے اسکے مزے لوٹے ہیں کہ جسکی گواہی دیتے ہو وہ تمہارے پاس موجود ہے۔ اب یوں چپ چاپ چھپے ہوئے لیٹے ہو۔ نہیں نہیں۔ اٹھو۔ اور میرا ہاتھ پکڑو۔

میرے آقا بلال میرے مولٰی بلال۔ میرے سید بلال۔ قدم دو ان کو چوموں جوتیوں کی خاک دو۔ سر پر رکھوں۔ آنکھوں میں ڈالوں۔

ایک دفعہ اذان سُنا دو۔ تکبیر کا نعرہ توتلی زبان میں بلند کردو۔ اور پھر کچھ اور کہوں وہ کان میں سُن لو"

روضہ حضرت بلال کی ۱۳۲۵ ہجری میں تجدید ہوئی تھی جسکا کتبہ دروازہ پر لگا ہوا ہے۔

یہاں سے تھوڑی دور جاکر حضرت امیر معاویہ کا مزار ہے۔ چھوٹا سا قبہ ہے جسکی ۱۱۹۵ھ میں حاجی محمد پاشا نے مرمت کرائی تھی۔ اس مقبرہ میں جلیل القدر صحابی حضرت کعب احبار کا مزار بھی ہے۔

اس قبہ میں عجب افسردہ اور مایوس سکوت دیکھنے میں آیا۔ یہ انہی حضرت معاویہ کا مزار ہے جو صفین میں تلوار کھینچکر سیدنا حضرت علی کے سامنے کھڑے ہوئے تھے جنہوں نے یزید کی بیعت کے لئے پیش بندی کی تھی۔

بہر حال سنی مسلمان کو سب کا ادب کرنا چاہیئے۔ آخر تو صحابی رسول تھے۔

یہ قبرستان نہایت عظیم الشان ہے۔ جسنے دہلی میں قدم شریف کا قبرستان دیکھا ہوا سکے لئے یہاں کا منظر سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ ہو بہو وہی ہے۔

اہل بیت میں حضرت زینب۔ حضرت فاطمہ صغری وغیرہ کے مزارات کی زیارت نصیب ہوئی۔ مگر ان کی نسبت اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں اہلبیت

کے مزارات مدینہ منورہ میں ہیں۔ بہر حال ان مزارات کی بھی ظاہری یعنے عمارتی حالت خراب ہے۔

یزید کا گورخانہ

اس قبرستان کے قریب حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح کی قدیمی مسجد ہے جو انہوں نے فتح دمشق کی یادگار میں بنائی تھی۔ اسکے قریب لب سڑک اینٹوں پتھروں کا ایک ڈھیر سا نظر آتا ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو ایک عرب نفرت اور غصّہ کے چہرہ سے کھڑا ہوا یہاں پتھر پھینک رہا تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یزید کی قبر ہے۔ نشان کچھ باقی نہیں ہے۔ خلقت ہر وقت پتھر پھینکتی رہتی ہے۔

چند فقرے یہاں بھی

تو نے دیکھا۔ جو تیرے رب نے مقرر کیا تھا۔ تو نے پایا۔ جس سے ڈرایا جاتا تھا مگر تو نہ ڈرتا تھا۔ لعنت و پھٹکار کے سزاوار وجود۔ تو عبرت ہے ظلمی انسانوں کے لئے۔ تو نصیحت ہے اسباب دُنیا کے طمع کاروں کے واسطے۔ تیرے فعل پر تین لعنت۔ مگر تیرے نسب اور تیرے قبیلہ کی عزت ہمارے دل میں ہے۔ خدا تجھکو معاف کرے اور جتنی بھگت چُکا اسی سزا کو کافی سمجھکر چھوڑ دے۔

یہاں سے واپس ہوکر سیدھے ہوٹل پہنچے۔ وہاں ایک کپڑے کا سوداگر شامی کپڑوں کے نمونے لئے بیٹھا تھا۔ نوجوان طرار سے میں نے نام پوچھا بولا رزق اللہ۔ میں نے کہا مسلمان ہو۔ کہا الحمد للہ۔ بہت دیر تک ترکی پارلیمنٹ پر گفتگو ہوتی رہی۔ یہ پہلا مسلمان عرب تھا جسنے پارلیمنٹ کی مدح و ثنا میں آسمان زمین کے قلابے ملا دیئے کپڑے اچھے اچھے لایا تھا۔ سیٹھ صاحب نے کچھ کفان پسند کئے

مگر خریدنا دوکان پر جاکر ملتوی رکھا۔
جب یہ شخص چلا گیا۔ مالک ہوٹل نے کہا مرد ود عیسائی تھا۔ آپ کے سامنے بکری کے لئے مسلمان بن گیا۔ یہ لوگ بڑے چلتے ہوئے ہوتے ہیں۔ انکا دین ایمان پیسہ ہے۔ سیٹھ صاحب کو بہت تعجب ہوا۔ اور پھر انہوں نے بازار میں اسکے ہاں سے کپڑا نہ خریدا۔ مسلمان دوکانن سے لیا۔ اگرچہ مسلمانوں کے ہاں بھی ہمراہی دلالوں کے سبب معمول سے زیادہ دینا پڑا۔ تاہم ان کو خوشی تھی کہ میرا پیسہ مسلمان کو ملا۔ مینے بھی چند چوغے خریدے۔
آج رات کو نیند صاف نہ آئی۔ یہاں سردی زیادہ ہے۔ لحاف اوڑھنا پڑتا ہے۔ ذرا خیال کرنا جولائی کا آخر اور سردی۔ خدا کی شانیں ہیں۔

۳۰ر جولائی ۱۹۱۱ء

صبح حاجی عبداللہ ہندی کے ہمراہ حمام میں گیا۔ سوق خیاطین میں حاجی عبدالغنی کُبب کا حمام تھا۔ بہت نفیس۔ صاف ستھرا۔ اعلیٰ درجہ کا سامان۔ اور حمامی سب ملنسار اور محنتی ہیں۔ شام میں جو لوگ آئیں اس حمام میں ضرور نہائیں۔ اچھی جگہ ہے۔

حضرت ابن عربی کا مزار

یہاں سے فارغ ہوکر ہوٹل میں کھانا کھاکر حضرت محی الدین ابن عربی رضؓ کے مزار کی زیارت کو سارے قافلہ سمیت چلے۔
یہ مزار شہر کی آبادی سے ذرا ایک گوشہ میں بچا ہوا ہے۔ اور زمین کے اندر ہے۔ یعنے مزار کے پاس جانے کے لئے کئی زینے نیچے اُتر کر جانا پڑتا

ہے۔ جس وقت زینے پر اُترنے لگے سامنے دیوار پر ایک شعر نظر پڑا جو پتھر میں کندہ تھا۔ کہتے ہیں اسمیں کچھ اسرار ہیں۔ لوگ بہت غور کرتے ہیں اور کھڑے ہو ہو کر اس کو سوچتے ہیں۔ شعر یہ ہے۔

فلکل واحد بسموبہ وانا الباقی العصر ذاک الواحد

مینے بھی اپنے ذہن کی موافق اسکا مطلب سمجھا۔ اور اسی دن عزیزم واحدی کو لکھ بھیجا۔ چونکہ وہ عام فائدہ کی بات نہیں ہے اسلئے بیاں لکھنا بیکار ہے۔

حضرت کے مزار پر برنجی چھپر کھٹ لگا ہوا ہے۔ جو مصطفےٰ پاشا نے ۱۲۴۰ھ میں بنایا تھا۔ پہلو میں آپ کے دو فرزندوں سعد الدین و عماد الدین کے مزارات ہیں۔ او، پائین چار قبریں اور ہیں۔ جن میں تین غیر معروف امرا کی ہیں۔ اور چوتھی شہرہ آفاق بہادر امیر عبد القادر جزائری کا مرقد مطہر ہے۔ جس نے سالہا سال فرانس کو تونس اور الجزائر میں لوہے کے چنے چبوائے اور شجاعت اسلامی کا نام روشن کیا۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کا یہ مزار پہلے گم ہوگیا تھا۔ اور آپ کی پیشنگوئی تھی کہ

اذا دخل السّین فی الشین ظہر قبر محی الدّین

جب سین شین میں داخل ہوگا محی الدین کی قبر ظاہر ہوجائے گی۔ لوگ اسکا مطلب نہ سمجھتے تھے۔ یہانتک کہ تمادی ایام سے آپکا روضہ ناپید ہوگیا۔ مگر جب سلطان سلیم ترک نے ملک شام فتح کیا۔ یعنی سلیم کا سین شام کے شین میں داخل ہوا تو اسنے آپ کے مقبرہ کے مقام پر کسی عمارت کے لئے نیو کھدوائی تو لوح مزار نکل آئی۔ جسپر لکھا تھا۔

" ادع الی سبیل ربّک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم

باللتی ھی احسن - اذربک ھو اعلم بالمھتدین -

ھذا القبر العبد الفقیر الی اللہ عبد اللہ محمد بن علی بن محمد ابن احمد ابن العربی الطائی الحاتمی رضؓ توفی سحر اللیلۃ الجمعۃ ثانی وعشرین ربیع الآخر ۶۳۸ھ ہجری "۔

یہ کتبہ دیکھ کر سلطان نے درگاہ بنوادی اور مزار شیخ میں سے نکلوا لیا - یہ کتبہ اب بھی موجود ہے -

جن صاحب نے یہ قصہ بیان کیا تھا انہوں نے کہا اس پیشینگوئی کے پاس ایک دوسری پیشینگوئی درج ہے - کہ

اذا جری سکۃ الحدید ظھر دین الجدید

جب لوہے کی سڑک جاری ہوگی تو ایک نئے دین کا ظہور ہوگا -

مزار حضرت ابن عربی پر دعا

برزخ اسرار لاہوتی - آئینہ جمال ملکوتی - مظہر کمال جبروتی - عین اللاہوت فی جسد الناسوت -

وہ کہ جسکی ذات سب سے پہلے گویا ہوئی - وہ کہ جسنے رموز مخفیہ کو طشت از بام کیا - اور پھر بھی پوشیدہ کا پوشیدہ رکھا - صوفیوں میں پہلا وجود جسنے سینہ کے اسرار کو کاغذوں پر نمایاں کیا - اور فتوحات مکیہ و فصوص الحکم جیسی لاجواب وضخیم کتابیں لکھیں -

میں تیرے سامنے آیا ہوں - مگر ابتک نہ آسکا - تیرے روضہ کی جالی پکڑے ہوئے ہوں مگر اب تک یہ جالی ہاتھ نہ آئی - تیرے مزار کو دیکھ رہا ہوں لیکن ہنوز وہ نظروں سے غائب ہے -

اے شیخ الاکبر۔ حقائق و معانی کی شاخیں۔ پھولوں سے بھری پڑی میرے آپ کے راستہ میں حائل ہوتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں ہمکو دیکھو۔ میں کہتا ہوں مجھے کچھ اور دیکھنا ہے۔ فلسفہ تصوّف کا بھاری بھرکم بیرِ مرد عصائے موسوی ہاتھ میں لیئے ایک دوسرے رُخ لیجانا چاہتا ہے۔ بحر الہیات کا شناور کسی اور ہی جانب تیرانا چاہتا ہے۔ مجکو واحد چاہیئے۔ واحد تھا۔ واحد ہوں۔ واحد ہونگا۔ دستِ فیض بڑھائیے۔ اور انسانوں کے بشری مصائب کو انکے دوش سے اُتار لیجئے

کردی بزرگ کا پاؤں قبر سے باہر

حضرت ابن عربی کے مزار کی زیارت سے فارغ ہوکر ان مشہور کردی بزرگ کے مزار کی زیارت کو روانہ ہوئے جنکا پاؤں قبر سے باہر نکلا ہوا ہے۔

دہلی میں اس قبر کی نسبت خبریں سُنی تھیں مگر مجھے یقین نہ آتا تھا کہ ایسا ہونا کیونکر ممکن ہے کہ چھ سو برس کے بعد کسی مُردہ کا پاؤں قبر سے باہر نکل آئے اور پھر جوں کا توں باہر موجود رہے۔ اسلیئے اس مزار کی زیارت کا شوق خاص طور سے لیکر وہاں پہنچے۔ دیکھا ایک چھوٹا سا معمولی گنبد ہے اور اُجاڑ سا مقام ہے۔ مگر لوگوں کی آمد رفت زیادہ ہے۔ خادم ہم کو روضہ کے اندر لے گیا جہاں تاریکی تھی۔ اسنے شمع روشن کرکے مزار دکھایا۔ جسکے پائنتی حصہ میں ایک سوراخ تھا۔ اور سوراخ کے دروازہ میں ایک خشک پنجۂ قدم نظر آتا تھا۔ پنڈلی کے مقام پر روئی پڑی ہوئی تھی۔ بلکہ یہ پنجہ بھی روئی میں پوشیدہ تھا خادم نے اسکو ہٹا کر دکھایا۔ پہلے مینے خیال کیا کہ یہ قدم مصنوعی ہے۔ لکڑی یا مٹی کا بنایا گیا ہے۔ اور جاہل خلقت کو لوٹنے کا سامان ہے لیکن جب شمع کی روشنی میں بہت غور کرکے دیر تک دیکھتا رہا تو واقعی پاؤں اصلی

معلوم ہوا اور مصری لاشوں کی طرح کھال - ہڈیاں - ناخن تک نمایاں نظر آئے -
جسوقت مجکو یقین آگیا کہ یہ اصلی پاؤں ہے تو بدن میں ایک تھرتھری سی پیدا ہوگئی اور میں خوف الٰہی سے کانپنے لگا - اس پاؤں کے باہر نکلنے کی نسبت کردی بزرگ کے کئی کرامتی افسانے مشہور ہیں -

ربوہ

زیارات سے فارغ ہوکر ہوٹل میں آئے - اور شام کو ربوہ کی سیر کرنے گئے یہ شہر سے چند میل کے فاصلہ پر ایک تفریح گاہ ہے - متعدد نہروں کی نکاسی جو دمشق میں جاتی ہیں یہاں سے ہے - بیان کیا گیا کہ یزید ابن معاویہ نے ان نہروں کو نکالا تھا - بہت سرسبز اور دلچسپ مقام ہے - شامی شوقین عورت مرد یہاں بکثرت آتے ہیں - حاجی عبداللہ نے کہا یہی وہ جگہ ہے جسکا ذکر قرآن شریف میں بھی ہے - یہاں ایک پتھر پر قدیمی رومی حروف میں کچھ کندہ ہے - جسکو یوربین سیاح دیکھنے آتے ہیں -

رات بڑے لطف و آرام سے بسر ہوئی - ہوٹل میں کچھ مصری حاجی ٹھہرے ہوئے ہیں - شب کو دیر تک ان سے بات چیت رہی -

۳۱ - جولائی ۱۹۱۱ء

آج دن بھر بازاروں کی سیر اور خرید فروخت میں مصروفیت رہی - مشہور مسجد جامع اموی کو بھی دیکھا اور اسکے اندر حضرت یحیٰی علیہ السلام کے مزار کی زیارت میسر آئی - اس مسجد کے ایک حصہ میں وہ مقام بھی ہے جہاں سنا حضرت امام حسین کا شہید سر لاکر رکھا گیا تھا - بلکہ سر کا مدفن بھی بنا ہوا ہے - اس سر کے مدفن کی نسبت بہت اختلاف ہے بعض کہتے ہیں مصر میں خلفائے فاطمئن لے گئے اور وہاں دفن کیا

بعض کا خیال ہے کہ دمشق میں جامع اموی کے اندر یزید نے دفن کرا دیا تھا۔

اسی جگہ وہ حجرہ ہے جہاں سیدنا حضرت امام زین العابدین اور اہلبیت مقید تھے۔ خلقت ان مقامات کو دیکھتی ہے تو بیتاب ہو جاتی ہے۔ واقعی یہ مقامات گریۂ و بکا کے قابل ہیں۔ انسان کا دل تصورات قدیم سے بے قابو ہو جاتا ہے۔ جب وہ اپنی آنکھوں سے ان جگہوں کو دیکھتا ہے۔

جامع اموی

اسلامی دُنیا کی بہت بڑی مسجد مشہور ہے۔ اور واقعی بلحاظ طول و عرض اچھی ہے لیکن عمارت کی شان ان آنکھوں کو جنھوں نے دہلی کی جامع مسجد دیکھی ہو کچھ زیادہ اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ کرسی بالکل نہیں ہے۔ نہایت پستی میں ہے۔ چاروں طرف لوگوں کے گھر بنے ہوئے ہیں۔ اسلئے اسکی ساری خوشنمائی برباد ہوگئی ہے۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ باہر کا آدمی خیال نہیں کرسکتا گو وہ دروازہ مسجد پر پہنچ جائے کہ یہاں کوئی اتنی بڑی مسجد ہوگی۔

گزشتہ ایام میں یہ مسجد آتش زدگی سے جل گئی تھی اب عام چندہ سے مرمت ہوئی ہے۔ اسکی بیرونی وسطی محراب پر اب بھی قدیمی رنگ آمیزی کہیں کہیں نظر آتی ہے جسمیں مکانات اور باغوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان تصاویر کی زمین سُنہری تھی۔

جامع اموی میں اذان کے وقت مینار پر ہلالی پھریرہ چڑھا دیا جاتا ہے جسکو دیکھ کر تمام شہر کی مسجدوں میں ایک وقت اذانیں ہو جاتی ہیں۔ پھریرہ بلند ہوتے ہی جامع اموی میں بھی اذان ہوتی ہے۔

اس مسجد میں جمعہ بہت دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ معمولی نمازیں کچھ

زیادہ اچھی نہیں ہوتیں۔ معلوم ہوتا ہے لوگ وقت کے پابند نہیں ہیں۔ کیونکہ متعدد جماعتیں ہوتی رہتی ہیں۔ چند آدمی جمع ہوئے انہوں نے ایک جماعت کرلی۔ اسکے بعد اور آئے انہوں نے اپنی جماعت بنالی۔ یہ طریقہ بہت بُرا ہے اور اصول فقہ کے خلاف ہے +

آج رات کو جامع اموی میں جانا ہوا۔ دیکھا ایک جگہ حلقہ ہو رہا ہے ٹاٹ کا کرتہ پہنے ہوئے ایک نوجوان بزرگ وسط میں تشریف رکھتے ہیں اور خلقت چاروں طرف ہجوم کئے بیٹھی ہے۔ وہ ذکر کرتے ہیں۔ قرآن شریف خوش لحنی سے پڑھتے ہیں اور روتے ہیں +

میں بھی ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ بہت باکیف محفل تھی۔ بزرگ شیخ نے اشارہ سے اپنے پاس بُلا لیا۔ اور فرمایا۔ سیدنا بلال کے مزار پر حاضر ہوئے تھے۔ عرض کی۔ جی ہاں۔ فرمایا۔ پڑھو والضحیٰ۔ اور اسکے بعد خود بھی والضحیٰ خوش نوائی سے پڑھنے لگے۔ مجکو بہت تعجب ہوا کہ حضرت بلال کے مزار پر میری زبان سے بے ساختہ والضحیٰ نکلی تھی۔ ان بزرگ نے بھی وہی پڑھی اور وہاں کا ذکر کرکے۔ اسکے بعد شیخ فوراً جوتیاں ہاتھ میں اُٹھا کر بسرعت تمام بھاگے اور خلقت اِنکے پیچھے دوڑی۔ دروازہ پر جاکر شیخ نے مجکو گلے سے لگایا اور چلدیئے +

یہ مصر کے امیرزادے ہیں۔ انگریزی فرانسیسی جانتے ہیں۔ کسی کی نگاہ پڑگئی سب چھوڑ چھاڑ ٹاٹ کا کرتہ پہن لیا۔ ۲۴-۲۵ برس کی عمر ہوگی۔ ہر وقت آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتی ہیں۔ اب مصر سے آئے ہیں۔ مدینہ شریف پیدل جانا چاہتے ہیں۔ انکے بھائی بھی جو بہت خوش حال ہیں پیچھے پیچھے پہنچے ہیں۔ اور انکے فقیر ہو جانے سے غمگین ہیں۔ شاید ہمارا ان کا ریل میں ساتھ ہو۔

کیونکہ ان کے بھائیوں نے ریل میں چلنے کیلئے ان کو راضی کرلیا ہے۔

یکم اگست ۱۹۱۱ء

آج مدینہ منورہ کو روانگی ہے۔ دمشق میں جو کچھ دیکھا۔ اسکی تفصیل کی گنجائش نہیں متعدد مشائخ سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ واپسی میں اطمینان سے بات چیت ہوگی۔ اُسوقت انکے حالات لکھے جائینگے۔ رات سے سیٹھ عبدالکریم سلیمان کی اہلیہ توشہ سفر کی تیاری میں ہیں۔ میٹھی سلونی روٹیاں تل رہی ہیں۔ راستہ تین روز کا ہے مگر انہوں نے سامان چھ دن کا کیا ہے۔ بیشک احتیاط اسی کی متقاضی ہے۔ کیونکہ بچوں کا ساتھ ہے۔ مینے کھانے کا کچھ سامان نہیں لیا۔ کیونکہ سیٹھ صاحب کا مہمان ہوں۔ انکی اہلیہ بیچاری بڑی عقیدت و محبت سے اصرار کرتی ہیں کہ کھانا ہمارے ساتھ ہی رہنا چاہئے۔

عصر کے وقت ریل پر پہنچے۔ اسٹیشن شہر سے ذرا فاصلہ پر ہے۔ اور بہت مختصر بنا ہوا ہے۔ نیا نیا معاملہ ہے رفتہ رفتہ ٹھیک ہوجائیگا۔ تین گنی انگریزی اور تین مجیدی ترکی میں مدینہ شریف کا فی کس ٹکٹ خریدا۔ لوگوں نے تختے خرید لئے ہیں۔ انکو ریل کے اندر بچھاکر بچھونا کرلینگے۔ کیونکہ تین رات دن کا رہنا ہے۔

حجاز ریلوے

کی گاڑیاں ہندوستان کی بڑی ریل سے چھوٹی اور چھوٹی لائن سے بڑی ہیں۔ انکے اندر صفائی اور روشنی کا اچھا انتظام نہیں ہے۔ دو درجے ہیں۔ ایک تھرڈ اور ایک فرسٹ۔ انٹر اور سکنڈ نہیں ہے۔ روشنی رات کو بارہ بجے تک نہ تیون

کے تیل کی رہتی ہے اور اسکے بعد خاموش - افسر کہتے ہیں اب سو جاؤ - روشنی کی کیا ضرورت ہے - سچ تو ہے کفایت شعار حکومت کا کہنا - فرسٹ کلاس میں مخملی گدے ہیں - اور کچھ زیادہ فرق تھرڈ سے نہیں ہے - اسلئے لوگ عموماً تھرڈ میں سفر کرتے ہیں - ٹرین میں کوئی گاڑی جیسا کہ ہندوستان میں مشہور ہے نماز کے لئے مقرر نہیں ہے - نہ نماز کے اوقات میں ریل کہیں ٹھہرتی ہے -

عصر کے بعد گاڑی روانہ ہوئی - اسوقت شوق مدینہ نے اکثر مسافروں کو بے قرار کر دیا -

شروع شروع میں راستہ بہت سرسبز رہا - اسکے بعد خشک پہاڑ آنے لگے راستے کے اسٹیشن عموماً اچھی حالت میں ہیں - مگر مسافروں کی آبادی یعنی چڑھنا اُترنا کم ہے - بلکہ بالکل نہیں ہے - کھانا کسی جگہ نہیں ملتا - بڑے بڑے مقامات پر ڈبل روٹی اور پنیر مل جاتا ہے - اسی واسطے مسافر دمشق سے کھانا ہمراہ لے لیتے ہیں -

روزنامچہ کا التوا

راستہ کی بے اطمینانی اور اسکے بعد مدینہ شریف میں چند خاص حالات کی مصروفیت کے سبب روزنامچہ کا سلسلہ ملتوی ہو گیا - یادداشتیں لکھی جاتی تھیں - انہی کی بنا پر ہندوستان پہنچکر آگے کے واقعات قلمبند کئے گئے -

مدائن صالح نام اسٹیشن پر ایک سوڈانی عرب ملازم ہیں - گورے رنگ کے آدمی ہیں - مہدی کی لڑائیوں کے بعد یہاں چلے آئے - بہت سمجھدار معلوم ہوتے ہیں حاجی حسن ابراہیم نام ہے - انگریزی بول لیتے ہیں - اسلامی درد کا یہ عالم ہے کہ رو دیتے ہیں - اور رُلاتے ہیں -

سوڈان کے ایک امیر سلطان علی دینار کا قصہ بیان کیا کہ وہ دارفول میں رہتا ہے۔ آزاد و مختار ہے۔ انگریزوں کو کچھ سالانہ دیدیتا ہے۔ ساٹھ ستر ہزار فوج کا مالک ہے۔ اسکے علاقہ میں اگر کوئی مسلمان انگریزی یا ترکی ٹوپی پہنے تو قتل کردیا جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر نصرانی اسلامی لباس پہنے تو وہ بھی مارڈالا جاتا ہے۔

مدائن صالح بہت پرانہ مقام ہے۔ قرآن شریف میں حضرت صالح پیغمبر کی قوم کا جو ذکر آیا ہے اسکے آثار پہاڑوں میں ابتک موجود ہیں۔ ہمنے ریل ہی سے پہاڑوں کے اندر مکانات کے دروازہ معلوم ہوتے ہیں۔ عموماً یہ سنگ سرخ کے ہیں۔ جنکی محرابیں خوشنما ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں صدہا خوبصورت عمارتیں اُسوقت کی ویران پڑی ہیں۔ ہمنے وہاں جانا چاہا۔ کیونکہ ریل کئی گھنٹہ ٹھہرنا چاہتی تھی۔ مگر اسٹیشن والوں نے منع کیا۔ کہ بدو مارڈالتے ہیں۔ سپاہیوں کو ہمراہ لیکر جانا چاہیئے۔

ان آثار قدیم کی حکومت کی جانب سے کسی قسم کی حفاظت نہیں ہے بلکہ یہانتک غفلت ہے کہ ریلوے افسروں نے بعض عمارتوں کو توڑکر انکے پتھروں کی روڑی ریل پر بچھادی ہے۔

دور سے ان دروازوں پر جو نقش و نگار نظر آئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اندر بہت سی چیزیں قابل دید ہونگی۔

اس سے آگے بڑھ کر اسٹیشن اصطبل کے پاس پہاڑ پر قصر عنتر کے نشانات ہیں۔ یہ شداد کا مشہور قلعہ تھا۔ جو ویران پڑا ہوا ہے۔

دمشق سے مدینہ منورہ تک پہاڑ ہی پہاڑ نظر آتے ہیں۔ کوئی جگہ پہاڑوں سے خالی نہیں دیکھی۔ نہ آبادی کا کوئی نشان نظر آیا۔ بعض مقامات پر پہاڑ عجیب وضع کے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیوزاد الگ الگ کھڑے ہیں یعنی

یہ پہاڑ مسلسل نہیں ہیں ۔ اور قدرتی طور پر ایسے ہیں جیسے کسی نے تراش کر بُتوں کی شکلیں بنائی ہیں +

معلوم ہوا کہ اس راستہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شام کے ملک میں تشریف لے گئے تھے ۔ اور آپ نے ان تمام عجیب پہاڑوں اور آثار قدیم کو دیکھا تھا +

ظاہر ہے کہ سب سے بڑے کامل انسان کے دل پر ان ویران نظاروں اور عجیب وغریب اشکال کے پہاڑوں کا خاص اثر پڑا ہوگا ۔ جبکہ ہم جیسے ناقص وجود متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ۔

حادثہ

درمیانی راستہ میں ایک دن ریل رُک گئی اور ایک رات دن جنگل بیابان میں کھڑی رہی ۔ معلوم ہوا آگے کہیں کوئی حادثہ پیش آگیا تھا ۔ سڑک ٹوٹ کر انجن گر پڑا تھا ۔ جب نئی سڑک بن گئی تو ہماری ریل گزری ۔ وہ رات ہماری ٹرین کے مسافروں میں عجیب تشویش کی تھی ۔ کیونکہ ہر وقت چوروں اور ڈاکوؤں کا خوف تھا ۔ مگر شکر ہے کہ خیریت رہی ۔ البتہ جن لوگوں نے کھانا صرف تین روز کا ہمراہ لیا تھا وہ فاقہ کشی کی مصیبت میں تھے ۔ چھ دن میں مدینہ شریف پہنچے ۔

ہماری گاڑی میں ملیبار کے چند حاجی تھے ۔ انکے بچے بھوک کے مارے روتے تھے ۔ خدا کی شان ہے ساری ٹرین میں وہی سب سے زیادہ مالدار مگر اسوقت سب سے زیادہ بھوکے تھے ۔ ہمارے حاجی عبدالکریم سیٹھ نے اپنی روٹیوں کے پشتارہ سے انکی مدد کی اور انکی اہلیہ کی پیش بندی و احتیاط کام آئی جو انہوں نے پہلے ہی چھ دن کا کھانا ہمراہ لے لیا تھا ۔

تبوک

راستہ میں تبوک کا مشہور مقام بھی آتا ہے جہاں صحابہ کا کفار سے بڑا قتال ہوا ہے۔ اب وہاں سلطان عبدالحمید کی مسجد اور ایک پرانا قلعہ کے سوا کچھ موجود نہیں ہے۔ معمولی سی آبادی ہے۔ امید ہے کہ ریل کے سبب خوب رونق ہو جائے گی۔

مدینہ منورہ

چھٹے دن فجر کی نماز کے بعد سے مسافروں میں خوشیاں ہیں کہ وہ قریب ہی جسکے لئے آئے ہیں۔ ذرا اور دن چڑھا تو کالے پہاڑوں کے بیچ میں سبز گنبد کی کچھ یونہی سی چمک نظر آئی۔ جیسے اندھیری رات میں کہیں دور آسمان کے کنارے۔ بجلی کوندا کرتی ہے۔ اس سبزی کی جھلک نے جو کہرام گاڑی میں مچایا وہ دیکھنے کے قابل تھا۔ کلیجے پھٹے جاتے تھے۔ ہاتھ گریبانوں پر تھے۔ شاید دل تھامتے تھے۔ یا کرتے چاک کرتے تھے گردنیں کھڑکیوں سے باہر تھیں۔ آنکھیں ٹکٹکیاں باندہ رہی تھیں۔ ریل لہراتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ ایلو۔ وہ سامنے۔ اب تو خوب صاف۔ اچھی طرح۔ نظر آتا ہے۔ ہاں سبز گنبد ہے۔ اونچے مینار ہیں۔ مدینہ آیا۔ مدینہ آیا۔ ذرا ہمیں بھی۔ دیکھوں۔ کہاں ہے۔ کیا ہے۔ کیوں ہے۔ کیا کہتا ہے۔ کچھ سُنا۔ آسمان والے نغمہ سرائی کر رہے ہیں۔ انجن کو روکو۔ پہلے وہ کیوں جائے۔ مادی روح۔ مادی جسم۔ کالا پتلا۔ ہم کو بڑھنے دو اشرف المخلوقات ہیں۔ اشرف الانبیاء کی اشرف امت ہیں۔ بصارت و

بصیرت رکھتے ہیں۔ لو وہ رُک گیا۔ ذرا دیکھنا۔ کیسی سہانی لمبی لمبی قباؤں والے۔ نورانی چہرے۔ استقبال کو آئے ہیں۔ آنکھیں سامنے سے ہٹیں تو میں بھی دیکھوں۔ کہتے ہیں۔ اُترو۔ پہلے کون سا قدم اُتاروں۔ سر کے بل کیونکر چلا کرتے ہیں۔ یونہی چلوں۔ دل دھڑکتا ہے۔ اسے سنبھالوں ہاتھ پاؤں میں رعشہ ہے۔ جسم کی توانائی نے جواب دیدیا۔ کیا کروں۔ لوگو میرا ہاتھ لینا۔ میں چلا۔ سہارا دو۔ کہ میں گرا۔

پلیٹ فارم کے سنگریزوں نے پاؤں سے مصافحہ کیا۔ اور حسن عبدالجواد آفندی مزور نے ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

پھر دیکھا تو حرم کے سامنے ایک مکان کی تلاش تھی۔ جو مل گیا۔ باب رحمت کے سامنے تین گنی کرایہ پر ٹھہرا۔ اسباب رکھا۔ غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ اور حاضری دربار کی تیاریاں ہونے لگیں۔

مدینہ کا داخلہ

مراد مندی کا پہلا دن

مزور صاحب باب السلام سے اندر لیکر گئے۔ وہ کچھ کہتے جاتے اور کہلواتے جاتے تھے۔ پہلا دن تھا۔ قنزوریش برجان درویش۔ طوطے کی طرح سبق پڑھتا تھا۔ لیکن لطف خاک نہ آیا۔ زبان کہنا چاہتی تھی فبہا۔ مزور کہتے تھے السلام۔ جگہ جگہ نذر نیاز کی طلبی۔ بھائی سب کچھ تمہارے لئے ہے۔ مجھے ذرا باباجان کی چوکھٹ چوم

لینے دو ۔

مزار صاحب نے ارشاد فرمایا ۔ کہ ہر نماز کے بعد ہم سلام پڑھوا دیا کرینگے۔ میںنے عرض کیا ۔ نہیں جناب مجکو میرے حال پر چھوڑ دیجئے ۔ آپ کے جو حقوق ہیں ایش کردئے جائیں گے ۔

واہ کیا اخلاق ہے ۔ میرے دیوانہ پن سے کبیدہ نہیں ہوئے ۔ بخندہ پیشانی فرمایا ۔ کچھ مضائقہ نہیں ۔ آزاد ہو جس طرح چاہو کرو ۔

اسی مبارک دن کی عصر پڑھی ۔ اور بے تابانہ اُن سبز جالیوں کی طرف بڑھا ۔ جو مسجد میں بائیں طرف نظر آتی ہیں ۔ معمولی جالیاں ہیں ۔ سبز رنگ پھیر دیا ہے ۔ اندر نمبر نہیں کیا ہے ۔ جھانک کر دیکھو ۔ سبز غلاف پڑا ہوا ہے ۔ جسپر کچھ لکھا ہے ۔ لیکن بجلی معمولی تانبے کے تار میں رہتی ہے ۔ تلوار کی کاٹنے والی دھار لوہے کی ہوتی ہے ۔ ابر رحمت کی بوندبھی کیسی چھوٹی ۔ مگر شیریں اور سیراب کنندہ یہی حال اس حجرے کا ہے ۔ دیکھنے میں معمولی جگہ ۔ حقیقت میں خدا کے بعد ہر چیز سے اعلیٰ و بزرگ ۔

جھانک رہا تھا ۔ اور دل سے یہ بے ادبانہ باتیں کر رہا تھا ۔ یکایک کلیجہ میں ایک ہوک سی اُٹھی ۔ ہاتھ پاؤں کانپنے لگے ۔ کسی نے سر کو جالی سے لگا دیا ۔ آنکھوں نے مینہ برسانا شروع کیا ۔ ہونٹ اس ٹھنڈی جالی کو چومتے تھے اُنگلیاں گڑی جاتی تھیں ۔

ادب ۔ اے گستاخ تخیل ۔ ادب اے ناپاک غور ۔ یہ مکان فلسفیانہ سوچ بچار کا نہیں ہے ۔ یہاں شاہ اپنا پالٹیکس بھول جاتے ہیں ۔ عقلاء عقل سے دست بردار ہو کر آتے ہیں ۔ یہ محبوب خدا کی خوابگاہ ہے ۔ یہ وہ خوش نصیب خطہ ہے ۔ جسکی قسمت پر آسمان و زمین ۔ عرش کرسی رشک

کرسکتے ہیں۔

باباجان! مجھے اپنا بنالو۔ اور اُسکو جسے میں اپنا بنانا چاہتا ہوں۔ اور اُسے جو میرا بننا چاہتا ہے۔ اورکیا کہوں۔ سب بھُول گیا۔ خبر نہیں کیا کیا کہنا تھا۔ ہزاروں سلام ہیں۔ ہزاروں پیام ہیں۔ دعائیں۔ شکوے۔ احوال دل۔ اسوقت ایک یاد نہیں۔ ہاں یاد آیا۔ حلقہ۔ اسکے ممبر۔ خادم۔ رکن معاون۔ عورت مرد سب۔

گرمی کا یہ عالم ہے کہ کسی پہلو چین نہیں۔ مگر حرم کے اندر قدم رکھا۔ گویا سرد خانے میں چلے گئے۔ ہرچند غور کیا۔ اسکی عقلی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔ دوسری عجیب بات یہ ہے کہ پانی برف کی مثل۔ مٹی کی بیشمار چھوٹی چھوٹی صراحیاں حرم میں جگہ جگہ رکھی ہیں۔ لوگ گھر میں کھانا کھاتے اور پانی یہاں آکر پیتے ہیں وہی مثل صادق ہے کہ میاں ایسی جلدی آنا کہ کھانا وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو۔ نیک اور فیاض لوگوں نے آدمی مقرر کر رکھے ہیں۔ جو صراحیاں بھر بھر کر رکھتے اور لوگوں کو پلاتے ہیں۔ ان کو زمزمی کہتے ہیں۔ اس میں دو فائدے ہیں۔ جو بیچارے کچھ آمدنی نہیں رکھتے اور مدینے شریف میں رہنا چاہتے ہیں اُن کی معاش اس طرح نکل آتی ہے۔ اور زائرین رسول کو ہر وقت ٹھنڈا برف سا پانی ملتا رہتا ہے۔

تصویروں میں حرم رسول کی اصلی شان معلوم نہیں ہوتی۔ صرف صحن۔ باہر کے ستون روضہ منورہ نظر آتا ہے۔ لیکن اندر داخل ہوکر دیکھو حرم بڑی وسیع اور گنجائش دار جگہ ہے۔ پچیس تیس ہزار آدمی ایک وقت میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسکی مختلف اوقات میں مختلف لوگوں نے تعمیر کی ہے یہ التزام تعریف کے قابل ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

جسقدر حصہ مسجد کا تھا اُسکا نشان بنا دیا گیا ہے۔ اسکے بعد جوں جوں بالتدریج ترقی ہوئی سب کے جداگانہ کتبہ اور نشان لگا دئے ہیں جس سے محقق کو بہت آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں حصہ فلاں شخص نے فلاں زمانہ میں بنایا میں نے چاہا کہ ان کتبوں کو لکھ لوں۔ نیز ستون۔ جھاڑ۔ ہانڈیاں بھی شمار کروں۔ مگر خدام نے منع کیا اور کہا کہ مسلمان شک کرینگے اور کہیں گے۔ یہ مسلمان نہیں کوئی نصرانی ہے۔ مصر کے مسلمان زیارت کو آتے ہیں۔ تو کتبہ لکھنے کی بہت کوشش کرتے ہیں۔ مگر کامیاب نہیں ہوتے ۔

اس عجیب وغریب توہم سے افسوس ہوا۔ مسلمان اب ایسے وہمی اور بودے خیال کے ہو گئے ہیں۔ لیکن خدا کا شکر کہ ایک کتاب ہاتھ آگئی۔ جو مدینہ شریف کے ایک بزرگ نے لکھی ہے۔ اس میں ابتدا سے لیکر آجتک کی سب تاریخ مرقوم ہے۔

ہا! بیچارے سلطان عبدالحمید کی یادگاریں جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔ بیت المقدس میں۔ بیروت میں۔ دمشق میں۔ دمشق سے مدینہ منورہ تک راستہ میں جہاں کوئی ممتاز چیز دیکھی۔ سلطان عبدالحمید کی کوئی نہ کوئی نشانی ضرور پائی۔ کیسا باخیر اور نیک خلیفہ تھا۔ موجودہ حکومت نے ہر جگہ سے اسکا نام مٹا دیا ہے مگر عرب کے بچّہ بچّہ کے دل پر عبدالحمید کندہ ہے۔ اسکو کیونکر محو کر سکتے ہیں۔

حرم کے اندر ستونوں کے پائے ذرا کمزور ہو گئے تھے۔ سلطان عبدالحمید نے معقول لاگت سے پیتل کے موٹے موٹے مگر خوشنما حلقے پایوں پر چڑھوا دئے۔ یہ غریب کی آخری خدمت تھی جسکے بعد اسکی خلافت کا پاؤں پھسل گیا۔ اور گر پڑا۔ مینے صدہا لوگوں کو دیکھا کہ چشم پرآب ہو کر ٹھنڈا سانس بھرتے ہیں اور عبدالحمید کو یاد کرتے ہیں۔

یہ ہندوستان والے بھی کیسے حضرت ہیں۔ جہاں دیکھو انہیں کا قبضہ حرم رسول کے سب دروازوں کے دربان ہندی ہیں۔ اندر حرم میں پانی وغیرہ کی خدمت پر ہندی ہیں۔ اور سنا کہ مکہ مکرمہ میں بھی دربانی کی خدمت اہل ہند کے ہاتھ میں ہے۔ مجکو تو صاحب اس حالت کے دیکھنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ الہٰی تیرا لاکھ لاکھ شکر۔ ہمارا ہند تیرے دروازے پر مقبول ہے۔

اور اُن کو بھی دیکھا۔ روضہ پاک کے قریب چبوترے پر خواجہ سرا بیٹھے ہیں۔ سفید براق لباس۔ سفید عمامہ۔ شالی رومالوں سے کمر باندھے چوب ہاتھ میں لئے انتظام کرتے پھرتے ہیں۔ روضہ منورہ کے اندر انکے سوا اور کوئی نہیں جاسکتا۔ ان کو حکومت معقول تنخواہیں دیتی ہے۔ زائرین کے نذرانے اسکے علاوہ۔

حرم کی روشنی

بیت المقدس میں عیسائیوں کے جتنے بڑے بڑے گرجا دیکھے سب اسقدر تاریک اور وحشتناک ہیں کہ خدا کی پناہ۔ وہ گرجا جہاں عیسائی عقیدے کے موافق حضرت مسیح کو صلیب ہوئی۔ اور جو کل کرسٹانوں کا قبلہ وکعبہ ہے وہاں دن کے وقت ایسا اندھیرا ہوتا ہے کہ بغیر ٹھوکر کھائے کوئی شخص رستہ نہیں چل سکتا۔ گو سارا دن روشنی رہتی ہے۔ یعنی دن کو چراغ جلتے رہتے ہیں۔ اسپر ظلمت کا یہ عالم ہوتا ہے۔ مگر مدینہ منورہ کے حرم میں کچھ قدرتی نورانیت ہے روضہ مبارک چاروں طرف سے عمارتوں میں گھرا ہوا ہے۔ لیکن تاریکی نام کو نہیں۔ میں مسلمان ہوں۔ ایک غیر مسلم کہہ سکتا ہے کہ یہ دعویٰ حسن عقیدت کے سبب ہے مگر نہیں۔ اسکو عقیدت سے کچھ تعلق نہیں۔ اگر غیر مسلم لوگ وہاں جا سکتے تو میرے

اس بیان کی انصافاً تصدیق کرتے۔ گرجاؤں میں آجتک بجلی کی روشنی نہیں ہوئی بیت المقدس کے بڑے پادری سے میں نے سوال کیا کہ آپ کے ہاں برقی روشنی کیوں نہیں کی گئی۔ تو جواب دیا کہ ہم لوگ نئی روشنی کو قدیمی گرجاؤں میں نہیں لے سکتے۔ اور زیتون کے مقدس تیل پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ تو ان قوموں کے قبلہ کا حال ہے جو دُنیا میں نئی روشنی پھیلانے کے لئے انسانوں کے خوامخواہ خون بہاتی ہیں۔ اسکے مقابلہ میں مسلمانوں کے مقام مقدس کو دیکھو تو وہاں بجلی کی روشنی موجود ہے۔

یہ برقی روشنی سلطان عبدالحمید خاں کی یادگار ہے۔ مغرب سے پہلے زیتون کے تیل کی ہانڈیاں روشن ہونی شروع ہوتی ہیں۔ اور جہاں اذان ہوئی۔ اور مومنین نماز کے لئے صفیں باندھ کر کھڑے ہوئے۔ موذن نے تکبیر شروع کی کہ ایکاایکی بجلی کی زور سے چمک ہوئی اور سارے حرم میں برقی ہنڈے جگمگانے لگے۔ ممبر رسول اللہ پر نیلگوں برقی قمقمے عجب بہار دیتے ہیں۔

الغرض مسلمانوں نے اپنے معتدل مذہب کے موافق روشنی کا انتظام بھی درمیانی رکھا ہے۔ نئی روشنی بھی ہے اور پُرانی بھی۔ حرم کے اندر ہزارہا جھاڑ ہانڈیاں پُرانی روشنی کی بھی ہیں۔ جن میں مومی شمعیں اور زیتون کا تیل جلتا ہے۔ اور بجلی کے لیمپ بھی ہیں۔ لیکن خاص روضہ پاک کے اندر صرف مومی اور کافوری شمعیں روشن ہوتی ہیں۔ جن کی روشنی نئی اور پُرانی دونوں روشنیوں سے نرالی ہے۔ آفتاب و ماہتاب بھی اس مرکز انوار قبہ کی نورانیت کے آگے مُنہ سے نہیں بول سکتے۔

حرم کی نماز

نماز کی اصلی بہار دُنیا کے پردے پر سوائے حرم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے اور کہیں میسر نہیں آتی۔ مکہ معظمہ میں گو بیت اللہ موجود ہے۔ لیکن یہ کشش وہاں بھی نہیں اور کیونکر ہو۔ جس ذات کے طفیل کعبہ کی عظمت کا علم ہوا وہ تو مدینہ ہے۔

قاعدہ ہے کہ جب حرم رسول میں نماز ہو چکتی ہے تو موذن میناروں پر چڑھ جاتے ہیں اور بلند آواز سے درود اور سلام پڑھتے ہیں۔ قرآن شریف کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ یہ نہایت باثر اور عمدہ دستور ہے۔ پچھلی رات کو یہ صدائیں وہ کیفیت پیدا کرتی ہیں اور سامعین کو ان تجلیات تک پہنچاتی ہیں۔ جنکا اظہار الفاظ میں محال ہے۔ تہجد کے وقت بھی میناروں پر درودخوانی اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔ یہ صرف مدینہ منورہ کی نرالی رسم نہیں ہے۔ دمشق و بیت المقدس میں بھی اسکا رواج ہے۔ اگلے زمانہ میں اہل ہند کے ہاں بھی یہ قاعدہ جاری تھا۔ میرے آقا حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رح کے حالات میں لکھا ہے کہ ابتدائی عمر میں سب سے پہلا واقعہ جسنے آپ کے قلب پر آئیت کی پرعظمت کیفیت ڈالی اسی تلاوت نیم شبی سے تعلق رکھتا ہے۔

ہندوستان کی مساجد میں بھی مؤذن پچھلی رات کو میناروں پر چڑھکر موزوں و مناسب آیات کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

لازم ہے

کہ اب پھر ہندوستان میں اس رسم کو زندہ کیا جائے۔ یہی وہ باتیں ہیں کہ جن سے مسلمانوں کے تن مردہ میں ازسرنو جان پڑسکتی ہے۔

پانچ وقت میں صرف صبح کی نماز شافعی امام کے پیچھے پہلے ہوتی ہے ورنہ چاروں وقت اوّل حنفی امام نماز پڑھاتا ہے۔ اسکے بعد شافعی۔ حنفی امام

کے پیچھے حنبلی۔ شافعی بھی صدا ہوتے ہیں۔ تاہم یہ جدا جدا نمازیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ حرم نبوی میں مسلمانوں کو ہر اعتبار سے یکجان ہو جانا چاہیئے۔

جمعہ کے روز بڑی بہار ہوتی ہے۔ مجھکو دو جمعے میسر آئے۔ جسوقت امام خطبہ میں قبہ رسول اللہ کی طرف ھذا رسول اللہ کہکر اشارہ کرتا ہے تو مسافرانِ دیارِ پاک بے قرار ہو جاتے ہیں۔ اور دل میں عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

قبہ پاک اور بچے

ایک دن میں نے یہ رسم نہایت دلچسپی سے دیکھی کہ شام کے وقت شیر خوار بچے قبۂ پاک کے اندر سے گزارے گئے۔ معلوم ہوا جمعرات کا دن اس کے لئے مقرر ہے۔ بیسیوں آدمی بچوں کو عمدہ صاف کپڑے پہنا کر گود میں لاتے ہیں۔ ان بچوں کے ساتھ تھوڑی سی روٹی یا مٹھائی بھی ہوتی ہے۔ جب روشنی کے وقت قبۂ پاک کھلتا ہے تو خواجہ سرا ان بچوں کو گود میں لیکر گود میں اُٹھا قبہ پاک کے اندر مزار شریف کا طواف کرا کے لے آتے ہیں۔ جسوقت یہ بچے باہر نکلتے ہیں تو خلقت دیوانہ وار بچوں پر گرتی ہے۔ اور اُن کو ہاتھ لگا لگا کر چومنا اور آنکھوں سے لگانا چاہتی ہے۔

بچوں کے لئے یہ بڑے خطرے کا وقت ہے۔ اگر خلقت کو بزور نہ روکا جائے تو بچارے بچے پِس کر چور ہو جائیں۔ روٹی اور مٹھائی جو بچوں کے ساتھ ہوتی ہے کُنبے رشتہ میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اور بچہ والی عورتوں کو سب عورتیں مبارکباد دیتی ہیں۔ کہ بوا تمہاری خوش نصیبی مبارک ہو خدا نے یہ دن دکھایا کہ بچہ رسول خدا کے دربار سے فیض یاب ہوا۔

معجزہ

یہاں یہ امر معجزہ سے کم نہیں کہ بیسیوں شیر خوار بچے جمع ہیں۔ رو رہے ہیں، کلبلا رہے ہیں۔ مگر جونہی قبہ پاک میں داخل ہوئے چُپ ہو گئے۔ چنانچہ جب باہر آتے ہیں تو دو چار نہیں سب کے سب خاموش ہوتے ہیں۔ اور تعجب تو اسپر ہے کہ جب خلقت ان پر جھپٹتی ہے اور کھینچا تانی کرتی ہے اُسوقت بھی یہ بچے نہیں روتے۔

مدینہ کا چاند

چودھویں تاریخ شب برات۔ صاف۔ دُھلا دُھلا آسمان۔ عشا کی نماز پڑھ کے اپنے گنگوہی دوست مولوی سید احمد صاحب کے دولت خانہ پر شب باشی کے لئے گیا گرمی کا موسم چھت پر چار پائی بچھی ہوئی تھی۔ مولانا نے ہندی تحفہ پان کھلایا۔ جب وہ تشریف لے گئے۔ تو دماغ میں تمباکو کا اثر معلوم ہوا اور چکرانے لگا۔ کھڑے ہوکر ٹہلنا شروع کیا۔ ناگاہ گنبد خضرا پر نظر پڑ گئی۔ جو چودھویں رات کے چاند سے اشارہ بازی کر رہا تھا۔ کیا سوہانی چاندنی ہے۔ کھجور کے درخت گیسو نما ٹہنیوں کو سر پر لئے جگہ جگہ سرو بالائی شان سے کھڑے ہیں۔ آس پاس کی خانقاہوں سے ہوحق کی صدائیں آرہی ہیں۔ سفید نور میں یہ کالے پہاڑ بھی نظر فریبی میں کم نہیں۔ مدینہ کا چاند کس کو نصیب۔ مدتوں تصورات کی آنکھوں نے خیالی چاندنیاں دکھائیں۔ اور تخیل کوئے یثرب کی شب ماہتاب دکھانے لایا مگر یہ حقیقی نظارہ پھر اصلی ہے۔ اصل کیسی نقل میں بات کہاں۔ اتنے میں

خلوتیہ طریق کے درویشوں کا ذکر جہر تال سُر سے سُنائی دیا۔ وہ تو عربی الفاظ عربی لڑن میں کہتے تھے۔ مینے اُردو میں اسی لے پر کہنا شروع کیا۔ باقی وہ۔ فانی سب۔ اوپر وہ۔ نیچے وہ۔ رحمت والے۔ شفقت والے کہتا جاتا تھا اور چاندنی کی شعاعوں کو گنبد رسول پر برستا دیکھتا جاتا تھا۔ ہائے کیا عالم تھا۔

مدینہ کی گلیاں

پھول کی کلی مدینہ کی گلی دونوں تنگ دہن ہیں۔ ترکی حکومت کی بے پروائی سے صفائی بہت کم۔ مگر مجھکو تو ان گلیوں کا چپہ چپہ لندن و پیرس کی شاہراہوں سے بڑھکر معلوم ہوتا تھا۔ یہ وہی راستے ہیں جہاں مولائے کائنات چلتے پھرتے تھے۔ یہ وہی کوچے ہیں جو ایک گزرنے والے کی غیبی خوشبو سے مہکا کرتے تھے۔ درودیوار بدل گئے ہیں۔ عمارات کی ہیئت میں فرق آگیا ہے۔ لیکن جگہ وہی مشتاقوں کے دل میں رہنے والی ہے۔

اب وہ دعا پیش کی جاتی ہے۔ جو جالی پکڑ کے عرض کی گئی تھی۔ اور جسکا بار بار ذکر آیا ہے اور جسکو سُننے کے لئے لوگوں کی بے چینی حد سے بڑھ گئی تھی۔ جگہ کی قلت کے سبب دعا کے بعض طولانی حصے مختصر کر دئے گئے ہیں۔ اور احباب کے نام بھی علیحدہ کر کے صرف شہروں کے نام لکھ دئے ہیں۔

حالِ دل

جالی پکڑ کے روضۂ اقدس کی ایک بار سب حالِ دل رسولِ خدا کو سُنائیں ہم

السلام علیکم یا سید الکونین - السلام علیکم یا جدی - السلام علیکم یا وسیلتنا فی الدنیا والدین +

خوش نصیب ہیں یہ آنکھیں جو آپ کے روضۂ اطہر کو دیکھ رہی ہیں - نصیبہ والا ہے یہ ہاتھ جو اس نورانی جالی کو تھامے ہوئے ہے اور زبان کی عزت پر تو جسقدر رشک کیا جائے کم ہے کہ وہ اس زندہ اور زندہ کرنے والے وجود سے کلام کر رہی ہے - جسکے آگے سارے جہان کی زبانیں گُنگ ہیں +

یا رسول اللہ - آپ کا یہ ناکارہ ناخلف فرزند حسن نظامی حال دل عرض کرنا چاہتا ہے - اسکا ایمان ہے کہ حی قیوم کی عنایت سے اسوقت جامۂ حیات میں موجود ہیں - دیکھ سکتے ہیں - اور کر سکتے ہیں وہ جو نہیں کر سکتا کوئی +

اسلام - آپکا پیارا اسلام - آپ کے خدا کا مقبول اسلام - آپ کے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پسندیدہ اسلام نرغہ میں ہے - اعدا نے گھیر لیا - اکیلا رہ گیا - اُسکا کوئی یار و ناصر نظر نہیں آتا - عرب دریائے اسلام سرچشمہ دن بدن پست ہو رہا ہے - دشمن اسکو زیر نگیں کرنے کی فکر میں ہیں - وہ عرب جس نے ساری دُنیا کو زیر نگیں کر لیا تھا +

عرب کی محافظ سیف عثمانی - اسکو بھی زنگ لگ گیا - صاحب السیف نے حریت کی صیقل سے اسکو صاف کرنا چاہا تھا - مگر اس صیقل میں اجانب کے تیز آبی عناصر کی آمیزش سے اندیشہ ہے کہ وہ اس تیز اور دھار دار تلوار کی کاٹ کو بیکار کر دیں گے -

میں پاک مدینے میں غیروں کے سکے چلتے دیکھتا ہوں - غیروں کی تجارت کو پھیلا ہوا پاتا ہوں - تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں - اور بدن میں سنسنی پیدا ہوتی ہے -

حضور! ایک حکومت کا نقرئی سکہ یہاں پورے دام میں چلتا ہے۔ اور طلائی کے دام اصل سے بھی کچھ زیادہ آتے ہیں۔ اسکے مقابلہ میں ترکی سکہ کو دیکھیں تو تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اسکی حکومت کے اس میں بٹہ لگتا ہے۔

سرکار! سکہ حکمرانی کی نشانی ہے تو کیا غیروں نے مدینہ کی حکمرانی میں دخل نہیں پالیا؟ آہ! غیروں کے بنائے ہوئے کپڑے کو یہاں تک فروغ ہے کہ اسمیں لپیٹ کر بقیع جیسے برگزیدہ مقام میں مُردے دفن ہوتے ہیں۔ یعنی آپ کی اُمت کفن کے لئے بھی غیروں کی محتاج ہے۔

حکومت ہمارے ہاتھ سے نکلی چلی جارہی ہے۔ چین میں ہم محکوم۔ جاوا میں ہم محکوم۔ مصر میں ہم محکوم۔ تاتار و بخارا میں ہم محکوم۔ ہندوستاں میں بھی ہماری حیثیت محکومیت کی ہے۔ گو خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان کا بادشاہ ہمارے مذہب سے سروکار نہیں رکھتا اور اس نے ہم کو ہر طرح کی آزادی و آسائش دے رکھی ہے۔ ایران کی کشتی طوفان میں ڈگمگا رہی ہے۔ مراکو کا گلا کٹ چکا۔ خون بہ رہا ہے۔ آخر وہ بھی ختم جائیگا۔ مصر کو ابھی آنکھ سے دیکھکر آیا ہوں مسلمان سربازار شراب نوشی کرتے ہیں۔ اور دین کی کسی بات میں جی نہیں لگاتے افغانستان میں دین و دُنیا کی آس نظر آتی ہے۔ مگر وہ بیچارہ دو انجنوں کے بیچ میں آ گیا ہے۔ اِدھر بھی ٹکر اُدھر بھی ٹکر۔

اب ہر پھر کے ہم سب کی نگاہیں آپ کے پُراسرار دروازے پر اُٹھتی ہیں اور انکشافِ غیب پر اپنی ہستی کا قرار تصوّر کرتے ہیں۔

یارسول اللہ! کاسہ لبریز ہوچکا۔ جلدی ظہور فرمائیے۔ اور بیکس و بےبس اُمت کی دستگیری کیجئے۔ حضرت مسیح کی اُمت صرف حکومت ہی کی مالک نہیں ہوئی۔ تمدن و شائستگی اور حسن اخلاق بھی اسنے ہمسے چھین لیا۔ ان ممالک

ہیں مسلمان و نصاریٰ پہلو بہ پہلو آباد ہیں۔ حکمرانی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے مگر خوشحالی کا اثر مسلمانوں میں نہیں پایا جاتا۔ صورتیں بھی نصاریٰ کی بشاش۔ لباس بھی نصاریٰ کے نفیس۔ گھر بھی نصاریٰ کے آراستہ۔ اخلاق بھی نصاریٰ کے اچھے۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ وہ کام سے جی نہیں چراتے۔ محل شناسی میں انکا پلّہ ہم سے بہت بھاری ہے۔ مصر۔ بیت المقدس۔ بیروت۔ دمشق وغیرہ مقامات میں آپ کے غلام نے مسلمان و عیسائی زندگی کو خوب غور کرکے دیکھا۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔

عیسائی طعنہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہب اسلام اس تنزّلی کا ذمہ دار ہے تو ہمارا سینہ پاش پاش ہوتا ہے۔ اسلام کا قصور ہوتا تو ابتدا میں قوم مسیحی سے ہم لوگ کیونکر برتر ہوئے۔ حالانکہ دُنیا جانتی ہے کہ ہم نے ہی دُنیا کو شائستگی اور تمدن کی تعلیم دی تھی۔ اور ہم ہی وہ مسلمان ہیں جو نصاریٰ کی موجودہ خوبیوں سے زیادہ محاسن رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں نصاریٰ کا ہم سے بھی گیا گزرا حال تھا۔ مذہب کا دخل ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ دینِ مسیحی بُرا اور دین اسلام اچھا ہے۔

جہاں پناہ! اس عالم افسردگی کے عرض حال کے بعد دو جُملے خوشی کے بھی سماعت فرما لیجئے۔ ہم مرے نہیں ہیں۔ ہماری تعداد دُنیا میں ریل کی سڑک کی طرح بڑھ رہی ہے۔ ہر سال ہم زمین کے کناروں پر لاکھوں کی شمار میں بڑھ جاتے ہیں دوسرا ثبوت ہماری حیاتِ جاودانی کا یہ ہے کہ حضور کے نام نامی پر ہم سب فدا ہیں۔ ہمارے دل آپ کی محبّت میں یکساں شریک و گرفتار ہیں۔ اس مرکز یزدانی کے دائرے سے ہم میں سے کسی کا قدم باہر نہیں نکلا۔ اسلئے ہم کو یقین ہے کہ موجودہ خرابیاں حضور کے روحانی اشارہ لدنی سے دور

ہوسکتی ہیں +

میرا وطن اقامت ہندوستان جاگا ہے - اُٹھنا چاہتا ہے - بلکہ اُٹھ رہا ہے - ہماری سب افراد میں حرکت پیدا ہوئی ہے - تعلیمی جامعہ اسلامی (مسلم یونیورسٹی) کا ستارہ افق امید پہ طلوع ہوگیا ہے، ہم اسکو چاند بنائیں گے - اور آگے بڑھینگے - ٹھنڈی روشنی میں حرارت پیدا کرینگے اور تارے کو سورج بنا دینگے - اس کوشش میں ہمارے مال - اوقات - یہانتک کہ نفوس قربان ہونگے - اور آپ کے طفیل ہم سب کچھ کرینگے -

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ترقی کی یہ شاہراہ ہم کو صاف کر کے دی جائے گی یا توڑ پھوڑ کر - اگر بیچ میں روکاوٹ ڈالی گئی تو ہم ہر ممکن جدوجہد سے اس روکاوٹ کو دور کرینگے -

بھلا ہو آغا خاں اور امیر علی کا - بھلا ہو وقار الملک اور اُنکے مددگاروں کا - انکے دل خلوص اور استقلال سے معمور رہوں - اِنکے حوصلے بڑھیں - اور استقامتِ دین کا قلعہ فتح ہو -

خیر ہو ہمارے دینی بزرگوں کی - سلامت رہیں پیشوایانِ دین - نازل ہو برکت و رحمت حضرت مولینا پیر مہرعلیشاہ گولڑوی وحضرت مولنا شاہ بدرالدین پھلواروی وحضرت دیوان سید امام الدین اجمیری - وحضرت دیوان سید محمد پاک پٹنی ومشائخ تونسوی وصاحبزادگان اجمیر شریف وصاحبزادگان مہرولی وصاحبزادگان چراغ دہلی - ودیوان ہانسی وصاحبزادگان حضرت محبوب الٰہی وکلیری وحضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی ومیاں عبدالصمد فخری وصاحبزادگان بہاروی ومشائخ نیازی ومولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی وسید جماعت علیشاہ علی پوری و اُستاذی مولوی محمد یحیٰی گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی وجمیع علمائے دہلی

و دیوبند و ندوہ و فرنگی محل پر +

مقبول ہوں خدمتیں خادمان قوم - آفتاب احمد خاں - ونواب مزمل اللہ خاں و مولوی شبلی و مولوی حبیب الرحمن خاں و حاذق الملک و میاں محمد شفیع و مولوی رفیع الدین و سید حسین بلگرامی و حکیم نورالدین قادیانی - و خواجہ کمال الدین - و شیخ محمد اقبال کی اور فائدہ مند ہوں مسلمان ان کی اور سب خادمان قوم کی خدمت گزاریوں سے +

ترقی ہو اخبارات قوم - وکیل - ملت - وطن - پیسہ اخبار - کامریڈ - آبزرور - البشیر - علیگڈھ گزٹ - دبدبہ سکندری - نیر اعظم - مخزن - تمدن - صوفی - نظام المشائخ پنجاب ریویو - مشرق - زمیندار - نیر آصفی وغیرہ کی - پیدا ہو یکجہتی قوم کے ان سب اخباروں میں +

فائز المرام ہوں آپ کی محبت میں - کامیاب ہوں دین و دنیا کے مقاصد میں میرے احباب ذوالاخلاص - ساکنان دہلی - لاہور - بمبئی - حیدرآباد - جالندھر - امروہہ گونڈہ - ریواں - الہ آباد - کلکتہ - پٹنہ - امرتسر - جاورا - الور - راجکوٹ - مانگرول - بانا داور - میرٹھ - کانپور - مدراس - عدن - آگرہ - سیوہارہ - پانی پت انبالہ - لکھنؤ - گوالیار - رامپور - سہارنپور - بریلی - وغیرہ کے -

اے سرور دو جہاں دہلی کے برباد شاہزادوں کا نالہ و بکا پیشکش ہے - یہ تاج و تخت کو نہیں روتے - انکو روکھی روٹی کا ٹکڑا - اور تن ڈھکنے کو موٹا جھوٹا کپڑا درکار ہے - ان کی ذلت و رسوائی کی حد ہو چکی - بداعمالیوں کا فی بدلہ مل گیا - اب خطاپوش پروردگار سے انکو معافی دلوا دیجیے -

امت کے یتیموں پر بھی ایک نظر لطف - انکو مفلسی کے وقت کوئی پرسان حال نہیں - در بدر بھٹکتے پھرتے ہیں - اور دشمنان اسلام کی کمند کفر میں باندھے جاتے

ہیں - اور اُن لاوارث بیواؤں کی جانب بھی ایک اشارۂ نوازش - جو گھر کے سرتاج کو روتی ہیں اور مایوس ہو کر آپ کی پناہ میں آتی ہیں -

اے آمنہ کے جگر کی کور اُمّت میں بیشمار روحیں آگ کو ٹھنڈا کرنے والی اولاد کے لئے پھڑک رہی ہیں - اپنی والدہ ماجدہ کی بھری پوری گود کا صدقہ - ان نامرادوں کی بیکلی دور ہو - اور قوت غیب کے دربار سے اُن کی گودیں فرزندان سعادتمند سے بھر جائیں - خصوصًا حیدر آباد کی امیر ابیگم جنہوں نے اس فقیر کو پیام رسانی کی خدمت خاص طور پر سپرد کی ہے - یہاں سے کوئی خالی ہاتھ محروم نہیں جاتا امیر ابیگم کو بھی معجزانہ مراد عطا فرمائی جائے - اُمّت کے بیماروں کی طرف سے طبیب الکل کی کنڈی کھٹکھٹاتا ہوں - جسم و روح کی شفا کی تندرستی مانگتا ہوں - افلاس زدہ ملک کے ستارے بیکار افراد کی فارغ البالی و تونگری طلب کرتا ہوں - غنی و وہاب خدا سے دلوادے - گناہگاروں کی شرمساری ندامت خدمت میں لایا ہوں انکو توفیق نکوکاری مرحمت فرمائیے +

سوختہ دل عشاق دل کا قرار چاہتے ہیں - لیلیٰ صفت محبوب ان محبوں سے رستگاری کے خواستگار ہیں جو فرضی قیس بنکر جنونانہ حرکات کرتے اور دامن وقار و عزت کو بدنامی کا داغ لگاتے ہیں - میں خود سکوت کا طالب ہوں محویت کامل کا خواستگار ہوں - راحت دل آب چشم وقت خوش مانگتا ہوں - گوشۂ عافیت دلوا دیجیے - حجرۂ فنا در بقا و بقا در فنا تک پہنچا دیجیے تاکہ یہ جالیاں یہ درمیانی حجابات سد راہ نہ ہوں - اور منزل ابد قرار ہاتھ آجائے - آمین +

اللهم افتح لنا بالخير واختم لنا بالخير واجعل عواقب امورنا بالخير بيدك الخير انك على كل شئ قدير +

حرم کے باہر

مدینہ منورہ میں پندرہ روز قیام رہا۔ اس عرصہ میں حرم کے باہر شہر و بیرون شہر میں جسقدر زیارتیں ہیں سب کا شرف حاصل ہوا۔

مزار سیدنا عبداللہ

ہمارے آقا رسولِ خدا کے والد ماجد سیدنا عبداللہ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ اتفاق کی بات سفر میں رحلت فرمائی اور وہاں دفن ہوئے جہاں سلطان کونین فرزند کا بھی مدفن قدرت نے مقرر کیا تھا۔ شہر کی آبادی میں ایک گلی کے اندر یہ مزار ہے غلاف پڑا ہوا تھا۔ کسی مزار پر ایسی معصومیت و کیفیت خاص نہیں دیکھی جو یہاں ہے۔ کیوں نہ ہو اس وجود مقدس کے بزرگوار تھے۔ جنکے لئے آسمان و زمین پیدا ہوا

جنت البقیع

حرم کے قریب یہ مشہور مقام ہے۔ جہاں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اور اہل بیت اطہار کے مزارات ہیں۔ سیدہ عالم حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر ائمہ اطہار کے مزارات بھی یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔ حضرت سیدہ کا ایک مزار خاص روضہ منور یعنے حرم اقدس کے متصل ہے۔ بعض کہتے ہیں بقیع کا مقام درست ہے بعض کا خیال ہے حرم کے اندر والا۔

معلوم ہوتا ہے بقیع میں ایک قبر کے اندر کئی کئی اصحاب و اہلبیت کو دفن کیا گیا ہے کیونکہ متعدد مزارات اتنی کم جگہ میں ہیں کہ ہمارے ملک میں اتنی جگہ ایک قبر کو بھی کافی نہیں ہوتی۔ اسکے علاوہ بقیع ایک چھوٹا سا قطعہ زمین ہے۔ تیرہ سو برس سے

اسمیں لوگ دفن ہوتے ہیں۔ پھر بھی زمین صاف نظر آتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حرمت و برکت مقام کے لحاظ سے ایک ہی جگہ سیکڑوں ہزاروں دفن ہوتے آئے یہاں پھول چڑھانے کی رسم نہیں ہے۔ مرُوہ کی سبز شاخیں چڑھائی جاتی ہیں جو بیسیوں جگہ لوگ فروخت کرتے نظر آتے ہیں۔

میدان احد

موجودہ شہر مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر احد کا وہ مشہور میدان ہے جہاں کفار قریش اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگ ہوئی۔ یہیں حضرت امیر حمزہ عم رسولؐ کا مزار ہے۔ اور دیگر شہدا کے مقابر ہیں سینے حضرت امیر حمزہ کے مزار کی زیارت کرکے احد کے میدان جنگ کو خوب جی بھر کر دیکھا۔ رات کو ایک عجیب خواب دیکھا تھا اسکی تعبیر یہاں کے مناظر سے ہو بہو پوری ہوئی۔ یہ میدان نہایت پُراثر ہے۔ اس خواب کا قصہ مینے رسالہ شیخ سنوسی میں شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے جو ہندوستان میں دو برس سے لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوا اور ہو رہا ہے۔

افسوسناک منظر

شہدائے احد جس مقام پر دفن ہیں وہ مختصر جگہ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس مقام پر مینے چند تازہ قبریں دیکھیں۔ یہ بات میرے خیال میں شہدا کی بے حرمتی ہے ان نئے مُردوں کو مقبرہ شہدا کے متصل دفن کرنا لازم تھا نہ کہ خاص مقبرہ کے اندر۔ اور سابقہ قبروں کے اوپر۔

مسجد قبا

[illegible] منورہ کے دوسرے رُخ مسجد قبا واقع ہے۔ سڑک یہاں کی بہت ناقص [illegible]

خراب ہے۔ بیان کیا گیا کہ اسی جگہ قبلہ کی آیت نازل ہوئی تھی۔ مقام وحی پر ایک کتبہ کوفی خط میں لگا ہوا ہے۔ اسی کے قریب ایک اور نشان برجی نما صحن میں بنا ہوا ہے۔ یہاں آیت اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى نازل ہوئی تھی۔

ظاہری عمارت کے اعتبار سے یہ جگہ کچھ زیادہ خوبصورت نہیں ہے لیکن یہ وہ مقام ہے جہاں اسلام کی بنیاد قائم ہوئی۔ اگر انسان کچھ دیر بیٹھ کر غور کرے تو اسکے دل پر عجب اثر ہوگا۔ اللہ اکبر یہاں رسول خدا پر وحی نازل ہوتی تھی اور صحابہ کے ساتھ آپ نمازیں پڑھتے تھے۔ یہ مقامات اُس اسلام کے ابتدائی مواقع ہیں جسنے باہر کی دُنیا میں تاجداریاں اور حکمرانیاں کیں۔ اور جسکے پیرو دس دس کروڑ روپئے قیمت کے تخت پر بیٹھے۔ اور دُنیا کے بڑے حصے کے مالک و حکمراں قرار پائے۔

مسجد قبا کے قریب باہر کے رُخ حضرت علی اور حضرت بی بی فاطمہ کی مسجدیں ہیں۔ یہاں چند لڑکیوں نے مجکو مہدی کے چند پھول دئے۔ اور کہا کہ یہ حضرت بی بی فاطمہ کی مہدی ہے۔ مینے ان پھولوں کو آنکھوں سے لگایا۔ اور بوسہ دیا ان لڑکیوں نے کچھ اشعار بھی سُنائے۔ جن میں رسول خدا کی تعریف تھی۔

کتب خانے

مدینہ شریف میں متعدد مقامات پر کتب خانہ قائم ہیں جو باہر والوں نے قائم کئے ہیں انمیں بخاری کتب خانہ کو مینے زیادہ غور سے دیکھا۔ کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہے۔

شیخ الحرم

آجکل ایک ترک ہیں۔ بوڑھے اور بہت ملنسار آدمی ہیں۔ میری انکی تخلیہ کی ملاقاتیں ہوئیں اور مینے انسے چند ضروری مسائل مسلمین پر گفتگو کی۔ خاصکر مسئلہ خلافت کے علدر آمد پر زیادہ

بحث رہی - میںنے ان سے کہا کہ ترکی حکومت خلافت کا کچھ کام نہیں کرتی۔ آپ اسکو رغبت دلائیے کہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں کام شروع کیا جائے۔

شیخ الحرم نے حیران ہوکر دریافت کیا کہ کیا کام ہونا چاہیئے - میںنے کہا۔ آپکو معلوم ہے کہ آجکل تمام دُنیا کے مسلمان ترکی خلافت کو تسلیم کرتے ہیں اور حضرت سلطان روم کو اپنا مذہبی خلیفہ اور پیشوا مانتے ہیں - مگر یہ عقیدہ بیکار ہے جبتک اسکا عملی ظہور نہو۔ خلافت کا دارمدار خدمت حرمین پر ہے - لہذا سلطان کو چاہیئے کہ وہ اپنے نائب کے ذریعہ ہر سال آنے والے حاجیوں سے تعلقات بڑھائیں اور انکی مذہبی ضرورتوں کو معلوم کرکے اسمیں دخل دیں۔

مثلاً بعض ملکوں میں بعض مسائل کے سبب مسلمانوں میں اختلاف ہے خلیفہ کو چاہیئے کہ وہ ان اختلافی مسائل کے بارہ میں مسلمانوں کو حکم دیں کہ اختلاف ترک کرکے سب متحد ہوکر کام کرنا چاہیئے۔ مدینہ منورہ میں خلافت کے زیر اثر ایک دارالافتاء قایم کیا جائے جہاں سے تمام اسلامی دنیا کو اسکی ضرورت و سوال کے وقت فتوی بھیجے جائیں اور ایک ایسا محکمہ خبر رسانی مہیا ہو جو مسلمانوں کی مذہبی حالت کی خبر رکھے اور جس ملک کے مسلمانوں میں کوئی مذہبی کمزوری محسوس ہو خاص فرمان کے ذریعہ ان کو ہدایت کی جائے کہ وہ اپنی حالت کی اصلاح کریں۔

ہر سال جو حاجی یہاں آئیں ان سے نائب خلیفہ اپنے ہاتھ پر امیرالمومنین کی اطاعت و تسلیم خلافت کے لئے بیعت لیں - اور انھیں میں چند لوگوں کو اجازت دی جائے کہ اپنے ملکوں میں جاکر خلیفہ کے نام سے بیعت لیں۔ اس بیعت کو ملکی و سیاسی معاملات میں کچھ دخل نہو۔ بلکہ اتباع خدا رسول اور اطاعت حکم خلیفہ کے لئے برلانے بجا آوری فرائض دین یہ بیعت لی جائے۔

شیخ الحرم نے فرمایا تجاویز تو بہت اچھی ہیں مگر ان میں کئی دقتیں ہیں۔ اول

تو زبان کی مشکل۔ ہم لوگ ہر ملک کی زبان سے واقف نہیں ہیں۔ پھر کیونکر اپنا مطلب ان کو سمجھا سکینگے۔ دوسرے یہ کہ جسوقت یہ عمل شروع کیا گیا اجنبی حکومتیں مشتبہ کرینگی کہ ہم کوئی خطرناک سازش کفار کے خلاف کر رہے ہیں۔

مینے جواب دیا۔ زبان کی مشکل کا تو یہ آسان حل ہے کہ مزوّر لوگ زبانوں سے واقف ہیں۔ جاوا کے مزوّر جاوی مسلمانوں کو سمجھائیں۔ ہندوستانی مزوّر ہندیوں کو سمجھائیں۔ اس طرح یہاں ہر ملک کے مزوّر موجود ہیں۔ جو بہت خوبی سے ترجمانی کر سکتے ہیں۔

دوسرے اندیشہ کا جواب یہ ہے کہ جب آپ محض مذہبی باتوں پر اپنے عمل کی بنیاد رکھینگے تو کوئی وجہ نہیں جو غیر حکومتیں شک کریں۔ اگر شک کیا جائے تو ان کو سمجھا دینا چاہیئے کہ ہمارا کام صرف امور دین سے تعلق رکھتا ہے۔ انکے شک وشبہ کا اندیشہ رہے گا تو ایک دن آپ کو رسم حج سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ کیونکہ اجنبی بادشاہ اس رسم کو بھی خوفناک نظروں سے دیکھتے ہیں۔

شیخ نے بہت تامل اور غور خوض کے بعد فرمایا کہ اسکا تذکرہ ارا کین خلافت سے کرونگا۔ میں خود اور اکثر اہل حکومت ان کاموں کی ضرورت کے قائل ہیں مگر کیا کریں اغیار کام کرنے کی مہلت نہیں دیتے۔

کمشنر مدینہ حسن بصری

ایک دن حسن بصری کمشنر مدینہ منورہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ بھی بہت لائق اور ہوشیار آدمی ہے۔ مذکورہ امور پر ان سے بھی گفتگو ہوئی۔

حرم کے اندر جو اختیارات شیخ الحرم کو ہیں۔ ایسے ہی اطراف مدینہ میں کمشنر کے اختیارات ہیں۔

مدینہ میونسپل کمیٹی

پارلیمنٹ کے قیام سے جدید باتوں کا دخل مدینہ منورہ میں ہوتا چلا ہے۔ ابھی حال میں میونسپل کمیٹی قایم ہوئی ہے جو روشنی اور صفائی کا انتظام کر رہی ہے۔ روشنی سڑکیں قابل اصلاح ہیں۔ خاصکر صفائی کے معاملہ میں تو بہت جلدی توجہ کی ضرورت ہے۔ خاص حرم کے قریب طہارے یعنی بیت الخلاء بنے ہوئے ہیں۔ انکی بد بو بھی ناگوار ہے۔ اور ادب کے بھی خلاف ہے۔ یہ طہارے بہت عرصہ میں صاف ہوتے ہیں۔ مینے شیخ الحرم سے او کمیٹی کے سکرٹری سے ان امور کی نسبت کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر پاخانے یہاں سے ہٹائے جائیں تو حرم کے نمازیوں اور حاجیوں کو بہت تکلیف ہو جائیگی۔ حرم کے قریب کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پاخانے بنوائے جائیں۔ دور بنوائے گئے تو حجاج کو بہت تکلیف ہوگی۔ مینے کہا یہ ضروری نہیں کہ پاخانے یہاں سے اُٹھوا دئے جائیں۔ بلکہ انکی صفائی کا جلدی جلدی انتظام ہونا چاہیئے یہ نہیں کہ سالہا سال خبر نہ لی جائے۔

واپسی

قصہ مختصر مدینہ منورہ میں پندرہ روز قیام رہا۔ اس اثنا میں اکثر مشائخ شاذلیہ نقشبندیہ رفاعیہ خلوتیہ وغیرہ کی صحبتوں میں شرکت نصیب ہوئی اور مدینہ منورہ کے شیخ المشائخ حضرت مولانا سید حمزہ رفاعی نے اپنے سلسلہ کی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی اور دیگر مشائخ بلاد مغرب سے چند خاص اعمال و عجائبات روحانی حاصل ہوئے۔

خصوصًا دربار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار نے اپنے نالائق غلام کو طرح طرح کے منامات سے نوازا۔ اور اسکے مخفی ارادوں کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا

اسکا ایک ضمنی اشارہ اس شعر میں ہے ؎

یا ذا الذی ضمر علی الاقدام　　علی الامور فاستمع نظام
ایاک ھذا الامر باھمام　　تقدم علیہ مدالایام

مدینہ منورہ سے رخصت ہوکر حجاز ریلوے کے راستہ پھر دمشق آیا اور اسلامی ہوٹل دارالسرور میں ٹھہرا۔ جو مصر کے عیسائی ہوٹلوں سے زیادہ شاندار۔ صاف اور سستا ہے۔ اس دفعہ دمشق میں چار پانچ روز قیام ہوا۔ اور غالب بے گورنر جنرل شام اور دیگر تمام نامور وممتاز مشائخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔

حضرت شیخ عبد الجلیل مدیر مجلہ الحقیقہ

کے اہتمام سے مشائخ عظام کا ایک جلسہ منعقد ہوا جسمیں مجکو طریق ذکر دکھایا گیا اور مشائخ سے ملاقاتیں کرائی گئیں۔ حضرت شیخ محمود ابوالشامات الشاذلی نامور بزرگ شام اور حضرت مولانا محمد عبدالرحیم القابی المکی الشاذلی نامور شیخ مکہ مکرمہ نزیل شام سے شاذلیہ سلسلے کی اسناد خلافت بھی حاصل ہوئیں اور بعض مشائخ سنوسیہ نے چند مخفی اعمال عطا فرمائے جن میں سے بعض اس کتاب کے آخر میں درج کر دئے ہیں۔

دمشق سے بیروت پہنچا۔ اور دو روز قیام کیا اور وہاں سے پورٹ سعید آگیا پورٹ سعید میں کوک کمپنی کی معرفت خرچ منگایا تھا۔ مگر یہاں آکر معلوم ہوا زیادہ تعداد روپیہ کی مدینہ منورہ بھیجدی گئی۔ کل اسی روپے کوک کمپنی کے ہاں آئے تھے ان کو لیکر میں نے ہندوستان سے بذریعہ تار اور روپیہ منگایا اور خود دوبارہ قاہرہ چلا گیا۔ جہاں دو تین روز کے قیام میں یہ روپیہ خرچ ہوگیا۔ پورٹ سعید پہنچا تو معلوم ہوا کہ روپیہ ہندوستان سے نہیں آیا۔ عجب پریشانی کا سامنا ہوا اور پانچ چھ روز نہایت مصیبت سے گزرے جن میں کچھ فاقے بھی برداشت کرنے پڑے

کیونکہ یہاں کسی سے شناسائی نہ تھی۔ اور پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جسکو فروخت کر دیا جاتا۔ اس فاقہ کشی کے زمانہ میں مولانا برکت اللہ بھوپالی مقیم ٹوکیو جاپان سے ملاقات ہوئی جو قسطنطنیہ سے آرہے تھے اور جاپان جارہے تھے انکی عالمانہ صحبت سے بہت فائدہ پہنچا یا مگر ان کو خبر نہ تھی کہ میرا پیٹ روٹی مانگتا ہے اور دل و دماغ میں سمجھنے اور سوچنے کی طاقت نہیں ہے۔ پانچ فاقوں کے بعد دمشق کے ایک دوست سے ڈیڑھ سو روپیہ قرضہ ملا۔ اور میں آسٹرین کمپنی کے جاپانا جہاز میں سوار ہو کر سولہ دن میں بمبئی پہنچا۔ یہ فاقہ کشی خدا تعالےٰ کا ایک امتحان تھا جسنے اپنے اُس بندے کو جسنے دو ہزار روپیہ اس سفر میں خرچ کر کے سارا راستہ نہایت عیش و عشرت سے بسر کیا تھا دکھایا کہ ہمارے کوچہ میں فقر فاقہ ہی ہے۔ جسکا آخر میں تھوڑا سا مزا چکھتے جاؤ۔ اس حالت کے پیش آنے پر مجھکو جسقدر فخر ہے وہ کل سفر کی راحتوں پر فوقیت رکھتا ہے۔

واپسی میں بمقام عدن چند گھنٹے قیام ہوا۔ سید حسین صاحب حمود و دیگر متوسلین سلسلہ نظامیہ سے جو جالے تو وقت بیعت ہوئے تھے۔ تحائف۔ نفیس کھانے نقد نذرانے ساتھ کئے۔ اور متعدد نئے حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔ عدن سے چلکر تیز مرچوں کے سالن کھانے کے سبب ہیضہ ہوگئی اور دو رات دن جبکہ سمندر میں مایوسی بخش طوفان تھا اس ہیضہ نے موت کا مزا چکھا دیا۔ جہاز ڈوبنے کے قریب لیٹنا تک محال۔ اور ہیضہ کا تقاضا کہ بار بار بیت الخلا چلو۔ جسپر گزری وہی جان سکتا ہے۔ یہ آخری پریشانیاں ابتدا کی خوشحالیوں کا عوض تھیں۔ انسان کو خوشی میں غم۔ اور غم میں خوشی کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیئے۔

عدن سے چلتے وقت ۲۴ مسلمان ہندوستانی قیدی جہاز میں سوار ہوئے تھے

طوفان میں انکا کھانا خراب ہوگیا تو بچارے فاقہ کشی میں مبتلا ہوگئے۔ مینے ہرچند کپتان سے کہا مگر اسنے بغیر نقد قیمت کے انپر کچھ رحم نہ کیا۔ آخر میرے پاس جو کچھ عدن کی نذروں کا شہری بقیہ موجود تھا وہ مینے سب کپتان کی نذر کیا اور قیدیوں کا بمبئی تک کھانے کا گزارہ ہوگیا۔

جسوقت بمبئی میں قدم اُتارا ہے تو جیب میں ایک پائی نہ تھی۔ قلیوں اور گاڑی کا کرایہ قرض رہا جو شاہجہاں ہوٹل میں پہنچکر بذریعہ قرض ادا کیا گیا۔

استقبال

دہلی میں واحدی صاحب نے شاندار استقبال کا سامان کیا تھا اور بمبئی میں حکیم محمود علی خاں صاحب ماہر اکبرآبادی اور دیگر احباب منتظر خیر مقدم تھے۔ مگر میں ان رسموں کو نہایت ناپسند کرتا ہوں۔ اسلئے چُپ چاپ۔ بے اطلاع داخل بمبئی ہوا اور ہوٹل میں ٹھہر گیا۔ لیکن حکیم ماہر صاحب کو کسی طرح خبر ہوگئی۔ جنہوں نے ہوٹل میں غیر معمولی تکلفات کا اظہار کرکے اپنی محبت کا زیر بار احسان کیا۔

القصہ برادرم مولوی سید علی وحدی مقیم بمبئی کی اعانت قرض سے ٹکٹ لیکر دہلی روانہ ہوا اور رات کو ۲ بجے جبکہ واحدی صاحب سوتے تھے منزل گاہ حلقہ میں پہنچ گیا۔ ظاہر ہے کہ واحدی صاحب کسقدر خفا ہوئے ہونگے جنکے اسباب استقبال کو مینے ملیا میٹ کردیا اور بغیر پھولوں کے ہاروں کے رمضان کی آخری راتوں میں ڈھائی بجے چپ چاپ چارپائی پر لیٹ کر سوگیا۔ جو استقبال کی حالت میں ہرگز میسر نہ آتا۔ اور خبر نہیں کتنی دیر مجکو اور دیگر احباب کو جاگنا پڑتا اور نتیجہ سوا اسکے کچھ نہ ہوتا کہ میں انکا شکریہ ادا کرنے کے لئے اس کتاب کے دو چار ورق سیاہ کردیتا۔ ناظرین بتائیں اُس میں آرام تھا یا اس میں۔

نتائج و ہدایات ضروری

آخر میں یہ لکھنا ضروری ہے کہ میرا یہ سفرنامہ معلومات سیاسی تمدنی وغیرہ کا ذخیرہ نہیں ہے نہ مینے ان امور کو اپنے سفر میں پیش نظر رکھا - ایسی باتیں معلوم کرنی ہوں تو میری رائے میں سب سے زیادہ کارآمد اور مفید سفرنامہ آنریبل خواجہ غلام الثقلین وکیل میرٹھ کا ہے جو میرٹھ کے پتہ سے دستیاب ہوگا یا منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کا سفرنامہ جو انکے دفتر سے ملیگا یا مولوی عاشق الٰہی کا زیارت نامہ ہی جو میرٹھ خیرنگر دروازہ سے دستیاب ہوتا ہے - آخرالذکر سفرنامہ مذہبی مسافروں کے لئے بہت مفید ہے جسمیں اصول فقہ کی موافق حج وزیارت کے طریقے اور سفر کی عامیانہ ضروری باتیں درج ہیں - اور خواجہ غلام الثقلین کے سفرنامہ میں تمدن و سیاست کا نہایت بیش قیمت رسالہ ہے اس سفرنامہ کی شاید ایک روپیہ آٹھ آنہ قیمت ہے -

میری اس کتاب میں ناظرین کو ایک خاص و محدود دائرہ کی باتیں معلوم ہونگی اور میرا خیال ہے کہ وہ اسکو ادبی اور روحانی لٹریچر کی حیثیت سے پڑھینگے - اور انکو معلوم ہوگا کہ اسکے لکھنے والہ تمدن و سیاست وغیرہ امور سے ناواقف نہیں ہے کیونکہ جگہ جگہ اسکے اشارے موجود ہیں - مگر اسکا مقصود اصلی کچھ اور ہے - مینے کوشش کی ہے کہ مقامات متبرکہ کے مناظر کو الفاظ میں دکھادوں اور اسوقت جو کچھ میرے دل میں کیفیت گزری اسکو قلمبند کرکے ناظرین کو پہنچا دوں - یہ ایسی حالتیں ہیں جنکو پڑھنے کے بعد اگر کوئی شخص ممالک مذکور کا سفر کرے تو مقامات متبرکہ کا اسکے قلب پر ایک خاص اثر ہوگا - اور یہی میرا مقصود تھا کہ دوسروں میں کیفیت روحانی پیدا ہو -

جو لوگ ان ممالک میں جانا چاہیں انکو امور ذیل کا خیال رکھنا لازمی ہے -

(۱) رفیق سفر ضرور ہونا چاہیئے۔ ورنہ جی اُکتا جاتا ہے۔ساتھی ہوں تو تھرڈ کلاس میں سفر کرنا مناسب اور آرام دہ ہے۔

(۲) حمالوں۔ترجمانوں۔اور پیشہ ور رہبروں پر کبھی بھروسہ نہ کرنا چاہیئے خواہ کیسے ہی بزرگ صورت اور دیانت دار معلوم ہوں۔یہ لوگ عموماً بعد میں دھوکہ دیتے ہیں۔اگر خود عربی جانتے ہو تو ان کی ہمراہی کی ضرورت نہیں ورنہ خیر مجبوری ہے۔لیکن اس حالت میں بھی انپر کلی اعتماد نہ رکھو اور ہر چیز سے ہوشیار رہو۔

(۳) جب کسی ترجمان۔ملاح۔یا مزدور سے تکلیف پہنچے تو اسکی کتاب پر جو وہ سارٹیفکٹ حاصل کرنیکے لئے پیش کریگا صاف صاف لکھدو۔ سینے ہر جگہ ایسا ہی کیا اور اُردو سے ناواقف رہبر و ملاح خوش خوش سارٹیفکٹ لیکر چلے گئے۔حاذق الملک صاحب نے مجھسے بیان کیا کہ اسکندریہ کے ایک شریر گائیڈ یعنے رہبر کی شرارت سے وہ میرا سچا سارٹیفکٹ دیکھ کر محفوظ رہے۔جسکو اسنے یہ سمجھکر دکھایا تھا کہ اسمیں میری تعریف ہے۔مگر مینے اصل حقیقت لکھدی تھی۔لوگوں کا قاعدہ ہے کہ ملاحوں اور ترجمانوں کی خاطر خوشامد سے متاثر ہوکر خلاف واقعہ تعریف لکھدیتے ہیں جو انکے دوسرے ہموطنوں کے دھوکہ کا باعث ہوتی ہے۔

(۴) حاجیوں کو چاہیئے کہ ٹھہرنے سے پہلے ہوٹلوں کو خود جاکر دیکھ لیا کریں اور اسکا خیال نہ کریں کہ ہوٹل مسلمان کا ہے یا عیسائی و یہودی کا۔کیونکہ عموماً مسلمان ہوٹل والے حاجیوں کو بہت لوٹتے ہیں اور انکے ہاں آرام کم ملتا ہے۔رہبر و ملاح و مزدور کہا کرتے ہیں کہ مسلمان ہوٹل والے کے ہاں نماز کا آرام ہوگا۔عیسائی کے ہاں نہ جاؤ۔مگر یہ محض دھوکہ ہے ان لوگوں کی ہوٹلوں سے کمیشن مقرر ہوتی ہے۔عیسائیوں اور یہودیوں کے ہوٹلوں میں نماز وغیرہ کی آزادی ہے۔اور مسلمان ہوٹلوں سے زیادہ صفائی و طہارت ہے۔ یہ مینے اپنے ہموطن بھائی مسلمانوں کے فائدہ کی باتیں لکھی ہیں تاکہ وہ نقصان نہ

کی کھنڈی چھری سے ذبح ہوں۔ ورنہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچانا میں بھی ضروری سمجھتا ہوں مگر میرا خیال ہے کہ جو لوگ غریب پردیسی مسلمانوں کو ستانا اور ناجائز طریقے سے انکا روپیہ برباد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں انکے مقابلہ میں مجھے اپنے ملکی مسلمانوں سے زیادہ ہمدردی ہونی چاہئے۔

(۵) راستہ میں جو لوگ ساتھ ہو جائیں اور خواہ مخواہ کی ہمدردی کا اظہار کریں ان سے احتیاط کرنی چاہئے۔ اکثر بدمعاش ہوتے ہیں۔

(۶) گاڑی کا کرایہ خود نہ چکاؤ۔ ہوٹل والے کی معرفت کفایت رہیگی۔

(۷) ہر جگہ اپنے آپ کو مضبوط۔ ہوشیار۔ ثابت کرو۔ کمزور اور بھولے بھالے کی ہر جگہ مشکل ہے۔ مصنوعی مضبوطی و ہوشیاری بھی کام دیجاتی ہے۔

(۸) کوئی تکلیف پہنچے تو انگریزی کونسل سے جاکر کہو وہ تم کو ہر طرح کی مدد دیگا۔

(۹) سودا خریدنے میں خیال رکھو کہ ترجمان زیادہ نہ لٹوادے کئی جگہ دیکھ بھالکر خریدو۔

(۱۰) کنجوسی اور فضول کفایت شعاری کا خیال نہ کرو سفر میں آرام کشادہ دلی سے ہوتا ہے میلے ہوٹلوں میں ٹھہرنے اور کھانا کھانے سے کفایت تو ہوتی ہے مگر نا گہانی طور سے آدمی بیمار بھی ہو جاتا ہے اور مسافرت کی بیماری تگنا چوگنا خرچ کرا دیتی ہے۔ بس یہ دس باتیں میری یاد رکھنی چاہییں باقی مذکورہ سفرناموں میں سب کچھ ملیگا۔

مخفی اعمال اور کیمیا کے نسخے

سفر کے بعض عجیب قصے میں نے رسالہ صوفی نظام المشائخ زمیندار وغیرہ پرچوں میں شائع کرائے تھے انکا لکھنا باعث طوالت ہوگا۔ بعض اعمال بھی کتاب فیضان سنوسی میں شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن یہاں چند درج کرتا ہوں۔

یاد رہے کہ مجھکو اعمال کا شوق سے نہ کیمیا کا نہیں ہے اور میں کیمیا کو فضول

درد سری اور ناکام خلجان تصور کرتا ہوں لیکن بلاد مغرب یعنی مراکو الجزائر ٹونس وغیرہ میں ان باتوں کا بہت چرچا ہے۔ وہاں کے جن مشائخ سے ملنا ہوا اور بسبیل تذکرہ اعمال و نسخہ جات کا ذکر آگیا انکو میں نے یادداشت میں لکھ لیا جو یہاں درج کئے دیتا ہوں۔ میری رائے میں انپر عمل کرنے کی بجائے یہ بہتر ہوگا کہ صرف معلومات عجیبہ تک ان کو محدود رکھا جائے۔ نیز یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ کوئی صاحب ان اعمال و نسخہ جات کی نسبت مجھ سے خط و کتابت نہ کریں مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ یہ سرگردانی مول لوں۔

تاثیر اسمائے باری تعالیٰ

(یَا رَحْمٰن) ساعت زہرہ میں یہ اسم اس تعداد کی موافق جو اسکے حروف سے نکلتی ہے طالب و مطلوب کا نام لیکر پڑھے اور لوبان پر دم کرے اور جب مطلوب کے پاس جانیکا موقع ہو لوبان آگ پر ڈالے اسکی خوشبو سونگھتے ہی دیوانہ وار مطیع ہو جائیگا۔ خاوند اور زوجہ کے تعلقات اسکے ذریعہ خوشگوار کئے جا سکتے ہیں۔

(یَا عَلِیْم) جو شخص اسکے اعداد حروف کی موافق ہمیشہ عشا کی نماز کے بعد پڑھا کریگا اسکو خواب میں ہر واقعہ آئندہ کا علم ہو جائیگا۔

(یَا شَهِید) یہ اسم ان سات بزرگوں کے ورد میں رہتا ہے جو دائرہ ربانی کے اسرار میں پوشیدہ ہیں۔ جو شخص ہر نماز کے بعد دو سو مرتبہ پڑھنے کی عادت ڈال لے تو اللہ تعالیٰ اسکو چشم مکاشفہ عطا فرما دیتا ہے اور وہ تمام چھپی ہوئی چیزیں دیکھنے لگتا ہے۔ ورد ناغہ نہ ہو۔ مدت دراز کے بعد اثر ظاہر ہوتا ہے۔

نقش تسخیر

جو شخص ہر نماز کے بعد اسم یا ہادی سو بار پڑھنے کی عادت ڈالے اور کبھی ناغہ نہ کرے اور یہ نقش اپنے بازو پر باندھے رکھے تو تمام مخلوقات اس کی مسخر رہے گی

نقش یہ ہے۔

۱	۳۰	۵	۱	۴
۳۰	الہادی	الہادی	الہادی	۵
۵	الہادی	۵	الہادی	۱
۱	الہادی	الہادی	الہادی	۳۰
۴	۱	۵	۳۰	۱

تاثیر آیات قرآنی۔ ہلاکی دشمن کیواسطے یہ آیت عجیب وغریب تاثیر رکھتی ہے عمل سے پہلے لازم ہے کہ مخالف کا طالع نجوم معلوم کرے کہ اسکی پیدائش کس برج سے تعلق رکھتی ہے اگر یہ بات معلوم نہو تو اسکے نام سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے اور نجومی لوگ بتلاسکتے ہیں کہ اس نام کا آدمی فلاں سیارہ و برج سے تعلق رکھتا ہے۔ جب یہ معلوم ہوجائے تو اسوقت جبکہ قمر اس برج میں ہو جسکا تعلق مخالف کے طالع سے ہے سیاہ کاغذ پر آیت لکھے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اسکے بعد مخالف کا نام لکھا جائے اور یہ کاغذ آگ میں جلادیا جائے تو دشمن تباہ وبرباد ہوجائیگا۔

کیمیا

عارف کامل حضرت شیخ عیسی السنوسی تونسی نے فرمایا جنسے دمشق میں ملاقات ہوئی تھی کہ ہر چیز کا حصول وکامیابی رازداری کے ماتحت ہے۔ خلقت کیمیا کے شوق میں دیوانی رہتی ہے۔ ہزاروں لاکھوں روپئے اسکے شوق میں برباد کئے جاتے ہیں لیکن اصول رازداری کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا اسواسطے کامیابی نہیں ہوتی۔

میں نے کہا۔ کیا آپ کیمیا کے وجود واصلیت کے قائل ہیں۔ فرمایا تمنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث نہیں دیکھی جسمیں ارشاد ہے۔

كُلُّ عُشْبَةٍ فِي الْأَرْضِ نَابِتَةٌ فِيْهَا حِكْمَةُ اللّٰهِ ثَابِتَةٌ ہر بوٹی جو زمین پر نمودار ہوتی ہے اس میں خدا کی ایک حکمت ہے۔ پس جس طرح خدا نے چاندی سونا وغیرہ

دواتیں پیدا کی ہیں اسی طرح دواؤں اور بوٹیوں میں خواص عجیب رکھے ہیں اور ان میں قدرت دی ہے کہ ایک چیز کی ماہیت بدلکر دوسری شکل بنا دیں۔

مگر یاد رکھو کیمیا میں اصل چیز رازداری ہے نہ کہ اخراجات کثیر۔ جو لوگ ہوسوں کا ہزار ہا روپیہ طرح طرح کی قیمتی ادویات فراہم کرنے میں خرچ کرا دیتے ہیں وہ دھوکہ باز ہیں کیمیا تو بغیر خرچ کے ملتی ہے۔

اسکے بعد حضرت شیخ نے چند بوٹیوں سے کے خواص بیان فرمائے اور اصول رازداری کی تشریح سمجھائی۔ میں صرف ایک بوٹی کی خاصیت و کیفیت نسخہ لکھتا ہوں باقی کا لکھنا طول کلامی ہے۔

کربیونا بوٹی

حضرت شیخ نے ایک بوٹی کا ذکر فرمایا جسکا نام انہوں نے کربیونا لیا اور ارشاد کیا کہ یہ بوٹی دریائے نیل سے کے قریب اور شام کے پہاڑوں میں ہوتی ہے۔ ہندوستان کی نسبت فرمایا کہ وہاں بھی سرسبز پہاڑوں میں تلاش کیا جائے تو ملیگی۔ اسکی شکل یہ ہے کہ اسکے پتے گول ہوتے ہیں جنکے کناروں پر کنگھی اور نیم کے پتوں کی طرح کنگورے کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور یہ کنگورے سرخی مائل ہوتے ہیں۔ ان پتوں کو توڑا جائے اور ہاتھ میں ملا جائے تو چکنائی سی محسوس ہوتی ہے۔ اس بوٹی پر سرخ رنگ کی چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں چڑھی رہتی ہیں اور سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اسکے سایہ میں اور کوئی گھاس نہیں ہوتی۔ یہ بوٹی بالشت بھر سے زیادہ اونچی نہیں ہوتی اور اسمیں مشک کی سی خوشبو آتی ہے۔ اور بعض اوقات اسکے پتوں اور شاخوں کو توڑا جائے تو اس میں سے زرد رنگ کا دودھ نکلتا ہے۔

فرمایا عروج ماہ یعنے پہلی تاریخ سے ۱۰ تک اس بوٹی پر آسمانی بجلیاں نازل ہوتی ہیں اور رات کے وقت بیٹ بیجنے یعنے جگنو کی طرح اسکے پتے چمکتے ہیں

طالب کو چاہیئے کہ انہی دس راتوں میں کسی رات جاکر اسکو توڑے۔ مگر اسکا توڑنا بہت مشکل ہے کیونکہ دور سے یہ بوٹی چمکتی ہے پاس جاؤ تو اسکی روشنی غائب ہوجاتی ہے۔ شیخ نے اسکی یہ ترکیب بتائی کہ ایک لمبے بانس پر کپڑا باندھا جائے اور دور سے جب بوٹی کی چمک معلوم ہو تو اسپر یہ کپڑا ڈال دیا جاے اور اسکے بعد قریب جاکر اسکو جڑ سمیت اُکھیڑ لے اور سائے میں سکھا کر رکھ لے۔ اور جب یہ سوکھ جائے تو اسکو خوب پیسے اور سیسے کو شہد میں غوطہ دیکر پگھلائے اور یہ پسی ہوئی بوٹی اسپر ڈال دے۔ سیسہ خالص سونا بن جائیگا۔

ارشاد ہوا اس بوٹی کی دو قسمیں اور بھی ہیں۔ ایک کے پتّے مَرْوَہ یعنے ریحان کے پتّوں کی ہمشکل ہوتے ہیں اور بوٹی کا قد بالشت بھر کا ہوتا ہے۔ باہر کی جانب سے اسکے پتّے سرخ رنگ کے ہوتے ہیں اور اندر سے سفیدی مائل سبز جسجگہ یہ بوٹی ہوتی ہے زمین کچھ چکنی چکنی سی معلوم ہوتی ہے جسپر چیونٹیاں جمع رہتی ہیں اسکی خوشبو بہت تیز ہوتی ہے۔ اسمیں سے سفید دودھ نکلتا ہے۔

اگر خالص لوہے کو تپاکر یہ بوٹی اسپر ڈالی جائے تو لوہا چاندی بن جائیگا۔

دوسری قسم اسکی یہ ہے کہ بوٹی کی تین شاخیں ہوتی ہیں اور اسکے پتّے مہندی کے پتّوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور اس میں سے سرخ رنگ کا دودھ نکلتا ہے۔ اسکو اگر سیسہ پر ڈالا جائے تو سونا بن جاتا ہے۔

احتیاطیں

شیخ نے فرمایا کہ بوٹی اُکھیڑنے والا پورا پاک وصاف ہونا چاہیئے۔ اور اُکھیڑنے کے وقت کسی سے بات نہ کرنی چاہیئے۔ اور کیمیا بنانے وقت کسی غیر آدمی کا موجود ہونا سخت مضر ہے۔ ارشاد ہوا۔ اس کوچہ میں سب سے بڑی چیز

رازداری ہے۔ یعنی کسی سے اپنے بھید اور ارادے کو ظاہر نہ کرے جو کام ہو نہایت پوشیدگی کے ساتھ خفیہ ہو۔

حضرت شیخ کی زبانی مینے جو کچھ سُنا لکھدیا۔ مگر کبھی اسپر عمل کرنے کا ارادہ نہیں ہوا نہ آئندہ امید ہے کہ میں اس دردسری کی جانب متوجہ ہوں۔ سفر سے واپس آنے کے بعد میرے احباب طریقت محبی حاجی فتح محمد خانصاحب نظامی جمالی خدمتی و بابو حبیب اللہ خانصاحب فدائی نظامی قلندری نے مجکو چند روز ڈلہوزی پہاڑ پر مہمان بنا کر رکھا تھا۔ اس زمانہ میں مینے کوہ ڈلہوزی پر یہ بوٹی جگہ جگہ دیکھی لیکن باوجود بعض لوگوں کے اشتیاق کے کبھی اسکا ذکر کسی سے نہیں کیا کیونکہ میں اس کوشش کو تضیع اوقات سمجھتا تھا اور سمجھتا ہوں۔ تاہم اسوقت مناسب معلوم ہوا کہ جو چیز مجکو حاصل ہوئی ہے اسکو کتاب میں درج کردوں شاید کہ یہ کسی شخص کے کام آئے اور میں چھپانے کا مجرم قرار نہ پاؤں۔

تشریح تصاویر

اس کتاب میں جسقدر عکسی تصویریں ہیں ہر ایک کی کیفیت اسکے نیچے لکھی ہے۔ لیکن بعض تصاویر کی تشریح یہاں مکرر بیان کی جاتی ہے۔

(نوٹ واضح رہے کہ ان میں بعض تصاویر بہت نایاب و قیمتی ہیں جو نہایت تلاش سے دستیاب ہوئی ہیں۔ اسلئے امید ہے کہ ناظرین انکو غور و توجہ سے دیکھینگے)

فرعون اور حضرت یوسف ۔ یہ تصویر قدیمی بُت خانہ میں دستیاب ہوئی ہے شاہ مصر جسکا خاندانی لقب ہمیشہ فرعون ہوا کرتا ہے تخت پر بیٹھا ہے اور حضرت یوسف بحیثیت وزیر نیچے بیٹھے فرمان نویسی کر رہے ہیں۔ یہ فرعون حضرت موسی کے زمانہ کا شاہ مصر نہیں ہے

جامع اموی اور منارہ مسیح ۔ دمشق کی مشہور جامع مسجد اموی کی نسبت عقیدہ

ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ اسکے منارہ پر نازل ہونگے۔ تصویر میں وہ منارہ نظر آتا ہے۔

فرعون کی لاش ۔ اسمیں دو صورتیں نظر آتی ہیں۔ ایک تابوت کے تختہ پر اسکی مصنوعی تصویر ہے اس میں اسکی زندگی کی شکل کو دکھایا گیا ہے۔ دوسری مرجھائی ہوئی صورت خود اسکا جسم ہے جو بکس کے اندر رکھا نظر آتا ہے۔

حضرت سلطان صلاح الدین کی قبر۔ یہ مزار دمشق میں جامع اموی کے قریب ہے۔ جسکو دیکھ کر حرارت اسلام پیدا ہوتی ہے اسیواسطے یہاں اسکا فوٹو دیا گیا۔

مولویہ خاندان کا حال قال حضرت مولانا روم کے سلسلہ والے کس طرح کھڑے ہوکر اور رقص کرکے ذکر شغل کرتے ہیں۔ اسی عالم میں کبھی انکو حالت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ انپر غلط الزام ہے کہ وہ مصنوعی حال کھیلتے ہیں۔ کیونکہ یہ حال جسکو مصنوعی حال تصور کیا جاتا ہے طریقہ ذکر ہے نہ کہ حال۔

بیت المقدس کا معلق پتھر۔ قبۃ الصخرا کے نام سے جو تصویر ہے اسکے وسط صحن میں پتھر نظر آتا ہے۔ یہ بالکل معلق نہیں ہے اسکے کنارے آس پاس کی عمارت میں اٹکے ہوئے ہیں۔ البتہ ایک رخ کھلا ہوا ہے جسکے اعتبار سے اسکو معلق کہہ سکتے ہیں۔ خلقت اس پتھر کے نیچے جاکر نماز پڑھتی ہے۔ یہ پتھر دس بارہ گز مربع سے کم نہو گا۔

رجسٹری کی رسید اور ملاقاتی کارڈ

چار صفحوں میں مصری رجسٹری کی رسید اور ملاقاتی کارڈوں کی تصویریں درج کی گئی ہیں انکے دکھلانے کا یہ مقصد ہے کہ مصر میں تار ریل اور ڈاکخانہ کے کاروبار میں بھی عربی حروف مستعمل ہوتے ہیں پس ہندوستان میں بھی اردو حروف ان محکموں میں جاری ہونے چاہئیں۔ سوڈان و مصر کے نوٹ پر بھی عربی عبارت ہوتی ہے۔ اگرچہ وہاں حکومت انگریزوں کی ہے رجسٹری

کی رسید سے معلوم ہوگا کہ بھیجنے والے کے نام کے ساتھ ادب کے الفاظ بھی لکھے جاتے ہیں جیسے کہ اسمیں اُستاد و شیخ کے لفظ ہیں۔ یہ علامت مسلمانوں کے ادب آداب کی ہے جسکے اثر سے انگریز بھی اپنے محکموں میں اسکو ملحوظ رکھتے ہیں۔

ملاقاتی کارڈ میرے پاس سیکڑوں تھے۔ یہاں مینے صرف چند علما مشائخ۔ گورنر۔ بڑے پادری۔ تاجروں۔ فوجی افسروں کے کارڈ درج کرکے دکھایا ہے کہ جسطرح مکہ معظمہ تک کے خطیب ملاقاتی کارڈ میں انگریزی حروف بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ اسی طرح حلب کے بڑے پادری کے کارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی پیشوا عربی حروف کام میں لاتے ہیں مگر اسلامی حکومت کے اثر سے عیسائی عربی کو اوپر اور انگریزی کو نیچے لکھتے ہیں۔

جودت بے گورنر بیت المقدس اور غالب بے گورنر جنرل شام اور دیگر حضرات کے کارڈوں کی جداگانہ رسم تحریر شام و مصر و فلسطین کے فن کتابت کو ظاہر کرتی ہے۔

حکیم غلام نقشبند صاحب افغانی کابلی مقیم مصر کا تجارتی کارڈ ہر پہلو سے قابل توجہ اور خوبصورت ہے۔ جسمیں کابل کی اسلامی حکومت کے نشانات بنے ہوئے ہیں جنکو ترکی اور مصری مسلمان نہایت محبت سے دیکھتے ہیں۔ جس طرح کہ ہندی مسلمان ترکی نشانوں سے اُلفت رکھتے ہیں۔

آخر میں میری درخواست حکومت انگریزی سے یہ ہے کہ ہندوستان میں بھی سکہ اور نوٹ پر اُردو حروف ہونے چاہئیں۔ خاصکر نوٹ پر اُردو عبارت کا ہونا لازمی ہے۔ اور تار بھیجنے کی اجازت اُردو زبان میں ہو جائے جیسا کہ مصر میں جہاں انگریز حاکم ہیں تار عربی زبان میں دئے جاتے ہیں۔

امید ہے کہ میری یہ درخواست انجمن ترقی اُردو اور دیگر خدام ملک و قوم کو آمادہ کریگی کہ وہ اس بارہ میں سرکار کو توجہ دلائیں۔ والسلام

دعاگو حسن نظامی

(الف)

محمد عماد الدين اسكندر

سلطان مالاديف

Moh. Imaddudin Iskander

Ex Sultan of the Maldives

بالسويس

Suez

بيت المقدس الشريف

(۱) شيخ زاوية الهندئين عبد القادر هندي

لزاوية شيخ فريد شكر كنج

SHEIKH ZAWIAT INDIA

ABDEL KADER HINDI

LIZAWIAT SHEIKH FAREED SHACKERKING

Jerusalem

(۲) حنا اصطفان

ترجمان قونسلاتو دولة انكلترہ الفخيمة

القدس

(۳) **احمد جودت**

قدس شريف سنجاغى متصرفى

(۴) **على رضا**

بيت لحم ناحيہ سى مديرى

(٥) نصری فیعانی

کنشلیر وترجمان ویس قونسلاتو دولة انکلتره

Nasri H. Fiani

Drogman Chancelier du Vice-Consulat d'Angleterre

JAFFA

---

(٦) ندره مشاقه

ترجمان قنصل دولة انکلترا الفخيمة

N. Meshaka

Dragoman Chanceller

of H. B. M. Consul

شام Damascus, Syria

---

(٧) علی غالب

گورنر جنرل ولایت شام

---

(٨) الاب جاورجیوس سالم

Le Père Georges Salem

حلب ALEP

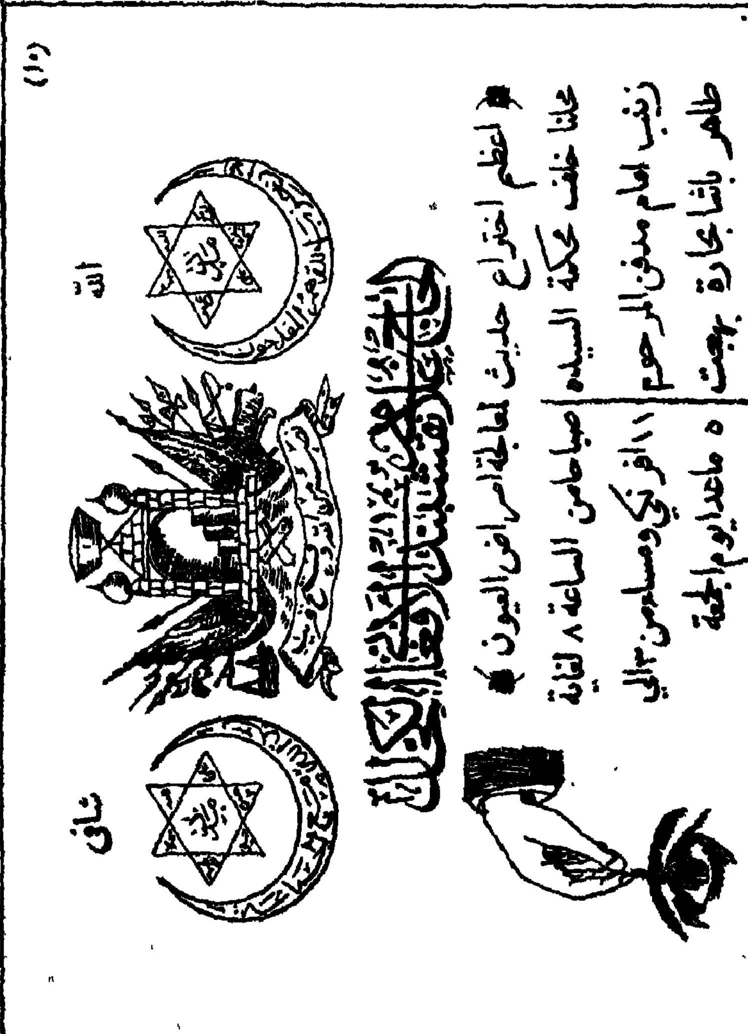
MECCA

مكة المكرمة

(٩)

عبد الملك الخطيب

Abdul Malek Al-Katib



POST OFFICE - مصلحة البوستة - ADMINISTRATION DES POSTES

Received registered article } No. وصل عن ارسال مسجلة نمرة
Recu l'objet recommandé }

Sender
Expéditeur } المرسل

Addressee
Destinataire } M. المرسل اليه

Destination } الجهة المرسل اليها

{acknowledgment of receipt / avis de réception} علم الوصول

21 VI 31 2

Clerk — Le Commis — المستخدم

(١٥)	(١٤)	(١٣)	
30 6 11 080 PLATFORM (A) TICKET CAIRE مصر تذكرة رصيف 5 MILLIEMES ٥ مليم J 1326	محمد صالح رئيس معارف نجمي دوس قدس	خطيب المسجد الاقصى محمد رشيد الجمالي	

روزنامچہ خواجہ حسن نظامی

اس روزنامہ کے پڑھنے والے کو حضرت خواجہ صاحب کے سرشار طرز تحریر کا اچھی طرح اندازہ ہو جائیگا اور وہ اسکو ختم کر کے چاہیگا کہ کوئی اور کتاب حضرت خواجہ صاحب کی اس قسم کی دیکھوں۔ اسواسطے ہم اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک دوسری کتاب روزنامچہ خواجہ حسن نظامی موجود ہے جسمیں بمبئی۔ کاٹھیاواڑ۔ گجرات۔ سومنات وغیرہ کے دلچسپ و مفید حالات ہیں اور سیکڑوں کام کی باتیں ہیں۔

قیمت ۸/

کارکن حلقہ المشائخ دہلی سے ملیگا

۱

تصانیف خواجہ حسن نظامی

مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی ضخامت ڈھائی سو صفحہ۔ قیمت عہ

انتخاب توحید۔ اخبار توحید کے شہرہ آفاق مضامین کا انتخاب جسمیں حضرت خواجہ صاحب کے وہ سب ہل چل ڈالنے والے مضمون ہیں جنکو ہندوستان کا بچہ بچہ تلاش کرتا ہے قیمت عہ

رسولؐ کی عیدی اُمت کے بچوں کو بچوں کے لئے لاجواب مفید تحفہ۔ قیمت ۲ر

تسخیر مہر و قہر یعنی اعمال حزب البحر

خواجہ صاحب کی وہ تصنیف جسکی نسبت حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ خواجہ صاحب کی تمام تصانیف سے بڑھکر ہے ۔ .. .. قیمت ۸ر

شیخ سنوسی حصہ اول دوم سوم۔ جن میں ظہور حضرت امام مہدی اور شہنشاہ انگلستان کے مسلمان ہونے کی نسبت پیشینگوئیاں ہیں اور حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے قصائد بھی ہیں

قیمت ——— ہر حصہ ۱۲؍

فرام قبلہ ٹو شملہ۔ خواجہ صاحب کا خط وائسرائے کے نام۔ .. قیمت دو پیسے

ترکی فتح۔ .. قیمت دو پیسے۔ **دل کی مراد** ۔ ۔ قیمت ۱ر

اسلام کا انجام قیمت ۲ر۔ **اسرار** ۔ ۔ قیمت ۴ر

سترھویں نامہ حضرت امیر خسروؒ کی چھوٹی سی دلچسپ سوانح عمری۔ درگاہ حضرت محبوب الٰہی کے حالات اور خود حضرت خواجہ صاحب کی خاندانی کیفیت ۔ ۔ ۔ قیمت ۲ر